

سازمان بهمن گیلان  
مهرگان



برصغیر میں دینی فتنوں کی یلغار

۱۰۳

# افسراقِ دینِ المسلمین کے اسباب

مبارک حسین مصباحی ایم اے

الاشرفیہ مبارک پور (انڈیا)

مرکزی مجلسِ اُفت  
پوسٹ بکس ۲۲۰۶ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب	برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب
مصنف	مبارک حسین مصباحی - ایم۔ اے
دیباچہ	علامہ یحییٰ بن خضر مصباحی ایم۔ اے - دارالقلم دہلی
اول اشاعت	رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ
دوم اشاعت	محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مارچ ۲۰۰۴ء
تعداد اشاعت	ایک ہزار
عکس کتابت	المجمع المصباحی ایڈیشن
صفحات	۲۴۰
ناشر	مرکزی مجلس رضا - نعمانیہ بلڈنگ ٹیکسالی گیٹ لاہور
تقسیم کار	مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
ہدیہ	دعائے خیر بحق معاونین

بیرہ فی حضرات ۲۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔  
کتاب مفت حاصل کرنے والے فوری رابطہ کر سکتے ہیں ورنہ معذرت!

اس کتاب کے جملہ حقوق بحق المجمع المصباحی مبارک پور (انڈیا) محفوظ ہیں۔  
کوئی شخص تجارتی اعزاز میں نہیں چھوڑا سکتا۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت کے 84 ویں عرس مبارک پر مرکزی مجلس رضا لاہور کی  
خصوصی پیش کش

☆☆☆

انتساب

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محدث بریلوی

الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کے قلم نے برصغیر میں دین کے نام پر ابھرنے والے فتنوں کے طوفانوں کا مقابلہ کیا۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار و برق بار  
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں



۷۸۶/۹۲

## مشمولات

①

افتراق بین المسلمین کا تاریخی جائزہ

۶۳..... تا..... ۶۴

②

جادو حق و صداقت

۱۰۸..... تا..... ۱۰۹

③

برصغیر میں افتراق بین المسلمین کا آغاز و ارتقاء

۱۰۹..... تا..... ۱۳۴

④

گزرتے حالات بدلتے چہرے

۱۳۵..... تا..... ۱۶۲

⑤

وحید الدین خاں سے دو باتیں

۱۶۳..... تا..... ۱۹۰

⑥

نظریاتی اختلافات سے قتل و غارتگری تک

۱۹۱..... تا..... ۲۳۰

⑦

مآخذ و مراجع

۲۳۱..... تا..... ۲۳۹

## مصنف کتاب پر ایک نظر

علامہ مبارک حسین مصباحی "ماہنامہ الاشرفیہ" جامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (انڈیا) کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ جن کے ادارے اہل علم و فضل سے داد و تحسین پاتے ہیں اور جن کے مقالات بڑی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ آپ ان دنوں "جامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور میں مستند تدریس پر رونق افروز ہیں۔ جامعہ طیبہ شاہ آباد۔ رامپور (یوپی) کے مہتمم ہیں۔ "الجمع المصباحی" مبارک پور کے صدر نشین ہیں۔ وہ آل انڈیا "جماعت رضائے مصطفیٰ" بریلی کے صدر ہیں اور جامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی "مجلس البرکات" کے رکن ہیں۔

آپ کے والد مکرم خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ رامپور کے اہل علم میں سے تھے۔ حضرت علامہ مصباحی شاہ آباد ضلع رامپور میں ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۳۹۸ھ میں مدرسہ اجمل العلوم سہیل سے قرآن پاک حفظ کیا۔ دینی علوم میں ۱۹۸۹ء میں "الجامعۃ الاشرفیہ" سے دستار فضیلت حاصل کی۔ اور الہ آباد بورڈ سے فاضل و بیانات عربی اور فارسی میں سند حاصل کی۔ مگدھ یونیورسٹی گیا (بہار) سے ایم اے کیا۔ اور سلسلہ قادریہ میں مفتی اعظم ہند بریلی سے بیعت ہوئے۔ ان دنوں وہ "الجامعۃ الاشرفیہ" میں استاد ہیں اور "ماہنامہ الاشرفیہ" مبارک پور کے مدیر شہیر بھی۔ رابطہ کیلئے ۵۰۱۳۹-۵۰۰۲۱ فون پر ان کی آواز سنائی دے گی۔

انہوں نے برصغیر میں دینی فتنوں کی تاریخ اور ان فتنوں کے زیریے اثرات کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور "افتراق بین المسلمین کے اسباب" جیسی کتاب کو اس انداز سے مرتب کیا ہے کہ موضوع کی تلخیاں ان کے اعتدالی قلم کی شیرینی سے اس انداز میں صحیفہ قرطاس پر سمٹ گئی ہیں کہ کتاب پڑھنے والا تسلسل کے ساتھ مطالعہ کرتا جاتا۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن آپ کی نگرانی میں الجمع المصباحی مبارک پور (انڈیا) سے چھپ کر سارے ہندوستان میں پھیلا۔ موضوع کی اہمیت اور انداز تحریر کی خوش قسمتی کے پیش نظر "مرکزی مجلس رضا" لاہور نے چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب جہاں جہاں گئی۔ اہل علم سے داد و وصول کرتی گئی۔

پیر زاوہ اقبال احمد فاروقی۔ ایم۔ اے

مدیر ماہنامہ "جہان رضا" لاہور

فون نمبر: ۷۳۵۸۳۶۵

موبائل: ۳۰۰-۴۲۳۵۶۵۸

## سرفوشت

۱۰۳

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ  
 ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بواجبی است  
 سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است  
 چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است  
 بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست  
 وگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہسی است  
 (از شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال)

باسمہ تعالیٰ و بکرم حبیبہ الاعلیٰ

زیر نظر کتاب مختلف اوقات میں ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کے لئے لکھی گئیں چند  
 تحریروں کا مجموعہ ہے۔ پہلے دو مضامین بطور خاص اسی کتاب کے لئے مرتب کئے ہیں، آخری  
 مضمون مختصر تھا سر دست اس میں بھی تین گنا اضافہ کیا گیا ہے، باقی تحریروں پر بھی نظر ثانی اور  
 قدر ضرورت حذف و اضافہ کیا ہے، ان تمام تحریروں میں جو چیز قدر مشترک ہے وہ ہے حق و  
 باطل کے درمیان خط امتیاز، بر صغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب کی تلاش، امت

مسلمہ میں امن و اتحاد کی آرزو مندی اور اصلاح فکر و اعتقاد کی مضطربانہ خواہش

آج پورے عالم کفر کی دہشت گردی اسلام اور اسلامی علامات و روایات کو جڑ سے الھاڑ پھینکنے کے درپے ہے، اس دردناک صورت حال میں مسلمانوں کا امتیازی تشخص و وقار ہر پل خطرے کی جانب بڑھ رہا ہے، جس وقت میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں دنیا کا سب سے بڑا اسلام دشمن دہشت گرد ملک امریکہ اپنے اتحادیوں کی پشت پناہی کے ساتھ بے قصور نہتے افغانستان پر فضائی بمباری کر رہا ہے۔ میڈیا دل ہلا دینے والی خبریں نشر کر رہا ہے، پوری دنیا کے مسلمان سانس روک کر افغانی مسلمانوں کے تحفظ و بقا کے لئے دست بدعا ہیں، احتجاجات کی چیخ و پکار بھی سننے میں آرہی ہے۔ مگر افسوس عالم اسلام کے تمام حکمرانوں کی تکمیل امریکہ کے ہاتھ میں ہے اسے آپ مصلحت وقت کہیں یا ابن الوقتی، ایمانی غیرت و حمیت کا فقدان ان میں بہر حال یقینی ہے۔ ان حالات میں حال و مستقبل کے خطرات سے مقابلہ کرنے کے لئے اولین اور بنیادی مرحلہ یہ ہے کہ مسلمان باہمی تفرقہ ختم کریں اور امن و اتحاد کی خوشگوار فضا میں مستحکم ہوں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے  
نیل کے ساحل سے لیکر تاجناک کا شہر

مگر اس مرض افتراق کے علاج کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اسباب افتراق کو تلاش کیا جائے اسباب کے باقی رہتے ہوئے علاج کرنا اندھیرے میں تیر چلانے کی طرح لا حاصل سی جدوجہد ہے، شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپانے سے وقتی تسکین تو مل سکتی ہے مگر اسے خطرات سے محفوظ رہنے کا حل نہیں کہا جاسکتا۔ خدا را آپ خارجی دباؤ سے بے نیاز اور مسلکی عصبیت سے بالاتر ہو کر ہمارے معروضات کا بغور مطالعہ کریں، اگر ہمارے پیش کردہ تاریخی شواہد اور دینی حقائق سے آپ پورے طور پر مطمئن نہ ہوں تو انھیں خطوط پر مزید مطالعہ اور تحقیق و تلاش کا سفر جاری رکھیں۔ تلاش حق کی مخلصانہ جدوجہد بجائے خود عبادت اور

اصلاح فکر و عمل کی جانب پیش قدمی ہے۔ میں اپنی فکر و تحقیق تھوپنے کا عادی نہیں۔ میں نے تو اتحاد ملت اور اصلاح امت کی غرض سے غور و فکر کی کچھ بنیادیں فراہم کی ہیں، مگر اتنی بات تو میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا ذہن پہلے سے اگر کسی کا جانب دار نہیں بلکہ حق کا طرفدار ہے تو اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی آپ پر سواد اعظم اہلسنت و جماعت کی صداقت و حقانیت شمس در کف کی طرح واضح ہو جائے گی اور حق واضح ہو جانے کے بعد بھی آوارہ فکری پر باقی رہنا یا حسب سابق روش پر اڑے رہنا ہٹ دھرمی اور فرقہ وارانہ ذہنیت کو فروغ دینا ہے۔

ان تحریروں کے مطالعہ کے دوران ہو سکتا ہے آپ کو ایک سے زیادہ مقام پر تکرار مباحث کا احساس ہو تو اس کے لئے میں کوئی معذرت بھی نہیں کرتا کیونکہ جب مشترک مسائل پر مختلف نشستوں میں گفتگو کی جاتی ہے تو ایسا ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ ہاں چند مقامات پر آپ کو لب و لہجہ کی سختی کا احساس پریشان کر سکتا ہے تو یہ ہم نے قصداً نہیں کیا یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک زخمی دل انسان جب اپنی ملت کے اسباب زوال اور احوال غم سناتا ہے تو غیر اختیاری طور پر جذبات کا بھڑکاؤ مجلسی آداب سے بے نیاز کر دیتا ہے لیکن ہوش مند لوگ حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اسے معیوب نہیں سمجھتے بلکہ فطری تقاضے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری کوئی بات آپ کی پہلے سے طے شدہ فکری ڈگر کے خلاف ہو اور آپ کو کڑوی لگے تو اسے ”الحق مر“ پر محمول کریں۔

میں اپنی اس تحریر کے سلسلہ میں کسی قسم کی داد و تحسین کا متمنی ہرگز نہیں، یہی کیا مجھے اپنی کسی بھی نگارش کے بارے میں اس کی خواہش نہ رہی ہے نہ ہے اور نہ ہوگی۔ ہاں میرا قلم خدائے وحدہ لا شریک کی بارگاہ میں اس آرزو کے ساتھ سجدہ ریز ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب مختار کائنات ﷺ کے طفیل ان تحریروں کو گمشدگان راہ کی ہدایت کا ذریعہ بنادے اور ٹولیوں میں بے لوگوں کو عشق رسول کے نقطہ اتحاد پر متحد فرمادے۔ آمین

## تقریظ جلیل

از: صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی

صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

۱۰۳

### مبسلا و حامدا و مصليا

یہ پروپیگنڈے کا دور ہے جس کے بل پر سچ کو چھپانے اور جھوٹ کو باور کرانے کا کاروبار بڑے منظم پیمانے پر ہو رہا ہے۔ امریکہ سے لے کر انڈیا تک اس میدان میں باطل پرستوں کی ٹولیاں اپنے اپنے حلقہٴ ابلاغ کے لحاظ سے پیش نظر آئیں گی۔ اور زیادہ تر جھوٹے اور باطل حربوں کی استاد کی سہرا کسی ستم پیشہ یہودی یا فرنگی کے سر ہوتا ہے جس سے روحانی ولادینی تعلق رکھنے والے سیکھ سیکھ کر اسی ڈگر پر چلنے کی پیہم کوشش میں مبتلا رہتے ہیں۔

ان ہی پروپیگنڈوں میں سے اہل باطل کا ایک پروپیگنڈہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں تفریق کا کام بریلی کی سرزمین سے مولانا احمد رضا بریلوی کے ہاتھوں شروع ہوا۔ اس جھوٹ کی اشاعت اس قدر کی گئی ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے بہت سے سادہ لوح لوگوں نے اسے سچ مان لیا ہے۔ ان کے پاس نہ اپنی ذاتی تحقیق ہے نہ اس کی فرصت۔ مگر اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو اور ہر انصاف پسند کو یہ معلوم ہوگا کہ حقیقت کیا ہے۔؟

اس میں ناقابل تردید دلائل و شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمانوں

اب میں اپنے تمام اساتذہ کی بارگاہ میں سرپا شکر و نیاز بن کر حاضر ہوتا ہوں جن کے علمی دریائے فیض کی بے کراں موجوں نے مجھے سیراب کیا اور بطور خاص استاذنا المکرم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارکپور جن کی پدرانہ شفقتوں نے میرے فکر و قلم کی تربیت فرمائی۔ میں دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں مفکر اسلام حضرت علامہ لیس اختر مصباحی بانی و مہتمم دارالقلم دہلی کا جنھوں نے زیر نظر کتاب کو ملاحظہ فرمایا اور بطور تقدیم و تقریب گرانقدر تحریر سپرد قلم فرمائی، بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں محبت مکرم حضرت مولانا زاہد علی سلوی اور مولانا عبدالصمد مصباحی کا شکر یہ ادا نہ کروں جو قدم قدم پر میرا سہارا بنے رہتے ہیں۔ اور درجہ تحقیق کے ان ہونہار طلبہ کا ذکر خیر بھی ضروری سمجھتا ہوں جن کے اصرار پر یہ تحریریں منظر عام پر آئیں یعنی عزیزان گرامی مولانا شکیل الرحمن نظامی مصباحی اور مولانا محمد منظور وسیم مصباحی۔

آخر میں ایک التجاہم اپنے قارئین سے کریں گے کہ اگر انھیں یاد رہے تو میرے والد گرامی جناب ظلیل احمد مرحوم و مغفور کے لئے دعائے مغفرت ضرور فرمادیں جو میری کامیابیوں کی تمنا لے کر اس جہان فانی سے چل بسے۔ میں اپنی اس تحریر کا اجرا انھیں کی بارگاہ میں نذر کرتا ہوں مولیٰ ان کی قبر کو جنت کا ایک ٹکڑا بنادے۔ آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین

از مبارک حسین مصباحی راجپوری

۷ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ / ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء



میں شیعہ و سنی کا اختلاف تو پرانا ہے اور سنیوں میں جو تفریق ہوئی ہے وہ بریلی سے نہیں بلکہ دہلی سے ہوئی ہے۔ یہاں کے اور دیگر ممالک کے اہل سنت ایک تھے۔ نجد میں کتاب التوحید اور ہند میں تقویۃ الایمان کے ذریعہ وہابی پھر اس کی شاخ دیوبندی کے نام سے ایک فرقہ جنم دیا گیا جو اپنے یوم پیدائش سے لے کر آج تک قدیم مسلک اہل سنت کے حامیوں سے برسر پیکار ہے۔ جھوٹ اور فریب کا ایسا دلدادہ اور عادی ہے کہ خدا کو بھی بالا مکان جھوٹا اور عیب دار مانتا ہے۔

عزیز گرامی مولانا مبارک حسین مصباحی کو رب تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے کہ انھوں نے اس طرح کے مکر و فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے مبسوط مقالات لکھے جن میں سے بعض جتہ جتہ میں نے بھی دیکھے آج جہاد بالسیف تو ناپید ہی ہے جہاد بالقلم بھی کم ہوتا جا رہا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اذا ظهرت الفتن۔ او البدع۔ ولم یظهر العالم علمه فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعین۔ اور کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب فتنے اور گمراہیاں ظاہر ہوں اور عالم اپنا علم چھپائے رکھے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اور فرمایا: لان یھدی اللہ بک رجلا خیر مما طلعت علیہ الشمس، تمہارے ذریعہ کسی ایک شخص کو ہدایت نصیب ہو جائے تو یہ تمہارے لئے روئے زمین کی حکومت سے بہتر ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو دافع فتن اور ہادی راہ سنن بنائے۔ مصنف کے علم و قلم اور ارشاد و عمل میں برکتیں نصیب فرمائے اور صحت و قوت اور عافیت کے ساتھ خدمت دین متین سے ہمیشہ وابستہ و سر فراز رکھے۔

اس کتاب پر برادر گرامی مولانا یونس اختر مصباحی نے ایک عالمانہ اور دقیق

مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس کے بعد میری خامہ فرسائی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر مولانا مبارک حسین کے مسلسل اصرار پر یہ چند سطور لکھنی پڑیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے۔ اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے کاموں میں لگائے اور ہر طرح کے شرور و فتن سے محفوظ و مامون رکھے۔

محمد احمد مصباحی

۱۳/رجب ۱۴۲۳ھ

۲۱/ستمبر ۲۰۰۲ء



## اسلام ترا دین ہے تو مصطفوی ہے

مفکر اسلام حضرت علامہ یس اختر مصباحی

بانی و مہتمم دارالعلم، دہلی

دین اسلام ہمیشہ ایک رہا ہے جو اللہ کا منتخب اور پسندیدہ دین ہے۔ وجود تو وحید باری تعالیٰ، نبوت و رسالت، کتب سماویہ، ملائکہ، تقدیر، جنت و دوزخ وغیرہ اس دین کے بنیادی معتقدات ہیں۔ یہ ہر دور میں یکساں اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ ایام و دھور اور احوال و ظروف کی تبدیلی کا ان پر کبھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے پیغمبروں کا اعتقادی محور و مرکز یہی دین اسلام رہا ہے۔

پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب بعثت مبارکہ ہوئی تو آپ نے بھی اسی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائی۔ اپنی حکیمانہ دعوت اور کریمانہ اخلاق سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو اسی کی طرف مائل کر کے انہیں اس کا حامل اور پھر اس کا داعی و ترجمان بنایا۔ اسی وحدت دین کا اعلان کرتے ہوئے رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔ و رضیت لکم الاسلام دینا۔ (سورۃ المائدہ: آیت ۳)

شریعتیں البتہ منسوخ ہوتی رہی ہیں، انکے احکام و مسائل بدلتے رہے ہیں۔

لیکن پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اتنی جامع و مکمل ہے کہ شرائع سابقہ کی طرح وہ کبھی منسوخ نہیں ہوگی۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ امتیاز و اختصاص ہے جس پر گردش ایام کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ یہی شریعت نافذ و باقی ہے اور اسلامیان عالم کی ہدایت و رہنمائی کیلئے تاقیامت کافی ہے۔

اسی دین اور اسی شریعت کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر متحد و منظم رہنے کا اہل ایمان و اسلام کو بار بار حکم دیا گیا ہے۔ اور اس سے انحراف کے نقصان و خسارہ کی جا بجا وعید سنائی گئی ہے۔ قرآن حکیم کے فرامین و ارشادات پر عمل اور جماعت مسلمین کی موافقت و رفاقت کو ہر مسلمان کے اوپر لازم کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا۔

(سورہ آل عمران: ۱۰۳)

اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھٹ نہ جانا

و اطیعوا اللہ و رسولہ و لا تنازعوا فتنفسلو ا و تذهب ریحکم

(سورۃ الانفال: ۲۶)

اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندگی ہوئی ہو جاتی رہے گی۔

اہم سابقہ کے سلسلہ میں قرآن حکیم میں جو کچھ آیا ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت تک دین کے ساتھ شریعت بھی ایک ہی تھی۔ لیکن اختلاف فطرت و طبیعت نے جب زور پکڑا تو اس کے ناخوشگوار اثرات ظاہر ہوئے۔ اور اوگ باہم دست بگریباں ہوئے۔ اس موضوع کی آیات سے اس کا بھی علم ہوتا ہے کہ مشیت ربانی ہی ایسی نہیں ہے کہ سب لوگ امتہ واحدہ بنے رہیں۔ یہ اس کی حکمت اور مصلحت ہے جس کا راز اور اس کی حقیقت وہی جانتا ہے۔ ذیل میں چند

آیات ملاحظہ فرمائیں۔

وما كان الناس الا امة واحدة فاختلوا

(سورہ یونس: ۱۹)

اور لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوئے۔

كان الناس امة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين و منذرين

(سورہ البقرة: ۲۱۳)

لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے۔

لكل جعلنا منكم شرعة و منها جا و لو شاء الله لجعلكم امة

واحدة و لكن ليبلوكم في ما انكم

(سورہ المائدة: ۴۸)

ہم نے تم سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظوریہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے۔

ولو شاء ربك لجعل الناس امة واحدة و لا يزالون مختلفين الا

من رحم ربك .

(سورہ ہود: ۱۱۸)

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا۔ وہ آدمی تو ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے مگر جن پر تمہارا رب نے رحم کیا۔

ایمان و کفر، حق و باطل، خیر و شر، نور و ظلمت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ واضح کیا۔ اور ہر انسان کے اندر یہ صلاحیت و دلیعت فرمادی کہ وہ ہدایت و ضلالت میں سے جس کا چاہے از خود انتخاب کر لے۔ اور پھر جزاء و سزا اور ثواب و عذاب کا خود ہی ذمہ دار بھی ہو۔ اگر اللہ چاہتا تو ایمان و ہدایت پر سب کو جمع فرما دیتا مگر

اس نے ایسا نہیں کیا۔ تاکہ وہ اس کا امتحان لے اور اسے آزمائے کہ وہ اپنے لئے سعادت چاہتا ہے یا شقاوت! چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل فله الحجة البالغة فلو شاء لهداكم اجمعين.

(سورہ الانعام: ۱۳۹)

تم فرماؤ اللہ ہی کی حجت پوری ہے، وہ چاہتا تو تم سب کی ہدایت فرماتا۔

ولو شاء ربك لامن من في الارض كلهم جميعا .

(سورہ یونس: ۹۹)

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو زمین میں جتنے ہیں سب ایمان لاتے۔

وقل الحق من ربكم فمن شاء فليؤمن و من شاء فليكفر .

(سورہ الکہف: ۲۹)

اور فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ جو چاہے ایمان لائے اور جو

چاہے کفر کرے۔

ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا .

(سورہ المزمل: ۱۹۔ سورہ الدھر: ۲۹)

پیشک یہ نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

فيضل الله من يشاء و يهدي من يشاء و هو العزيز الحكيم

(سورہ ابراہیم: ۴)

پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی

عزت حکمت والا ہے۔

قل ان الله يضل من يشاء و يهدي اليه من اناب (سورہ الرعد: ۲۷)

تم فرماؤ! پیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اس کی طرف جو رجوع کرے

اسے ہدایت دیتا ہے۔

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ۔

(سورة البقرة: ۲۶)

اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور گمراہ انہیں ہی کرتا ہے جو نافرمان ہیں۔

وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ۔ (سورة ابراهيم: ۲۷)

اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور اللہ جو چاہے کرے۔

مَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا۔

(سورة الاسراء: ۱۵)

جو راہ پر آیا تو اپنے ہی بھلے کے لئے راہ پر آیا اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے ہی برے کے لئے گمراہ ہوا۔

اپنے فطری رجحان اور طبعی میلان کے لحاظ سے قرونِ ماضیہ اور ازمنہ سابقہ کی اقوام و قبائل نے توحید و ایمان اور نبوت و رسالت کی تصدیق یا تکذیب کی پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کی بعثت مبارکہ کے بعد بھی قبائل عرب کی یہی تاریخ اور ان کا یہی کردار رہا۔ ہر دور میں ہر پیغمبر و ہادی نے صرف دعوت و تبلیغ کی ہے۔ راستہ بتانا اور دکھانا ان کی مسئولیت و ذمہ داری رہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔

(سورة النور: ۵۴۔ سورة العنكبوت: ۱۸)

اور واضح تبلیغ ہی رسول کی ذمہ داری ہے۔

منزل تک کسی کو پہنچا دینا یہ اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔ اس کی توفیق پر منحصر ہے وہ

اپنے بندوں پر رحیم و کریم ہے۔ وہ قادر و مقتدر ہے۔ جسے جب چاہے ہدایت دے دے۔ جب چاہے کسی کو اپنا قرب عطا فرمادے اور جسے جب چاہے اپنے محبوبین کے زمرہ میں شامل فرمائے۔

ہدایت ارأۃ الطريق بھی ہے اور ایصال الی المطلوب بھی ہے۔ ارأۃ الطريق راستہ بتانا اور دکھانا ہے۔ ایصال الی المطلوب منزل مقصود تک پہنچا دینا ہے ابلاغ و تبلیغ اور ارأۃ الطريق منصب نبوت و رسالت ہے۔ اور اسی ہدایت کا ذکر کرتے ہوئے رب کائنات پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

انک لتهدی الی صراط مستقیم۔

(سورة الشوری: ۵۲)

اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔

اور دوسری ہدایت یعنی ایصال الی المطلوب کے سلسلہ میں اس کا فرمان ہے۔

انک لا تھدی من احببت ولكن اللہ یھدی من یشاء وهو اعلم بالمھتدین۔

(سورة القصص: ۵۶)

بے شک یہ نہیں کہ تم اپنی طرف سے جسے چاہو ہدایت دے دو۔ لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔ اور ہدایت والوں کو وہ خوب جانتا ہے۔

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور ادوارِ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں لاکھوں سعید روحوں اور خوش بخت انسانوں نے ہدایت کی نعمت پائی اور لاکھوں کم سواد و بد نصیب انسان اس دولت سے محروم رہے۔ ایسے انسانوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے جنہوں نے یہ نعمت و دولت پانے کے بعد اسے کھو دیا اور اس سے



انحراف و ارتداد کا سنگین جرم کر کے ابدی لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کا فتنہ اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔

اموی و عباسی دور حکومت میں جہاں ہدایت کا دائرہ وسیع ہوا۔ اسلام کی روشنی دور دور تک پھیلی، تابعین و تبع تابعین علیہم الرحمۃ والرضوان کا فیضان عام ہوا۔ وہیں بہت سے فرق و احزاب بھی عالم وجود میں آئے۔ کئی ایک گمراہیوں نے بھی جنم لیا۔ اور اسلام کا روشن چہرہ غبار آلود کرنے کی مذموم کوششیں بھی ہوئیں۔

یہ سب اسی تکوینی نظام قدرت کے تحت ہوا جس کا مذکورہ آیات قرآنی میں اجمالاً بیان آچکا ہے۔ اور خود پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور افتراق امت کی نشاندہی فرمائی۔

تفترق امتی علی ثلاث وسبعین فرقة کلہم فی النار الاملة واحدة۔ قالوا من ہی یا رسول اللہ! قال ما انا علیہ واصحابی۔

(ترمذی شریف)

میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک گروہ کے سوا تمام فرقے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ گروہ کون ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو میری اور میرے صحابہ کی سنت پر عمل پیرا ہوگا۔

اسی لئے سنت رسول و سنت صحابہ پر عمل کرنے والے سواد اعظم کی اتباع کی آپ نے ہدایت اور تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شد شد فی النار۔

(مشکوٰۃ شریف)

تم سواد اعظم (بڑی جماعت) کی اتباع کرو۔ اس سے جو الگ ہو اوہ تہا جہنم

میں بھیجا جائے گا۔

یہ سواد اعظم وہی اہل سنت و جماعت ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان الله لا یجمع امتی علی الضلالة۔ وید الله علی الجماعۃ۔ ومن شد شد فی النار۔

(ترمذی شریف)

اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ جماعت کے لئے اللہ کی مدد ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ ہو اوہ جہنم میں گیا۔

جماعت اہل سنت سے الگ ہونے والے فرقے مثلاً خوارج، روافض، معتزلہ وغیرہ نے اسلام کو بے حد نقصان پہنچایا۔ اہل اسلام کو سخت فتنوں اور آزمائشوں میں ڈالا۔ مسلم حکومتوں کے درپے آزار ہوئے۔ باطل و خرافات اور مخرقات کا ایسا ڈھیر لگا دیا جس نے بے شمار مسلمانوں کو شک وارتیاب اور بہت سی گمراہیوں میں مبتلا کر دیا۔ ان کے جراثیم اور سازشیں آج بھی مختلف شکلوں میں کارفرما ہیں اور اپنے شذوذ و نکارت اور عصبان و طغیان کی بادِ سموم سے اسلام و اہل اسلام کے جسم و روح کو متاثر کر رہی ہیں۔

اختلاف اگر قیود و شرائط کے ساتھ ہو۔ حدود کے اندر ہو تو معیوب نہیں۔ اور اسی اختلاف امت کو رحمت فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ ماترید یہ و اشاعرہ کا اختلاف ہے۔ اور فقہ اسلامی میں حنفیہ و شوافع و مالکیہ و حنابلہ کا اختلاف ہے۔ کہ یہ سب اہل سنت کے داخلی اختلافات ہیں۔ اور ایسا ہونا ایک حد تک فطری بھی ہے۔ خیال، ذوق، شعور، طبیعت، اور احوال و ظروف کے اختلاف سے فہم و ادراک معانی و مقایم میں اختلاف کا پیدا ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ جس کا مظاہرہ اہل سنت کے مختلف طبقات میں

ہے۔ اور یہ سلسلہ آئندہ بھی جزوی فروغی مسائل میں جاری رہے گا۔

بفضلہ تبارک و تعالیٰ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی غالب اکثریت سنی حنفی رہی ہے۔ جس کے بے شمار تاریخی شواہد ہیں۔ محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ اپنے مرشد طریقت حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ کے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں۔

ساتویں ذوالحجہ ۶۵۵ھ کو آپ کی خدمت میں حاضری و قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مذہب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے آپ نے ارشاد فرمایا:

پہلا مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا، دوسرا مذہب امام شافعی رضی اللہ عنہ کا، تیسرا مذہب امام مالک رضی اللہ عنہ کا، چوتھا مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ ان مذاہب میں شک نہ کریں۔ تاکہ سنی مسلمان ہوں اور اس بات کا یقین کریں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب باقی تین سے افضل ہے۔

(راحت القلوب مشمولہ بہشت بہشت مطبوعہ دہلی)  
مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔

چاہئے کہ اہل سنت کے معتقدات پر مدایر اعتقاد رکھیں۔ اور زید و عمرو کی باتوں پر توجہ نہ دیں۔ بد مذہبوں کے خود ساختہ خیالات و توہمات پر مدایر رکھنا خود کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی اتباع ضروری ہے تاکہ امید نجات پیدا ہو۔

(مکتوب امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)  
دوسرے مقام پر ہندوستان کی سنیت و حنفیت کے بارے میں مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رقمطراز ہیں:

یہاں کے تمام مسلم باشندے اہل سنت و جماعت کے عقیدہ حق پر ہیں۔ اہل بدعت و ضلالت کی کوئی نشانی یہاں ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ اور وہ حنفی پسندیدہ مذہب رکھتے ہیں۔

(رسالہ رد و انقض)

اسلام کی ہندوستان میں آمد کے بعد پانچ چھ صدی تک یہاں صرف اہل سنت و جماعت تھے۔ فرق باطلہ کا یہاں کوئی وجود نہیں تھا۔ سنیت و حنفیت کا دور دورہ تھا۔ سارے علماء و مشائخ سنی حنفی تھے۔ خراسانی شیعوں کے ذریعہ شیعیت نے سب سے پہلے قدم رکھا۔ پھر مغل سلاطین کی فوج میں کچھ شیعہ یہاں آئے اور رفتہ رفتہ انہوں نے قدم جما نا شروع کیا۔ اور ایک عرصہ کے بعد اپنے بال و پر نکالے۔ لیکن علماء اہلسنت نے ان کی مزاحمت کی اور انہیں زیادہ کامیاب نہ ہونے دیا۔

مجدد الف ثانی نے ان کے خلاف رد و انقض کے نام سے رسالہ لکھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسی رسالہ کا عربی میں ترجمہ کیا۔ جس کا نام "المقدمة السنیة لانقصار الفرقة السنیة" ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی بڑی شرح و بسط کے ساتھ رو شیعیت میں ایک کتاب لکھی جو "تحفۃ اثنا عشریہ" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

شیعیت کے بعد نجد کا فتنہ و ہابیت اٹھا رہویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہندوستان کے اندر نمودار ہوا۔ و ہابیت شیخ ابن تیمیہ حرانی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب ی کے افکار و نظریات کا مجموعہ ہے۔ شاہ محمد اسماعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب "اتقوا الايمان" کے ذریعہ فتنہ و ہابیت کا فروغ ہوا۔ علماء اہلسنت نے اس فتنہ کا ہیثم کر مقابلہ کیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ اس کی پر زور مخالفت کی۔ جگہ جگہ مناظرے لے، بہت سی کتابیں اور رسائل اس کے خلاف منظر عام پر آئے۔ شرو فتنہ اور بد دینی

کے خلاف محاذ آرائی ان کا فرض منصبی تھا اس لئے انہیں ایسا کرنا ضروری بھی تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا ظهرت البدع ولعن آخر هذه الامة اولها فمن كان عنده علم فليشره. فان كاتم العلم يومئذ ككاتم ما انزل الله على محمد.

(ابن عساکر)

جب بددینی ظاہر ہو اور اس امت کے بعد والے لوگ اپنے پہلوں پر لعن طعن کریں تو جس کے پاس بھی علم ہو اسے ظاہر کر دینا چاہئے۔ کیونکہ ایسے حالات میں علم کا چھپانا اس طرح ہے کہ جیسے کوئی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے احکام و تعلیمات کو چھپائے۔

شاہ محمد اسماعیل دہلوی کے ایک معاصر سنی عالم قطب بنارس حضرت مولانا مفتی رضا علی بناری علیہ الرحمۃ والرضوان سے اس وقت کے مسلمانوں نے اس فتنہ و ہابیت اور تقویۃ الایمان کے بارے میں استفتاء کیا۔ جس کا آپ نے تحقیقی جواب دیا جو اسی زمانہ میں بشكل اشتہار شائع ہوا تھا۔ جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

مولوی مخصوص اللہ پسر مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی برادر شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے رد تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل دہلوی لکھی ہے۔ نام اس کا معید الایمان ہے۔

مجھ سے مولوی مخصوص اللہ صاحب کی دہلی میں ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ در باب مولوی اسماعیل دہلوی آپ کیا فرماتے ہیں؟ کہا کہ اس کو ہم لوگوں نے بہت سمجھایا۔ نہیں مانا۔ اور ہندوستان میں جتنا فتنہ پھیلا ہے۔ اس کی ذات سے پھیلا ہے۔

اور در باب اسماعیل دہلوی میرے پیر و مرشد حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے بھی رد تقویۃ الایمان لکھی ہے۔ اور مولوی صدر الدین صاحب نے بھی لکھا ہے۔

منقہی المقال۔

اور مولوی مملوک علی نانوتوی نے رد تقویۃ الایمان لکھا ہے۔ اور نام اس کا تقویت الایمان ساتھ ف کے یعنی فوت کرنے والا ایمان کا لکھا ہے۔

حضرت پیر و مرشد صاحب سے میں نے مدینہ شریف میں در باب مولوی اسماعیل دہلوی پوچھا۔ فرمایا کہ اس کو میں نے اور تمام علماء دہلی نے جامع مسجد دہلی میں قائل کیا۔ اس نے اقرار کیا کہ میں تقویۃ الایمان میں اصلاح کر دوں گا۔

اور مقام ٹونک میں حضرت فرماتے تھے کہ میرے حضرت پیر و مرشد کہا کرتے تھے کہ جس قدر بے دینی اور بد اعتقادی اور فساد دین محمدی ہندوستان میں ہوا۔ مولوی اسماعیل کی ذات سے ہوا۔

اور فقیر کاتب الحروف کا تجربہ ہے کہ جہاں تقویۃ الایمان کا چرچا پھیلا جوتی پیزا ر چلی۔ خدا جانے کس وقت منحوس میں تالیف ہوئی ہے۔

(اشتہار کے اقتباسات ختم)

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ہنگامہ اور فتنہ و فساد پھیلانے والی کتاب تقویۃ الایمان کی پہلی اشاعت ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۸ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے ہوئی اور ہزاروں کی تعداد میں اس کی مفت تقسیم بھی ہوئی۔ واضح رہے کہ دہلی پر قبضہ سے پہلے انگریزوں کا سیاسی و فوجی مستقر کلکتہ ہی تھا۔ تقویۃ الایمان کا انگریزی ترجمہ بھی اس سے پہلے رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ جلد ۱۲ ۱۸۲۵ء میں چھپا تھا۔

(مقالات سرسید جلد نہم)

شاہ محمد اسماعیل دہلوی کے پیر سید احمد رائے بریلوی کا بھی سیاسی کردار کچھ ایسا ہی تھا کہ نشی محمد جعفر تھا میری ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔



سید صاحب کا سرکار انگریز سے جہاد کرنے کا ارادہ ہرگز نہ تھا۔ بلکہ انگریز کی یاری پر ایسا ناز تھا کہ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔

(تواریخ عجیبہ مطبوعہ دہلی)

جب کہ علماء اہل سنت ان کے اور انگریزوں کے شدید مخالف تھے۔ چنانچہ محمد اسماعیل پانی پتی بیان کرتے ہیں:

ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے میں وہ سب کے سب علماء کرام شامل تھے۔ جو عقیدۂ حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسماعیل کے شدید ترین دشمن تھے اور جنہوں نے حضرت شاہ اسماعیل کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی ہے۔

(حاشیہ مقالات سر سید حصہ شانزدہم)

تقویۃ الایمان کے بطن سے پیدا ہونے والی ہندوستانی وہابیت اور اس کی شاخوں کے بارے میں خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں:

نجدی وہابیوں اور ہندوستانی وہابیوں میں ایک فرق ہے۔ نجدی وہابی اپنے آپ کو حضرت امام احمد بن حنبل کا مقلد کہتے ہیں۔ مگر ہندوستانی وہابی کسی امام کو نہیں مانتے۔ اور پوری غیر مقلدی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے پیش کرتے ہیں۔

ہندوستان کے اہل حدیث تو وہابیت کے کوٹھے پر چڑھے ہوئے ہیں۔ مگر کچھ وہابی ایسے بھی ہیں جو ابھی وہابیت کے زینے تک پہنچے ہیں اور تقلید کے قائل ہیں اور ان میں سے بعض چشتیہ خاندان میں پیری مریدی بھی کرتے ہیں ان کو عرف عام میں دیوبندی کہا جاتا ہے۔

(نادان وہابی مطبوعہ دہلی)

متحدہ ہندوستان کی نظریاتی مسلم تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو شیعیت اور اکبری الحاد کے خلاف جو علماء حق سینہ سپر ہوئے ان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ اسماعیلی و تقویۃ الایمانی سیلاب کے سامنے علامہ فضل حق خیر آبادی اور علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی نے بند باندھا۔ اور وہابیت و دیوبندیت کے طوفان کا مروانہ وار مقابلہ محبت الرسول علامہ عبدالقادر برکاتی بدایونی اور امام اہل سنت مولانا احمد رضا خفی قادری برکاتی نے کیا۔ دیگر علماء مشائخ اہل سنت کی طرف سے حمایت حق اور دفاع سنیت و حقیقت کا ان مقتدر شخصیات نے اپنے اپنے عہد میں پورا حق ادا کر دیا۔

فتنہ وہابیت نے ملت اسلامیہ ہند کے عظیم سرمایہ محبت والفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے تہی دست کرنا چاہا۔ عقیدت اولیاء و مشائخ کا جذبہ اس کے سینوں سے نکال دینا چاہا لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ آج بھی مسلمانان ہند رقت قلب اور سوزش عشق سے اپنی ہر محفل کو فروزاں کئے ہوئے ہیں۔ اور محبوبان و مقربان بارگاہ ایزد متعال کی ہر بارگاہ کے ادب شناس اور وفا شعار ہیں۔

نجدی وہابیت کے اصل نمائندہ فرقہ غیر مقلدین کا دل تو ادب و احترام سے یکسر خالی معلوم ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ محبت و عقیدت کے جذبات سے بالکل ہی نا آشنا ہے۔ برصغیر ہند و پاک کے سارے غیر مقلدین اس خطہ کے اسلاف و اولیاء کرام کا بھول کر بھی کبھی نام نہیں لیتے۔ ان کی قساوت و شقاوت قلبی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ ان بزرگوں کی احسان فراموشی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ ان کا سارا مذہبی لٹریچر پڑھ جائیے۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء، جیسے

اکابر اولیاء کرام کا نام مشکل ہی سے اس میں کہیں ملے گا۔

حالانکہ یہی نفوس قدسیہ متحدہ ہندوستان میں اسلام کے داعی و مبلغ ہیں۔ انہیں کے ذریعہ ہندوستان میں اسلام پھیلا۔ ہمارے محسن و مربی بھی یہی حضرات ہیں۔ انہوں نے ہی ہمیں دامن اسلام سے وابستہ کیا۔ انہوں نے ہی ہمیں اسلام کی اعلیٰ مذہبی و روحانی تعلیمات سے آشنا کیا، انہوں نے ہی ہماری سیرت و کردار اور اخلاق کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے اپنے آپ کو نمونہ اخلاق و کردار بنایا۔ اور انہیں کے دم سے اس خطہ ارض میں وہ شمع اسلام روشن ہوئی جس کے اجالے میں آج بھی ہم اپنا سفر حیات طے کر رہے ہیں۔

ہم میں سے جو لوگ بھی منحرف اور برگشتہ ہوئے ہیں۔ ان سب کو پلٹ کر پھر انہیں کے دامن کرم سے وابستہ ہونا ہے۔ انہیں کے صراطِ مستقیم پہ گامزن ہونا ہے، یہی وہ حضرات ہیں جن پر اللہ کا انعام و احسان ہے، یہی وہ شخصیات ہیں جن کا سلسلہ ذکر و فکر اپنے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ بہ سلسلہ اور درجہ بدرجہ تابعین و صحابہ اور پیغمبر اسلام رومی فداہ کی بارگاہ تک انہیں کی رسائی ہے۔ کتاب و سنت پر صحیح معنوں میں انہوں نے ہی عمل کیا ہے۔ اپنے اسلاف کے وارث دامن یہی لوگ ہیں، یہی سنی ہیں، یہی محمدی ہیں، یہی مصطفوی ہیں، یہی اسلام کے سچے خادم ہیں، اور ملتِ اسلامیہ ہند کو اب بھی یہ اس کا بھولا ہوا سبق صبح و شام یاد دلا رہے ہیں کہ۔ ع

اسلام ترا دین ہے تو مصطفوی ہے

محبت و الفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس امت محمدیہ کی جان ہے، یہی اس کا حاصل ایمان ہے، اس متاعِ گرانمایہ کی حفاظت سب سے اہم دینی فریضہ ہے، فرقِ باطلہ اور ان کے افکارِ فاسدہ کے حملوں سے اپنے جو ہر ایمان کو بچائے رکھنا ہی اصل کامیابی ہے۔ اور ایک بڑی خدمت یہ بھی ہے کہ جو لوگ راہ سے بھٹک گئے ہیں۔

جو لوگ کسی فتنہ و گمراہی کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان کے سامنے اصل حقائق رکھے جائیں۔ ان کی غلطیوں کی نشاندہی کی جائے، انہیں خسرانِ آخرت سے ڈرایا جائے، ان کے دلوں میں از سر نو محبت و عقیدت کا فانوس روشن کیا جائے، ایمان کی لوتیز کی جائے، بھٹکے ہوئے آہوؤں کا قافلہ سوائے حرم لے چلا جائے، اور رسول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حظیرۃ القدس کی امان میں انہیں سوپ دیا جائے ع

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوائے حرم لے چل

عزیز مکرم حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے انہیں صالح جذبات و احساسات کے تحت زیر نظر کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اپنے متفرق مضامین کو یکجا کیا ہے، کچھ نئی تحریر بھی شامل کی ہے۔ اور پھر اسے سجا سنوار کر قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے افتراق بین المسلمین کے تاریخی جائزہ لیا ہے۔ جادۂ حق و صداقت کی نشاندہی کی ہے۔ برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے آغاز و ارتقاء پر روشنی ڈالی ہے۔ بگڑتے حالات اور بدلتے چہرے کا عکس پیش کیا ہے۔ پراسرار اور انتہا پسند عالم وحید الدین خاں سے دودو باتیں کی ہیں۔ نظریاتی اختلاف سے قتل و غارت گری تک کے بھیانک کردار اور انجام سے اپنے قارئین کو آگاہ کیا ہے۔ جن کتب و رسائل سے باواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کر کے یہ مضامین لکھے گئے ہیں آخر کتاب میں ان کی ایک مکمل فہرست بھی درج کر دی ہے۔

لگ بھگ ڈھائی سو صفحہ کی یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک کامیاب پیشکش ہے۔ تاریخی حوالوں کے ساتھ سنجیدہ اسلوب میں اسے لکھا گیا ہے۔ واضح انداز میں حقائق پیش کئے گئے ہیں۔ اہل سنت سے دور ہو جانے والی جماعتوں اور باطل فرقوں پر مختصر مواد شامل کتاب ہے۔ قدیم و جدید دونوں طرح کے گمراہ فرقوں کی اجمالی تاریخ اس کتاب کے مطالعہ سے سامنے آ جاتی ہے۔ ہر طبقہ اور ہر مسلک کے بازو قارئین

کیلئے یہ کتاب قابل مطالعہ ہے۔ ان کے علم میں ایسی بہت سی باتیں یقینی طور پر آجائیں گی جن سے وہ ابھی تک بے خبر اور ناواقف ہیں۔

مولانا مبارک حسین مصباحی ہماری جماعت اہل سنت کے متحرک و فعال نوجوان عالم دین ہیں۔ متانت فکر اور لطافت ذوق سے آراستہ ہیں۔ ان کے جذبات صالح اور خیالات تعمیری ہیں۔ تحریر و خطابت دونوں سے یکساں دلچسپی ہے۔ اور دونوں شعبوں میں تیزی کے ساتھ ان کی ایک شناخت بنتی جا رہی ہے۔ اہل سنت کی قابل افتخار درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے فارغ التحصیل ہیں۔ اس وقت اس کے مدرس ہونے کے ساتھ مشہور دینی و علمی مجلہ اشرفیہ مبارکپور کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ مستقبل میں ان سے اچھی توقعات وابستہ ہیں۔ اور امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ توقعات پوری بھی ہوں گی۔

وہ ہے کہ رب کائنات اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں اس کتاب کو گم کشتگان راہ کے لئے شمع ہدایت بنائے، ہدایت یافتگان کیلئے باعث ازدیاد ہدایت بنائے۔ محبت و الفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کا سینہ معمور فرمائے۔ سب کو صراط مستقیم پہ گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کتاب کو قبول عام نصیب فرمائے۔ اور مؤلف کتاب کے علم و فضل میں اضافہ فرمائے۔ اور انہیں تحریر و خطابت کا مزید شعور اور اس کی برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

بِسْمِ اختر مصباحی

بانی و مہتمم دار القلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر گھر، نئی دہلی۔ ۲۵

فون: 011-6326772, 3264524

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

مطابق ۱۲ دسمبر ۲۰۰۱ء



۱۰۳

## افتراق بین المسلمین

کا تاریخی جائزہ

تحریر اکتوبر ۲۰۰۱ء



اسلام کا روبرو ہستی کا واحد مذہب ہے جو پوری دنیا میں امن کا داعی اور انسانی حقوق کا پاسبان ہے۔ وہ رنگ و نسل، قوم و وطن اور معیشت و معاشرت کے تمام اختلافات و امتیازات مٹا کر اپنے ماننے والوں کو امن و اتحاد کے خوشگوار ماحول میں زندگی گزارنے کی دعوت دیتا ہے، قرآن عظیم نے انسانی دنیا کے بلند ترین معاشرہ کی تشکیل کے لئے غار حرا کی پہاڑیوں سے یہ پیغام اخوت نشر کیا تھا ”انما المؤمنون اخوة“ (۱) کہ مسلمان مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، پیغمبر انقلاب محسن انسانیت نے بھائی چارگی کے اس فلسفہ ربانی کی دل آویز تشریح حسب ذیل الفاظ میں فرمائی تھی۔

تیری المؤمنین فی تراحمهم و قوم مسلم باہم رحم، محبت اور مہربانی میں ایک بدن تو ادم و تعاطفہم کمثل الجسد، کی طرح ہیں، کسی ایک عضو میں درد اٹھتا ہے تو اذا اشتكى عضواً تداعى له سائر پورا بدن بے خوابی اور تپ کا شکار ہو جاتا ہے۔ جسده بالسهر والحمى (۲)

حدیث رسول کے یہ الفاظ ”المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضاً“ (۳) قوم مسلم کے باہمی اتحاد و ارتباط کی اہمیت اور ملی اتحاد کے بلند ترین نتائج کی جانب کتنے واضح اشارے کر رہے ہیں۔ یعنی تمام مسلمان باہم ایک دیور کی طرح ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے حصے سے مل کر مستحکم ہوتا ہے۔ اسلام نے اس کی بھی اجازت نہیں دی کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی طرف نظر بد اٹھائے اور ان سے کھلواڑ کرے۔ کل المسلم علی المسلم حرام دمہ و مالہ و عرضہ (۴)۔ ایک بار مسلم

(۱) قرآن عظیم، سورہ حجرات آیت نمبر ۱۰ (۲) صحیح بخاری شریف کتاب الادب (باب رحمۃ

الناس و البھائم) (۳) بخاری شریف، کتاب الادب (باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضاً)

(۴) بخاری شریف، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم

معاشرے کی باہم معاونت اور ہمدردی و غم گساری کے جذبات ابھارنے کے لئے ارشاد رسول ہوا ”انصر اخاک ظالماً کان او مظلوماً“ (۵)، اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، بزم صحابہ میں سے کسی نے عرض کیا ظالم ہونے کی صورت میں مدد کا انداز کیا ہوگا، تو آقاے کائنات نے ارشاد فرمایا اس کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے باز رکھو۔

ختمی مرتبت، مصطفیٰ جان رحمت کے جمال جہاں آرا سے سیر چشتی حاصل کرنے والے انصار و مہاجرین کے درمیان باہمی اخوت و محبت، ایثار و اعتماد اور مساوات و غم گساری کے جو حیرت انگیز جذبات پیدا ہوئے تھے انھوں نے وحدت اسلامی کے اولین اور کامل ترین معاشرہ کو وجود بخشا، کلمۃ اللہ اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے مرٹنے کی بے تابانہ آرزو ان کے فکر و عمل کی قدر مشترک تھی جسے حاصل کرنے کے لئے وہ کوئی بھی قربانی دینے کے لئے ہمہ دم تازہ دم رہتے تھے۔ انصار مدینہ نے مہاجرین مکہ کی میزبانی کے جو فرائض انجام دیئے کیا دنیا کی کوئی قوم اس کی مثال پیش کر سکتی ہے۔ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو سرودہ عالم نے سعد بن الربیع انصاری کو ان کا بھائی بنایا۔ زبان رسالت مآب سے اس مژدہ جانفزا کو سنتے ہی حضرت سعد نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن عوف سے کہا: آپ میرے بھائی ہیں میں سب اہل مدینہ سے مالدار ہوں، آپ میری ہر چیز نصف نصف کر دیں ایک نصف خود لے لیں اور دوسرا نصف مجھے دیدیں۔ نیز میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جو آپ کو پسند ہو بتائیں تاکہ میں اسے طلاق دیدوں اور عدت گزارنے کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔

کیا انسانی مواخات اور بے پایاں جذبہ ایثار کی ایسی مثال کہیں مل سکتی ہے۔

یہ صرف امن و اتحاد کے داعی پیغمبر کی انقلاب آفریں تعلیمات اور ان کے فیضانِ صحبت کی برکات تھیں۔ مگر اشرف المخلوقات کی اس مقدر ربوں حالی کو کیا کہتے کہ عہد رسالت کے اس فیروز بخت معاشرہ میں کچھ ایسے نام نہاد مسلمان بھی داخل ہو گئے جنہیں قرآنی پیرایہ بیان میں منافقین سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ بد بخت گروہ اپنی ظاہری بود و باش اور زندگی و بندگی کی کارگزاری میں بالکل مسلمانوں کی طرح نظر آتا تھا، کلمہ پڑھتا، نمازیں پڑھتا، تبلیغ کرتا اور خود کو غلامانِ مصطفیٰ میں شمار کرتا، لیکن یہ فریب تھا، نفاق تھا، ان کے دل و دماغ کفر و شرک اور یہودیت و مسیحیت کو توانائی بہم پہنچا رہے تھے اور کلمہ گو ہونے کے باوجود اسلام کے بدترین دشمن تھے۔

قرآن عظیم منافقین کے چہرے بے نقاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

إِذَا جَاءَكَ الْمُُنْفِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُُنْفِقِينَ لَكَاذِبُونَ (۶)

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تفریق بین المسلمین کا آغاز عہد رسالت ہی سے ہو چکا تھا، غیب داں پیغمبر نے آنے والے ادوار کے لئے واضح اشارات فرمائے تھے اختصار کے پیش نظر ذیل میں صرف ایک پیشین گوئی ملاحظہ فرمائیے:

سیکون فی امتی اختلاف و عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفریق فرقة قوم یحسنون القیل ویسیئون ہوگی ایک قوم ہوگی جن کی باتیں اچھی اور کام برے ہوں گے، قرآن پڑھیں گے، ایمان ان

(۶) قرآن عظیم، سورہ منافقون، آیت نمبر ۱

الفعل، یَقْرُؤُونَ القرآن لایجاوز ایمانہم تراقیہم یمرقون من الدین جائیں گے جیسے تیرکان سے پھر وہ لوٹھکے نہیں مروق السهم من الرمیة، لایرجعون یہاں تک کہ تیر اپنے چلے کی طرف لوٹے، خوش حتیٰ یعود السهم الی فوقہ، وہم خبری اس کے لئے جو انہیں قتل کرے یا وہ جسے قتل شر الخلق والخلیقہ طوبیٰ لمن کریں، وہ کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے اور قتلہم اوقتلوه یدعون الی کتاب اس سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے اللہ ولیس منه فی شیء من قتلہم نزدیک ان کا قتل ان سے بہتر ہوگا۔ ان کی کان اولیٰ باللہ منہم، سیمامہم مخصوص علامت سرمنڈانا ہے۔

التحلیق (۷)

ابوداؤد کی مشہور حدیث ہے۔ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے، بہتر جہنم میں اور ایک جنت میں“ وہی الجماعۃ یعنی ناجی جماعت ہوگی۔“ (۸)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”یہود اکہتر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔“ اس حدیث کے ذیل میں شیخ ابراہیم عزیزی جامع صغیر کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی ہمارے نبی کا عظیم معجزہ ہے کہ آپ نے جس غیب کی خبر دی زمانے نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ بعض غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ان فرقوں سے فقہائے اسلام کے مسلک مراد ہیں یہ بالکل باطل ہے، امام ابو منصور عبد القادر بن طاہر تمیمی نے اس حدیث کی شرح میں مستقل ایک کتاب لکھی ہے اس میں انھوں نے پوری وضاحت سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں مذموم فرقوں سے مراد ائمہ اسلام کے فقہی اختلافات ہرگز نہیں بلکہ اس سے بنام اسلام وہ فرقے مراد ہیں جنھوں نے اہل حق و صداقت اہل سنت و جماعت سے اصول توحید،

(۷) بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث میں اس مفہوم کی متعدد حدیثیں مروی ہیں (۸) ابوداؤد، کتاب السنۃ

خیر و شر کی تقدیر، نبوت و رسالت کے شرائط اور صحابہ کرام کے موالات میں اختلاف کیا، ان تہتر فرقوں میں بہتر گمراہ ہوئے اور ایک جادہ حق پر قائم رہا اور وہ فرقہ ناجیہ "اہلسنت و جماعت" ہے۔ گمراہ فرقوں کی بنیادی قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصول هذه الفرق الحزبية ان بهتر کے بنیادی فرقے چھ ہیں (۱) حرویہ والقدریہ والجهمیة والمرجئة (۲) قدریہ (۳) جہمیہ (۴) مرجئیہ (۵) رافضیہ والرافضة والعبرية وقد انقسمت (۶) جبریہ۔ پھر ان میں سے ہر فرقہ بارہ فرقوں کل فرقة منها اثنتی عشرة فرقة فصارت الى اثنين وسبعين۔ (۹)

اور بقول ابن رسلان یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیس ان میں زوافض ہیں، بیس خوارج، بیس قدریہ، چھ مرجئیہ، ایک نجاریہ، ایک ضراریہ، ایک جہمیہ اور تین کرامیہ، اس طرح بہتر گمراہ فرقوں کی تعداد مکمل ہوگئی۔

قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اصل الثلاث والسبعين فرقة تہتر فرقوں کی بنیادی قسمیں دس ہیں (۱) اہلسنت عشرة اهل السنة والخوارج وجماعت (۲) خوارج (۳) شیعہ (۴) معتزلہ والشیعہ والمعتزلة والمرجئة (۵) مرجئیہ (۶) مشبہہ (۷) جہمیہ (۸) ضراریہ والمشبہة والجهمیة والضراریة (۹) نجاریہ (۱۰) کلامیہ۔ والنجارية والكلامية

(۹) ابو منصور تمیمی بحوالہ حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص: ۳۹۷

فاهل السنة طائفة واحدة، اہل سنت ایک گروہ ہے، خوارج پندرہ فرقے والخوارج خمس عشرة فرقة ہوئے معتزلہ چھ فرقے ہوئے، مرجئہ بارہ والمعتزلة ست فرق والمرجئة اثنتا عشرة والشیعہ اثنتان و ثلاثون فرقة نجاریہ، ضراریہ، کلامیہ میں سے سب ایک ایک والجهمیة والنجارية والضرارية ہی رہے۔ مشبہ تین فرقے ہوئے تو یہ سب تہتر والکلامیہ کل واحدة فرقة واحدة فرقے ہو گئے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے والمشبہة ثلاث فرق فجميع ارشاد فرمایا تھا۔

ذاک ثلاث وسبعون فرقة۔ کما اخبرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے نجات پانے والا فرقہ "اہلسنت و جماعت" ہے۔

السنة والجماعة۔ (۱۰) مواقف اور شرح مواقف (۱۱) میں اصولی فرقے آٹھ لکھے ہیں: (۱) معتزلہ (۲) شیعہ (۳) خوارج (۴) مرجئہ (۵) نجاریہ (۶) جبریہ (۷) مشبہہ (۸) ناجیہ 'اہلسنت و جماعت'

اب ہم شرح مواقف، تاریخ المذاهب الاسلامیہ، مذاہب اسلام، حدوث الفتن وجہاد اعیان السنن، اور الملل والنحل وغیرہ کے حوالے سے بہتر فرقے اور ان کے بانیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

معتزلہ کا بانی واصل بن عطا ہے اور فرقہ معتزلہ سے بیس فرقے نکلے، یہ تمام فرقے باہم ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱۰) شیخ عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین بحوالہ حجة اللہ علی العالمین ص: ۳۹۷

(۱۱) شیخ ابوالعلی، شرح مواقف، مطبع نوکشور ص: ۷۲۳-۷۲۴



- ۱۔ واصلیہ اس کا بانی ابو حذیفہ واصل بن عطاء تھا (۸۰ھ/۱۳۱ھ)
- ۲۔ عمرویہ اس کا بانی عمر بن عبید تھا (۸۰ھ/۱۳۲ھ)
- ۳۔ ہزلیہ اس کا بانی ابو لہزیل الحلاف ہمدان تھا (۱۳۵ھ/۲۳۵ھ)
- ۴۔ نظامیہ اس کا بانی ابراہیم بن سيار نظام تھا (۲۳۱ھ)
- ۵۔ اسواریہ اس کا بانی ابو علی عمرو بن قائد اسواری تھا
- ۶۔ اسکافیہ اس کا بانی ابو جعفر محمد بن عبد اللہ اسکاف تھا (۲۴۰ھ)
- ۷۔ جعفریہ اس کا بانی جعفر بن ہمدانی تھا (۱۷۷ھ/۲۳۶ھ)
- ۸۔ بشریہ اس کا بانی بشر بن معمر تھا (۲۱۰ھ)
- ۹۔ مزداریہ اس کا بانی ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح مزدار تھا۔
- ۱۰۔ ہشامیہ اس کا بانی ہشام بن عرفی تھا
- ۱۱۔ صالحیہ اس کا بانی صالح تھا
- ۱۲۔ حابطیہ اس کا بانی احمد بن حابط تھا
- ۱۳۔ حدیبیہ اس کا بانی فضل حدیبی تھا
- ۱۴۔ معمریہ اس کا بانی معمر بن عباد سلمی تھا
- ۱۵۔ ثمامیہ اس کا بانی ثمامہ بن اشرس نمیری تھا (۲۱۳ھ)
- ۱۶۔ خیاطیہ اس کا بانی ابو الحسن بن ابی عمرو خیاط تھا
- ۱۷۔ جاحظیہ اس کا بانی عمرو بن بحر جاحظ تھا (۱۶۳ھ/۲۵۵ھ)
- ۱۸۔ کعبیہ اس کا بانی ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن محمود بنی کعبی تھا (۳۱۹ھ)
- ۱۹۔ جبائیہ اس کا بانی ابو علی محمد بن عبد الوہاب جبائی تھا (۲۳۵ھ/۳۰۳ھ)
- ۲۰۔ یحشمیہ اس کا بانی ابو ہاشم عبد السلام بن ابی علی جبائی تھا (۲۳۷ھ/۳۲۱ھ)

- اصولی فرقوں میں دوسرا فرقہ ”شیعہ“ ہے اس سے بائیس فرقے نکلے یہ بھی باہم ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اہل تشیع کے بنیادی فرقے تین ہیں (۱) غلاة (۲) زیدیہ (۳) امامیہ۔ فرقہ غلاة سے اٹھارہ فرقوں کا ظہور ہوا تفصیل ذیل میں دیکھئے۔
- ۱۔ سبائیہ اس کا بانی عبد اللہ بن وہب بن سبام معروف بہ ابن سواد تھا (۴۰ھ)
  - ۲۔ کاملیہ اس کا بانی ابو کامل تھا
  - ۳۔ مغیریہ اس کا بانی مغیرہ بن سعید عجمی تھا (۱۱۹ھ)
  - ۴۔ بنانیہ اس کا بانی بنان بن سمعان تميمی ہندی یمنی تھا
  - ۵۔ جناحیہ اس کا بانی عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر ذوالجناحین بن ابوطالب تھا (۱۲۹ھ)
  - ۶۔ منصوریہ اس کا بانی ابو منصور عجمی تھا
  - ۷۔ خطابیہ اس کا بانی ابو الخطاب محمد بن وہب تھا
  - ۸۔ غرابیہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی سرکار علیہ السلام سے بہت مشابہ تھے جیسے ایک کتے کو دوسرے کتے سے مشابہت ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت جبریلؑ چوک گئے۔ اور بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضور ﷺ کے پاس وحی لے کر پہنچ گئے (معاذ اللہ)
  - ۹۔ ذمیہ یہ فرقہ نبی کریم ﷺ کی خدمت کرتا تھا اس لئے اسے ذمیہ کہا گیا
  - ۱۰۔ ہشامیہ اس کا بانی ہشام بن حکم تھا (م نحو ۱۹۰ھ)
  - ۱۱۔ زراریہ اس کا بانی زرارہ بن المین کوفی تھا (۱۵۰ھ)
  - ۱۲۔ یونیہ اس کا بانی یونس بن عبد الرحمن قمی تھا (۲۰۸ھ)
  - ۱۳۔ شیطانیہ اس کا بانی محمد بن نعمان صیرفی معروف بہ شیطان الطاق تھا

۱۴۔ رزامیہ اس کا بانی رزام بن سابق تھا

۱۵۔ مفضوہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا فرمایا اور پھر تخلیق عالم کا اختیار ان کو سونپ دیا، اس فرقہ کے کچھ لوگ یہی عقیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رکھتے ہیں۔

۱۶۔ بدیہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب وہ اس کا ارادہ کرتا ہے۔

۱۷۔ نصیریہ اس کا بانی نصیر ہے یا محمد بن نصیر فہری

۱۸۔ اسماعیلیہ اس کے سات نام ہیں۔ باطنیہ، قرامطہ، حرمیہ، سبعیہ، بابکیہ، بحرہ، اسماعیلیہ پھران سے یہ فرقے نکلے مبارکیہ، میمونہ، شمیطیہ، برقصیہ، جنابیہ، مہدویہ، مستعلیہ، نزاریہ، بوہرہ، آغا خانیہ۔

اہل تشیع کا دوسرا اصولی فرقہ زیدیہ ہے اس کی حسب ذیل تین شاخیں ہوئیں:

۱۔ جارودیہ اس کا بانی ابوالجارود تھا باقر نے اس کا نام مرحوب رکھا تھا

۲۔ سلیمانہ اس کا بانی سلیمان بن جرید تھا

۳۔ نصیریہ اس کا بانی نصیر ثومی تھا

اہل تشیع کا تیسرا اصولی فرقہ امامیہ ہے اس کی آٹھ شاخیں ہوئیں۔

اعظمیہ، مفضلیہ، مبطوریہ، مرسویہ، رجعیہ، احمدیہ، اثنا عشریہ، جعفریہ

تیسرا اصولی فرقہ خوارج ہے اس کے سات فرقے ہیں:

۱۔ محکمہ

۲۔ بیسیہ اس کا بانی بیس بن ہصیم بن جابر صنعی ہے (م ۹۴ھ)

۳۔ ازرقہ اس کا بانی نافع بن ازرق ہے (م ۶۵ھ)

۴۔ نجدات اس کا بانی نجدہ بن عامر مخفی ہے (۳۶/۶۹ھ)

۵۔ صفریہ اس کا بانی زیاد بن اصغر ہے

۶۔ اباضیہ اس کا بانی عبداللہ بن اباض ہے (م ۸۶ھ) اس فرقے کی چار شاخیں ہوئیں حنفیہ، یزیدیہ، حارثیہ، عبادیہ

۷۔ عجارودہ اس کا بانی عبدالرحمن بن عجر دے۔ عجارودہ سے دس فرقے بنے۔ سمونیہ، حمزیہ، شعبیہ، حازمیہ، خلفیہ، اطرافیہ، معلومیہ، مجہولیہ، صلتیہ، ثعالبہ، پھر ثعالبہ سے چار فرقے نکلے، اخسیہ، معبدیہ، شیبانیہ، مکرمیہ اور رشیدیہ یا عشریہ بھی ایک فرقہ ہے جو ثعالبہ سے نکلا۔

خوارج کے یہ فرقے اور ہیں: ضحاکیہ، شبیبیہ، کوزیہ، کنزیہ، ثمرانیہ، بدعیہ، اصومیہ، یعقوبیہ، فضلیہ۔

چوتھا اصولی فرقہ ”مرجئہ“ ہے اس سے پانچ فرقے نکلے۔

۱۔ یونسیہ اس کا بانی یونس بن عمر نمیری ہے

۲۔ عبیدیہ اس کا بانی عبید المکذ ب ہے

۳۔ غسانیہ اس کا بانی غسان بن ابان کوئی ہے

۴۔ ثوبانیہ اس کا بانی ثوبان مرجی ہے

۵۔ ثومنیہ اس کا بانی ابو معاذ ثومنی ہے

پانچواں اصولی فرقہ ”نجداریہ“ ہے اس کا بانی محمد بن حسین (یا حسین بن محمد) ہے (م نحو ۲۲۰ھ) اس کے تین فرقے ہیں:

۱۔ برغوثیہ اس کا بانی یاران محمد بن عیسیٰ معروف بہ برغوث ہے

۲۔ زعفرانیہ اس کا عقیدہ ہے کہ کلام الہی مخلوق ہے اور غیر مخلوق کہنے والا کافر ہے

۳۔ متدرکیہ اس کا عقیدہ ہے کہ ان کے مخالف کے تمام عقائد باطل ہیں یہاں تک کہ ان کا ”لا الہ الا اللہ“ کہنا بھی جھوٹ ہے

چھٹا اصولی فرقہ ”جبریہ“ ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ متوسطہ اس کا عقیدہ ہے کہ بندہ کے لئے قدرت غیر مؤثرہ ثابت ہے

۲۔ خالصہ اس کا عقیدہ ہے کہ بندے کے لئے فعل کی قدرت بالکل ثابت نہیں

تذکرۃ المذاہب، مذاہب اسلام وغیرہ کتب میں اُن کی اور بھی بہت سی قسمیں لکھی ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ قدریہ، جبریہ کی ضد ہے اس کا بانی معبد بن عبد اللہ بن عویم جہنی تھا (م ۸۰ھ)

ساتواں اصولی فرقہ ”مشیہ“ ہے اس کا بانی شبیان خارجی ہے (م ۱۳۰ھ) اس فرقے سے بھی متعدد فرقوں کا خروج ہوا عقائد اور تاریخ مذاہب کی کتابوں میں ان کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

اب ذیل میں ہم انھیں فرقوں سے نکلے ہوئے برصغیر کے کچھ نئے اور مشہور فرقوں کی تفصیل لکھتے ہیں جن کی وجہ سے برصغیر کا مذہبی سکون غارت ہوا اور گھر گھر اختلاف و افتراق کا دور دورہ شروع ہوا۔

فرقہ بہاسیہ۔ بہائی فرقے کا بانی مرزا علی محمد شیرازی ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۲۰ء ایران میں پیدا ہوا، یہ اثنا عشری شیعہ سے تعلق رکھتا تھا مگر اثنا عشریوں کی حدود سے تجاوز کر گیا۔ اس نے اسمعیلیہ فرقہ کے عقائد باطلہ اور فرقہ مسبہ کے عقیدہ حلول کا ایک ایسا مجموعہ مرکب تیار کیا جسے اسلامی عقائد سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اس فرقہ کے بنیادی عقائد حسب ذیل ہیں۔ جو اس کے بانی نے اپنی کتاب ”البیان“ میں جمع کئے ہیں۔

۱۔ مرزا علی محمد روز آخرت اور بعد از حساب دخول جنت و جہنم پر ایمان نہیں رکھتا تھا اس کا دعویٰ تھا کہ قیامت سے ایک جدید روحانی زندگی کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔

۲۔ وہ اپنے وجود میں بالفعل ذات خداوندی کے حلول کرنے کا اعتقاد رکھتا تھا۔

۳۔ رسالت محمدی اس کے نزدیک آخری رسالت نہ تھی، وہ کہتا تھا کہ ذات باری مجھ میں حلول کر گئی ہے اور میرے بعد آنے والوں میں بھی حلول کرتی رہے گی۔

۴۔ وہ کچھ مرکب حروف ذکر کر کے ہر حرف کے عدد نکالتا اور اعداد کے مجموعہ سے عجیب و غریب نتائج نکالتا تھا۔

۵۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ تمام انبیاء سابقین کی نمائندگی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو مجموعہ رسالت اور مجموعہ ادیان کہتا تھا۔

۶۔ اس نے اسلامی احکام میں تبدیلی پیدا کر کے عجیب و غریب قسم کے عملی امور مرتب کئے۔ مثلاً عورت میراث اور دیگر امور میں مرد کے برابر ہے۔

بہائی مذہب برصغیر میں بھی پایا جاتا ہے ہندو پاک کے بڑے بڑے شہروں میں تبلیغی مراکز قائم کر رکھے ہیں جہاں سے لٹریچر شائع کر کے عوام میں بلا قیست تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کے مبلغین ہر وقت مراکز میں موجود رہتے ہیں، گمراہ گری کے منصوبے بناتے ہیں اور بطور خاص تعلیم یافتہ طبقے میں اپنا لٹریچر فراہم کرتے ہیں۔ بمبئی، دہلی، لائل پور اور لاہور ان کی سرگرمیوں کے خاص اڈے ہیں۔

فرقہ نیچیریہ۔ اس کے بانی سر سید احمد خاں بن محمد تقی خاں ۱۲۳۲ھ/۱۳۱۵ھ ہیں۔ یہ ۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے، ابتدائی صرف و نحو کی تعلیم شاہ مخصوص اللہ دہلوی سے حاصل کی اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے جب اس میں کامیابی نہیں ملی تو برٹش گورنمنٹ کی طرف رجوع کیا۔ ۲۰ برس کی عمر میں انگریز ملازمت حاصل کی، پہلے عدالت صدر امین کے سررشتہ دار ہوئے، تین سال کے اندر نائب سررشتہ دار کمشنری کی پوسٹ پر آگرہ بھیج دیئے گئے، ایک سال کے بعد فتحپور سیکری کے صدر الصدور ہوئے۔ پانچ سال کے بعد اسی عہدے پر دہلی بھیج دیئے گئے اور اس عرصہ میں بقول مولانا نجم الغنی رامپوری ”سید صاحب کے دہائی تبع مولوی اسمعیل دہلوی ہو گئے“ اور پھر گمراہیت میں



ترقی کر کے فرقہ نیچر یہ کے بانی ہو گئے۔

نیچر ایک انگریزی لفظ ہے جو فطرۃ اللہ اور قانون قدرت کے ہم معنی ہے یہ فرقہ کائنات کے تمام احوال و واقعات کا رشتہ ”نیچر“ یعنی فطرت سے جوڑتا ہے۔ سید احمد کے ذریعہ جو نیچری عقائد ہندوستان میں پھیلے اس قسم کے عقائد قدیم دور کے کچھ گمراہ فرقوں میں بھی پائے جاتے تھے جیسا کہ شہرستانی نے اپنی کتاب ”الممل والنحل“ میں ذکر کیا ہے۔ قدیم فرقے کا نام ”طبعیہ دہریہ“ ملتا ہے لیکن چونکہ برصغیر میں اس قسم کے عقائد کی ابتدا اور اشاعت سید احمد کے ذریعہ ہوئی اس لئے یہ فرقہ انھیں کی جانب منسوب ہوا۔ سید احمد نے علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کی بجاؤالی جو بعد میں ترقی کر کے ”مسلم یونیورسٹی“ علی گڑھ کے نام سے شہرہ آفاق ہوئی، اور یہی یونیورسٹی ان کی شہرت کا باعث بنی۔ ان کے نیچری عقائد و نظریات کو اہل ہند نے ٹھکرا دیا یہاں تک کہ یونیورسٹی کے اساتذہ و طلبہ بھی اس کے عقائد سے بیزار رہتے ہیں سوائے چند آزاد خیال، مذہب بیزار اور مغربی فکر و تہذیب کے دلدادہ افراد کے۔ سید احمد نے ملائکہ، جن، جنت، دوزخ، نبوت، معجزہ وغیرہ اسلامی مسلمات کا صاف انکار کیا اور ان چیزوں کے اثبات میں جو آیات قرآنی ہیں ان کی مضحکہ خیز تاویلات پیش کیں۔

اہل قرآن۔ اس فرقہ کا بانی عبداللہ چکڑالوی (م ۱۳۳۴ھ) ہے۔ یہ فرقہ حدیث کا سخت منکر ہے اور ایمان و عمل کے تمام مسائل کے استنباط کے لئے صرف قرآن عظیم کو کافی تصور کرتا ہے، حدیث و سنت کے خلاف آیات قرآنی کی اختراعی تفسیریں کرتا ہے، یہ فرقہ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں بڑا چاق و چوبند نظر آتا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں اس کا آغاز ہوا مقام افسوس ہے کہ برصغیر میں اس فرقہ کے متبعین بھی پیدا ہو گئے ہیں اور بانی فرقہ کی طرف نسبت کر کے اپنے آپ کو چکڑالوی بھی کہتے ہیں عبداللہ

چکڑالوی کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں: رسالہ ترتیب الوضو والصلوۃ، رہان الفرقان علی صلوۃ القرآن، صلوۃ القرآن بآیات الفرقان، رسائل اشاعت القرآن، رسالۃ الزکوۃ والصدقات کما جاء فی آیات نبیات، رسالہ مناظرہ مابین مولوی عبداللہ چکڑالوی اہل قرآن و مولوی ابراہیم سیالکوٹی اہل حدیث۔ ان کتابوں سے ماخوذ فرقہ اہل قرآن کے چند عقائد حسب ذیل ہیں:

۱۔ اس کے نزدیک مسلمانوں میں رائج طریقہ نماز اور اس کے کلمات و تسبیحات کفر ہیں۔ اس لئے اس نے نماز پڑھنے کا جدید طریقہ ایجاد کیا ہے۔

۲۔ احکام و معلومات اور مسائل و معمولات جو قرآن عظیم میں واضح طور پر موجود نہیں یا اس کی فہم سے بالاتر ہیں اس کے نزدیک لغو اور ناقابل عمل ہیں اگرچہ ان کا ثبوت احادیث صحیحہ، اور تاریخ و تواریخ میں پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہو۔

۳۔ جس ذبیحہ پر بسم اللہ اکبر پڑھا جائے حلال نہیں کیونکہ یہ الفاظ بعینہ قرآن عظیم میں موجود نہیں ان کے نزدیک ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وقت ذبح قرآن عظیم کی کوئی آیت پڑھی جائے۔

۴۔ اس کا عقیدہ ہے کہ جس طرح محمد ﷺ کو رسول کہا گیا ہے اسی طرح قرآن کو بھی لفظ رسول سے یاد کیا گیا ہے لہذا ارشاد قرآن ”اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول“ میں قرآن ہی مراد ہے اسی طرح ”اذا دعوا الی اللہ و رسولہ“ اور ”ما حرم اللہ و رسولہ“ وغیرہ آیات میں بھی رسول سے مراد قرآن عظیم ہے نہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ نیز قرآن ”لیم میں ایک مقام پر بھی رسول اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم نہیں، ہر جگہ قرآن ہی مراد ہے کیونکہ وہ صرف اپنے زمانے کے لوگوں کے پاس آئے تھے جبکہ قرآن عظیم ہر دور میں موجود رہے گا۔

۵۔ اس کا عقیدہ ہے کہ قرآن عظیم کو سب سے زیادہ نقصان حدیث و فقہ نے پہنچایا۔

۶۔ ان کے نزدیک قیامت میں کسی نبی یا رسول کو شفاعت کا اختیار نہیں دیا جائے گا۔  
۷۔ اس کا عقیدہ ہے کہ مردے کو کسی بدنی عبادت یا مالی صدقہ کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

قادیانیت۔ اس کا بانی غلام احمد قادیانی ہے اس کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہوا۔ امرتسر سے شمال مشرق ریلوے لائن پر ایک قصبہ بٹالہ ضلع گورداسپور ہے، بٹالہ سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا قصبہ قادیان ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی جائے پیدائش ہے، ابتدا میں مشرقی علوم مولوی گل علی شاہ سے بٹالہ میں حاصل کئے، اردو، عربی اور فارسی سے واقف تھا انگریزی سے بالکل واقف نہیں تھا، تلاش معاش میں نکلا سیال کوٹ کی کچہری میں پندرہ روپیہ ماہوار کا محرر ہوا، ترقی کی نیت سے قانونی مختار کاری کا امتحان دیا اور فیل ہو گیا، اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتا ہے:

”ہماری معاش کا دار و مدار والد کی ایک مختصر آمدنی پر تھا، اور بیرونی لوگوں میں ہمیں ایک شخص بھی نہیں جانتا تھا، میں ایک گناہ انسان تھا جو قادیان جیسے دیران گاؤں کے زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ (۱۲)

انگریزوں کو افتراق بین المسلمین کے لئے اس علاقہ میں کسی آلہ کار کی ضرورت تھی، انگریزوں کے بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق پہلے مناظر کے روپ میں سامنے آیا، پھر مجد ہونے کا دعویٰ کیا، اور پھر مسیح موعود بن بیٹھا اور نبوت بائیا سید کہ تاج نبوت سر پر سجانے کی ناکام کوشش کی، جہاد کے خلاف متعدد کتابیں لکھیں، انگریز کو ”اولی الامر“ کے منصب پر بٹھایا اور اس کی اطاعت کو واجب قرار دیا، خود کو نبی بنایا، بیویوں کو امہات المؤمنین اور رفقا کو صحابہ کہتا تھا۔ اب ذیل میں اس کے چند مزعومات ملاحظہ فرمائیے: مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتا ہے

”نبی اکرم کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہی صاحب الختم ہیں اور کوئی شخص آپ کی انگوٹھی (خاتم) سے کسب فیض کیے بغیر نعمت وحی سے مستفیض نہیں ہو سکتا، امت محمدی مکالمہ، ومخاطبہ ربانی کے شرف سے کبھی محروم نہ ہوگی کیونکہ ختم کرنے والے صرف آپ ہیں، آپ کی انگوٹھی ہی سے حصول نبوت ممکن ہے، اس لئے ہونے والے نبی کا امت محمدی میں سے ہونا ضروری ہے۔ (۱۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ اس کے معجزات اس کے دعووں کا اثبات کرتے ہیں۔ ماہ رمضان ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء سورج اور چاند کو گرہن لگا تھا، قادیانی نے دعویٰ کیا کہ یہ کسوف وخسوف اس کے معجزے ہیں ان سے اس کے دعویٰ نبوت کی تصدیق ہوتی ہے مزید یہ بھی اپنی کتاب میں لکھا کہ ”آنحضرت کے لئے چاند کو گرہن لگا تھا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کو“

غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

”میں نے بارہا اس عقیدہ کا اظہار کیا کہ اسلام دو اصولوں پر قائم ہے۔ پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوم یہ کہ اس حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ نہ ہوں جس کے عہد حکومت میں ہر طرف امن وامان کا دور دورہ ہو اور ہماری جانیں ظالموں سے محفوظ ہوں اور یہ برطانوی حکومت ہے۔

انگریزوں کی ناشکری حرام۔ ہے جب تک وہ مذہب میں بنیادی تبدیلی نہ کریں، کسی مومن مرد دعوت کے لئے کسی اچھے کام میں ایسے بادشاہ کی نافرمانی درست نہیں ہے اس کے اہل و عیال کی حفاظت کرتا اور اس کی ناموس و مال کو بچاتا ہو، احسان پیشہ ہو، غم نہ کرے اور حسن سلوک سے پیش آتا ہو۔ (۱۴)

کیا یہ شواہد جیج جیج کر اعلان نہیں کر رہے ہیں کہ قادیانیت انگریزوں کی

پیداوار ہے اور اس کا بانی انگریزوں کا وظیفہ خور اور مطیع و فرماں بردار تھا۔ برصغیر میں قادیانیت، دیوبندیت اور غیر مقلدیت فرقہ و ہابیہ کی شاخیں ہیں اور سب کا اصل محرک و محسن انگریز سامراج ہے، شواہد و دلائل آپ اسی کتاب میں آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

غیب داں رسول نے تفریق بین المسلمین کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے جو نشاندہی فرمائی تھی تاریخ اسلام نے وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آج ہم بھی مشاہدہ کر رہے ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر کے ایک قلم کار سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

”مسلمانوں میں ہر دور میں سیکڑوں فرقے ہوئے، لیکن وہ نقش بر آب تھے ابھرے اور مٹ گئے، لیکن جو فرقہ عموم اور کثرت کے ساتھ باقی ہے، اور آج مسلمانوں کا کثیر حصہ بن کر اکناف عالم میں پھیلا ہے وہ اپنے آپ کو فرقہ اہلسنت و جماعت میں شمار کرتا ہے۔

اہل السنۃ و الجماعۃ تین لفظوں سے مرکب ہے، اہل کے معنی اشخاص، مقلدین، اتباع اور پیرو کے ہیں، سنت عربی میں راستے کو کہتے ہیں اور مجازاً روش زندگی اور طرز عمل کے معنی میں یہ لفظ آتا ہے، سنت سے مقصود عام سنت نہیں بلکہ اصطلاح دینی میں حضرت رسول اکرم ﷺ کی طرز زندگی اور طریق عمل کو سنت کہتے ہیں۔ جماعت کے لغوی معنی گروہ کے ہیں لیکن یہاں جماعت سے مراد جماعت صحابہ ہے، اس لفظی تحقیق سے ”اہل السنۃ و الجماعۃ“ کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے یعنی یہ کہ اس فرقہ کا اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جن کے اعتقادات، اعمال اور مسائل کا محور پیغمبر علیہ السلام کی سنت صحیح اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اثر مبارک ہے۔“ (۱۵)

اس وضاحت سے ہمارا مدعا پورے طور پر واضح ہو گیا کہ حق ہر دور میں

(۱۵) مولوی سلیمان ندوی، رسالہ اہل السنۃ و الجماعۃ، دارالمصنفین اعظم گڑھ ص: ۸

اہلسنت و جماعت کے ساتھ رہا ہے اور آج بھی یہ جماعت عالم اسلام کے جمہور علماء پر مشتمل ہے اور مسلمانوں کی عام اکثریت بھی اس روش پر قائم ہے، چودھویں صدی ہجری میں اس کی حفاظت اور ترجمانی کا کارنامہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز (ولادت ۱۰/۱۰/۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء وصال ۲۵/۲/۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے انجام دیا۔ اہلسنت و جماعت کی حقانیت کا واضح اشارہ مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ملتا ہے:

ان الله لا يجمع امتي على الله تعالى ميري امت کو گمراہی پر مجتمع نہ فرمائے گا، الضلالة ويد الله على الجماعة و جماعت کو اللہ کی مدد حاصل ہے جو جماعت سے من شد شد فی النار۔ (۱۶)

غیب داں پیغمبر محمد عربی ﷺ نے اپنی متعدد احادیث میں جس فتنہ نجد کی نشاندہی فرمائی تھی، اس کا آغاز محمد بن عبد الوہاب نجدی کے ذریعہ ۱۱۳۳ھ میں ہوا اور ۱۱۵۰ھ میں یہ فتنہ اہل سنت و جماعت کے خلاف پورے طور پر اٹھ کھڑا ہوا، یہ فرقہ خوارج کی ایک شاخ ہے جو آج پوری دنیا میں وہابیت کے نام سے متعارف ہے۔ اس کی تائید عالم اسلام کے مسلم الثبوت فقیہ اور مستند عالم شریعت حضرت علامہ سید محمد امین ابن عمر عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء) نے بھی کی ہے وہ اپنی مقبول ترین کتاب ”رد المحتار“ معروف بہ ”فتاویٰ شامی“ میں فرماتے ہیں:

كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين قد خرجوا من تبیین میں ہوا، وہ نجد سے نکلے اور حریم شریفین پر مسلط ہو گئے، وہ جنبی ہونے کا حیلہ کرتے تھے، نجد و تغلبوا على الحرمين و كانوا

(۱۶) ترمذی شریف، ابواب الفتن باب لزوم الجماعۃ



ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستحابوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتى كثّر الله تعالى شوكتهم وحرّب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث وثلاثين ومائتين والـ (۱۷)

ان کا عقیدہ تھا کہ وہی مسلمان ہیں اور جو لوگ ان کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ سب مشرک ہیں اس عقیدہ کی وجہ سے وہابیوں نے اہل سنت اور ان کے علما کا قتل مباح قرار دیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دہشت گردی کا خاتمہ کر دیا اور ان کے شہروں کو ویران کر دیا، اور ان پر اسلامی فوجوں کو فتح دی۔ یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔

اگرچہ بعد میں تفریق بین المسلمین کے لئے انگریز سامراج نے اس کو بھرپور حمایت دی اور دینی و سیاسی محاذوں پر سعودیت و وہابیت مستحکم ہو گئیں۔ دونوں تحریکوں کا پیکٹ ہوا اور حرمین طہیین پر مسلط ہو گئیں، سعودی عہد حکومت میں وہابیوں نے حجاز مقدس میں جو قیامت آشوب قتل و خونریزی اور آوار متبرکہ کی بے حرمتی کی، عہد رسالت سے آج تک تاریخ حرمین میں ایسی کوئی بدترین مثال نظر نہیں آتی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ مایہ ناز مفسر قرآن حضرت علامہ شیخ احمد صاوی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر حاشیہ جلالین میں ایک آیت کے ذیل میں وہابیہ کو خوار کج کی ایک شاخ قرار دیا اور ان کے نیست و نابود ہونے کی دعا فرمائی ہے۔ (۱۸)

ہندوستان کے مشہور علمی مرکز فرنگی محل لکھنؤ کے بلند پایہ عالم دین مولانا قطب الدین محمد عبد الولی فرنگی محلی نے فتنہ نجد کے بانی اور اس کے عقائد و نظریات کے حوالے سے بنام ”آشوب نجد“ ایک کتاب لکھی جسکی تاریخ تصنیف ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء ہے۔ حضرت مصنف ”آشوب نجد“ میں لکھتے ہیں:

(۱۷) علامہ ابن عابدین شامی، رد المحتار جلد ۳ ص: ۲۲۸

(۱۸) شیخ احمد صاوی، حاشیہ جلالین، مطبوعہ بیروت/بمبئی

”ابن عبد الوہاب نے اپنے زبردست پیرو و حامی ابن سعود کے لئے ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جس کا نام ”کشف الشبهات عن خالق الارض والسموات“ ہے۔ اس رسالے میں اس نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر بتاتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ چھ سو برس سے بلا استثنا پوری دنیا کافر ہے۔“ (۱۹)

محمد بن عبد الوہاب نجدی کے اس اعتقاد کی روشنی میں مجھے یہ بتانے کی قطعاً حاجت نہیں کہ وہابیت اہلسنت و جماعت سے بالکل الگ تھلگ نوپید خارجی فرقہ ہے، جبکہ اہلسنت و جماعت بقول مولوی سلیمان ندوی ہر دور میں اکثریت و حقانیت پر قائم رہے اور ان کے نزدیک بھی یہی فرقہ ناجیہ ہے۔ فی اللعجب

برصغیر میں فتنہ وہابیت مولوی محمد اسماعیل دہلوی (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کے ذریعہ پھیلا، یہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے تھے، ان کی طبیعت میں مسلک اسلاف سے بیزاری تھی، اس لئے ان کے بزرگ ابتداء ہی سے ان سے ناراض رہتے تھے، شاہ عبدالعزیز نے آخر عمر میں اپنی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائداد اپنے حرم اور دیگر نواسوں کو دیدی اور مولوی محمد اسماعیل کو کچھ نہیں دیا، جب شاہ صاحب کا وصال ہو گیا اور بزرگوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا تو مولوی محمد اسماعیل نے مسلک اہلسنت و جماعت کے خلاف مہم شروع کر دی، تقلید ائمہ اربعہ کو حرام بتایا، انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی بارگاہوں میں گستاخیاں شروع کیں اور ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب ”التوحید“ کے طرز پر بنام ”تقویۃ الایمان“ کتاب لکھی۔ اس دور کے سیکڑوں علما نے تحریر و تقریر میں ان کا رد کیا بہت سے علماء نے تکفیر بھی کی مگر یہ اپنے انگریز آقاؤں کی سرپرستی میں تفریق بین المسلمین کا کارنامہ انجام دیتے رہے۔ فرقہ وہابیت سے ملک بھر میں عام بیزاری تھی۔ جناب محمد فاضل صاحب رقم طراز ہیں:

(۱۹) مولانا قطب الدین عبد الولی فرنگی محلی، آشوب نجد، مطبوعہ نیر پریس پانانالہ لکھنؤ ص: ۱۱

”علامہ اقبال مرحوم نے اپنی بیکراں محبت اور شفقت کے باعث مجھے بھی

ان لوگوں کے دمرے میں شامل کر لیا تھا، جنہیں ان کی خدمت میں ہر وقت حاضر ہونے کی اجازت تھی، ایک روز میں علامہ مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس روز میرے ایک ”اہل حدیث“ دوست حفیظ صوفی میرے ساتھ تھے، حفیظ صوفی نے کچھ ایسی باتیں کیں جن سے ان کے زاہد خشک ہونے کی نشاندہی ہوتی تھی، چونکہ پہلی دفعہ علامہ مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس لئے علامہ مرحوم نے ان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن مجھ سے فرمایا کہ تم وہابی تو نہیں؟

میں نے گزارش کی نہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی پوچھا کہ اگر میں وہابی ہوتا تو آپ کیا کرتے؟ علامہ صاحب نے ذرا خشکی کے انداز میں فرمایا اگر آپ وہابی ہوتے تو میں آپ کو گھر سے نکال دیتا۔ یہ جواب کافی تلخ اور علامہ جیسی شخصیت سے غیر متوقع تھا، لیکن اس میں حب رسول کی جو خوشبو تھی اس نے تلخی کو بھی شیریں میں بدل دیا تھا۔“ (۲۰)

تقویۃ الایمان کے رد میں اب تک سیکڑوں کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، لیکن برصغیر کی وہ تحریکیں جو انگریز سامراج کی دولت و حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھیں وہ آج بھی مختلف انداز میں وہابیت کی نشر و اشاعت میں لگی ہوئی ہیں، برصغیر میں وہابیت کی اشاعت کے لئے سعودی حکمرانوں نے بھی دولت کا خوب استعمال کیا اور آج تک کمر رہے ہیں۔ اس کے ایمان سوز مناظر آج بھی خاک ہند میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ بے شمار دلائل و شواہد کی روشنی میں اب اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ قادیانیت، دیوبندیت، غیر مقلدیت، مودودیت اور نجیریت وغیرہ تمام فرقے وہابیت ہی کی شاخیں ہیں۔ قدرے فروعی اختلافات کے ساتھ سب کے فکر و نظر کا سرچشمہ وہابیت ہی

(۲۰) محمد فاضل، ماہنامہ عارف لاہور، جنوری ۱۹۶۸ء ص ۲۵ / ماہنامہ الفرید ساہیوال جون ۱۹۷۹ء

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تمام فرقے ایک جٹ ہو کر ہمیشہ مسلک جمہور سوادا عظم اہلسنت و جماعت سے برسر پیکار رہتے ہیں، اور امت مسلمہ کے لئے درپیش نازک حالات میں بھی تفریق بین المسلمین سے باز نہیں آتے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے بڑے پتے کی بات کہی ہے:

”قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک

ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار جسے عرف عام میں ”وہابیت“ کہا جاتا ہے“ (۲۱)

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے وہابی ترجمان اخبار ”اہل حدیث“ امرتسر

کے ادارہ میں لکھا ہے:

”تحریک اہل حدیث کے ابتدائی زمانے میں ڈاکٹر ہنر (انگریز) نے ایک کتاب لکھی تھی جو تحریک اہل حدیث کے حق میں گویا زہر ہلائی تھی، اس کے جواب میں سرسید احمد خاں علی گڑھی مرحوم نے ایک کتاب لکھ کر انگلستان میں شائع کرائی، اس میں مرحوم اہل حدیث کی طرف سے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے اور یہاں تک کہہ گئے کہ میں وہابی اور میرا باپ وہابی، اس کا دوسرا جواب مولانا محمد حسین بٹالوی نے لکھا تھا، تیسرا جواب مرزا سلطان احمد (ولد اکبر) مرزا غلام احمد قادیانی نے اہل حدیث کی حمایت میں لکھا تھا۔ (۲۲)

مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اس بیان سے یہ تو واضح ہو گیا کہ فرقہ نجیریت کے فرد فرید سرسید علی گڑھی بھی وہابی تھے اور فتنہ نجیریت وہابیت ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ لیکن سرسید کے باپ بھی وہابی تھے یہ چیز ابھی تحقیق طلب ہے۔ نیز یہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے وہابیت کی حمایت میں اپنے بیٹے کو کھڑا

(۲۱) نذیر نیازی، اقبال کے خصوص: ۲۶۲

(۲۲) مولوی ثناء اللہ امرتسری، اخبار اہل حدیث امرتسر، ۱۸ جون ۱۹۳۷ء ص ۴

کر کے اپنی وہابیت نوازی کا ثبوت دیا۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ ہندوستانی وہابی بھی اسے اپنا سپوت تسلیم کرتے ہیں یا نہیں اس سلسلہ میں ہم ایک ناقابل شکست شہادت نقل کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک کتاب ”براہین احمدیہ“ لکھی، جس میں اس نے اپنے عقائد و نظریات کا اظہار بڑی تفصیل سے کیا اور اپنے انگریزی الہامات کا تذکرہ بھی درج کیا، وہ کتاب وہابیوں کے مشہور مجتہد اور محدث محمد حسین بٹالوی نے بہت پسند کی اور اپنے اخبار ”اشاعۃ السنۃ“ میں اس پر یادگار تبصرہ سپرد قلم کیا جسے بعد میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ”براہین احمدیہ“ کی ابتدا میں بعنوان ”براہین احمدیہ کا اثر“ شامل کر لیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے کتاب کا خلاصہ مطالب لکھنے کے بعد اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

”اب ہم اپنی رائے نہایت واضح اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں، ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانے اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔“ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا“ اور اس کا مؤلف مرزا غلام احمد قادیانی بھی اسلام کی مالی و جانی قلبی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔“ (۲۳)

قادیانیت وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے اور دونوں کا مقصد ایک ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے اب بھی کسی مزید شہادت کی ضرورت باقی ہے، غیر مقلدین کے مستند پیشوا بٹالوی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ نہ ”براہین احمدیہ“ کی کوئی نظیر تیرہ صدیوں میں ملتی ہے اور نہ خود مرزا غلام احمد قادیانی کی لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا جائے کہ وہابیت و نجدیت کی بھی کوئی نظیر عہد رسالت سے آج تک نہیں ملتی تو غزل مکمل ہو جائے گی اور

(۲۳) مولوی محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، جلد ۷ ص: ۱۳۹ / براہین احمدیہ ص: ۲

اپنی بے لاگ حمایت اور بھرپور تائید سے انھوں نے یہ ثابت بھی کر دیا۔ مگر یہی بات جب علمائے اہلسنت نے کہنا شروع کی تو ان کے متبعین سلفی بن بیٹھے اور اپنی نوخیزی کی عار مٹانے کے لئے محدثین اہلسنت سے اپنا رشتہ جوڑنے لگے۔ لیکن فریب بہر کیف فریب ہے تاریخی حقائق کو منہ چڑھایا جاسکتا ہے انھیں کھرچ کر پھینکا نہیں جاسکتا۔ اب لیجئے ہاتھ نکلن کو آرسی کیا ہے۔ وہابی ازم کے حقیقی وارث دیوبندی کتب فکر کے مشہور ترجمان ہفت روزہ ”خدام الدین“ لاہور کے سابق مدیر سعید الرحمن علوی اعتماد و یقین کی بلند چوٹی سے تاریخی حقائق کو واشگاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دعوی اہل حدیث ہونے کا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ نجیریت، انکار حدیث، قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے۔“ (۲۴)

ہم پورے دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر میں اس وقت (اہل تشیع کے علاوہ جن کا وجود برصغیر میں وہابیت سے پہلے تھا) بنام اسلام جتنے فرقے پائے جاتے ہیں اس تفریق بین المسلمین کی ساری ذمہ داری اہل توحب کی گردن پر ہے، آج ہر گھر آنگن میں جو نظریاتی جنگ چھڑی ہوئی ہے اور ہر مسلم معاشرہ میں جو تکفیر اور نظریاتی دہشت گردی کا ماحول بنا ہوا ہے یہ سارے کثرت و وہابی علما کے کئے کرائے ہیں اور اہلسنت کے علاوہ سارے فرقوں کے بنیادی نظریات مشترک ہیں اور کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کے لئے مدد و معاون بھی ہیں۔ اب رہ گیا سوال مودودیت کا جو برصغیر میں ”جماعت اسلامی“ کے نام سے متعارف ہے یہ بھی وہابیت و قادیانیت ہی کا مؤذن ایڈیشن ہے۔ اس کی شہادت بھی ہم نے ان ہی کے گھر سے حاصل کی ہے۔ دیوبندی

(۲۴) سعید الرحمن علوی، ہفت روزہ خدام الدین، لاہور



مکتب فکر کے مولوی ابوسفیان محمد طفیل رشیدی ”جماعت اسلامی“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”بہر حال یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جماعت احمدیہ اور جماعت اسلامی کے درمیان کس قدر تعاون کی فضا ہے اور جماعت اسلامی کس طرح سے جماعت احمدیہ کے لئے سپلائی لائن کا کام کرتی ہے، ان تمام تفصیلات کو سامنے رکھ کر غور کیا جاسکتا ہے کہ انبیاء کی عصمت اور صحابہ کی تنقید سے بالاتر حیثیت سے انکار اور مسلمہ اسلامی نظریات کے مسخ کرنے سے اس کے سوا اور کیا مقصود ہو سکتا ہے کہ اسلام کا سارا نظریاتی اور عملی سرمایہ مشکوک بنا کر رکھ دیا جائے اور مسلمان قرآن و حدیث سے منٹائے خداوندی کے مطابق رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے عقل کی بنیاد پر اسے سمجھنے کے عادی بن جائیں، یہی روش مرزا غلام احمد قادیانی کی ہے اور یہی انداز جماعت اسلامی کے ترجمان مودودی کا ہے اور دونوں نے مشترکہ پروگرام کے تحت مسلمانوں کے عقائد برباد کرنے کا بیڑا اٹھایا اور فرنگی اور مسیحی سازش کو اپنے کاندھوں پر پروان چڑھایا۔“ (۲۵)

اب رہ گیا سوال دیوبندییت اور قادیانیت کے باہمی نظریاتی اتحاد اور ایک دوسرے کے ممکنہ تعاون کا تو یہ حقیقت کسی اہل دانش پر مخفی نہیں کہ قادیانیت کے لئے سب سے پہلی بنیاد جو انتہائی مشکل تھی دیوبندی علمائے ہی فراہم کی، سردست قاسم نانوتوی کی کتاب ”تحدیر الناس“ کا نام لیا جاسکتا ہے جس میں انھوں نے بڑے طمطراق سے لکھا ہے کہ اگر زمانہ نبوت کے بعد کوئی فرد اپنی نبوت کا دعویٰ کرے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا جبکہ عہد رسالت سے آج تک تمام علمائے اسلام کا یہ اجماعی عقیدہ رہا ہے کہ خاتم النبیین کے بعد اب کسی نبی کا آنا محال ہے، اس سلسلہ میں یہ بھی مشہور ہے کہ قاسم نانوتوی نے اپنے دعویٰ نبوت کے لئے راہ ہموار کی تھی، یہ ابھی فضا

(۲۵) محمد طفیل رشیدی، تحفظ ختم نبوت اور جماعت اسلامی ص: ۶۹

ہی ہموار کر رہے تھے اور مرزا غلام احمد قادیانی نے دیوبندی کی فراہم کردہ بنیاد پر دعویٰ نبوت کر دیا اور قاسم نانوتوی کف افسوس ملتے رہ گئے۔ خیر یہ ان کا گھریلو تنازع ہے ہمیں اس سے کیا لینا دینا۔ اہلسنت و جماعت کے نزدیک تو نہ دعویٰ نبوت کے امکان کی گنجائش ہے اور نہ عملاً دعویٰ نبوت کی، دونوں کا حکم یکساں ہے۔ بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی کے الفاظ یہ ہیں: ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوا تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا“ (۲۶)۔ علما دیوبند کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار اہل کتاب کے حکم میں ہیں اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی جائز ہے۔ مشہور دیوبندی مفتی مولوی محمد کفایت اللہ دہلوی مرزائیوں کے ذبیحہ کے تعلق سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔“ (۲۷)

اب یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ دیوبندییت، قادیانیت ہی کی رضاعی بہن ہے اور دونوں کا سرچشمہ وہابیت ہے اور دیوبندی مکتب فکر کے علما کو خود بھی اپنے وہابی ہونے کا اعتراف ہے۔ اب ہم آپ کو یہ بتانا چاہیں گے کہ دیوبندی علمائے اپنی کتابوں میں جو اپنے عقائد و نظریات سپرد قلم کئے ہیں اور ان میں جو توہین رسول کی ہے، اس نے برصغیر کے مسلم ماحول میں جلتے پر پٹرول کا کام کیا اور رہاسہا امن بھی غارت ہو کر رہ گیا، علما اہلسنت نے اپنی منہی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ان کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر انگریزی اور سعودی پٹرو ڈالر کے سامنے انھوں نے ایک نہ سنی اور تفریق بین المسلمین کی ذمہ داری نبھانے کے لئے انھوں نے اپنی جانب سے کوئی کوتاہی

(۲۶) مولوی قاسم نانوتوی، تحدیر الناس ص: ۲۳

(۲۷) مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی، کفایت المفتی جلد ۱ ص: ۳۱۳ مطبوعہ کراچی۔

نہیں کی، علمائے اہلسنت نے ان کے عقائد کو جب علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے ایسے عقائد رکھنے والے مولویوں پر لعنت کی اور متفقہ طور پر سب نے انھیں خارج از اسلام قرار دیا، نیز علمائے برصغیر نے بھی متفقہ طور پر ان کی تکفیر کی، عرب و عجم کے جمہور علمائے اہلسنت نے متفقہ طور پر جن کی تکفیر کے فتوے صادر کئے وہ چار اکابر دیوبندیہ ہیں قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد امیٹھوی، اب ظاہر ہے ان جیسے اعتقاد رکھنے والوں کا بھی وہی حکم ہوگا۔ علمائے حرمین کے اصل عربی فتاوے اور علمائے عجم کے فتاوے ”حسام الحرمین“، ”الصوارم الھندیہ“ اور ”فتاویٰ علمائے دنیا“ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر کے علما کی کتابوں میں ایک چیز اور بہت مضحکہ خیز نظر آتی ہے کہ وہ اختیارات و تصرفات، زندگی بعد موت اور علم غیب وغیرہ اوصاف و کمالات انبیاء اور اولیاء کے لئے تسلیم کرنے کو شُرک کہتے ہیں جب کہ انھیں تمام چیزوں کو عملاً اپنے اکابر دیوبند کے لئے ثابت کرتے ہیں جماعت اہلسنت کے مشہور بزرگ قلم کار حضرت علامہ ارشد القادی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”زلزلہ“ میں فکر و عمل کے ان تضادات کی بڑی حیرت انگیز مثالیں جمع کی ہیں اور فکر انگیز تبصرہ کرتے ہوئے بار بار اس گتھی کو سلجھانے کے لئے ان سے تقاضا کیا ہے۔ متعدد لوگوں نے جواب دینے کی کوشش بھی کی مگر انھیں جواب نہیں کہا جاسکتا ہے، ”مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ“ والا معاملہ ہے ان کے لئے جواب کے بجائے ”منھ چڑھانے“ کی تعبیر موزوں ہے۔

ہاں دیوبندی مکتب فکر کے مشہور عالم و صحافی جناب عامر عثمانی فاضل دیوبندی کی تجویز حق لگتی معلوم ہوتی ہے۔ اگر علمائے دیوبند ان کے مشورہ پر عمل کر لیتے تو برصغیر کا پچاس فیصد افتراق بین المسلمین تو ضرور کم ہو سکتا تھا، ہم ایک بار پھر علمائے دیوبند کو دعوت دیں گے کہ وہ عامر عثمانی کی تجویز پر عمل کر کے امت مسلمہ میں بڑھتے ہوئے افتراق و

انتشار کو ختم کرنے میں ہمارا تعاون کریں اور ساتھ ہی اپنے عقائد سے توبہ درجوع بھی۔ فاضل دیوبند عامر عثمانی کی تجویز کے الفاظ من و عن یہ ہیں:

”ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے یہ کہ یا تو تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ اور بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چورا ہے پر رکھ کر آگ لگا دی جائے اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں اور ہم دیوبندیوں کے صحیح عقائد ارواح طلعہ اور سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے معلوم کرنے چاہئیں، یا پھر مؤخر الذکر کتابوں کے بارے میں اعلان فرما دیا جائے کہ یہ تو محض قصے کہانیوں کی کتابیں ہیں جو رطب و یابس سے بھری ہوئی ہیں اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اول الذکر کتابوں میں مندرج ہیں۔“ (۲۸)

اے کاش عامر عثمانی بقید حیات ہوتے تو ہم ان سے اس تجویز میں تھوڑی سی ترمیم کرنے کی اپیل کرتے کہ آپ علمائے دیوبند کو یہ مشورہ دیں کہ دونوں طرح کی کتابوں کو چورا ہے پر رکھ کر آگ لگا دیں اور پھر کہیں کہ ہمارے عقائد وہی ہیں جو قرآن و سنت سے ماخوذ اور چودہ سو برس سے متواتر چلے آ رہے ہیں چودھویں صدی ہجری میں جن کی ترجمانی امام احمد رضا اور جمہور علماء اہلسنت نے کی ہے۔ خیر آج بھی دارالعلوم دیوبند کے احاطے میں عامر عثمانی کا کوئی جانشین ہو تو وہ اس کا بیڑا اٹھائے اور مسلمانوں میں اختلاف و افتراق کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو بجھا کر عالم اسلام کی جانب سے شکریہ کا مستحق ہو۔

اب میں آپ کے ذہن و فکر کو ایک اور حساس مسئلہ کی جانب موڑنا چاہتا ہوں۔ اس حقیقت سے کون مسلمان واقف نہیں کہ اسلام ایک پاکیزہ اور ہمہ گیر مذہب

ہے اس میں شہری دیہاتی، امیری غریبی، ذات پات کی کوئی چھوت چھات نہیں اسلامی فکر و عمل کا ہر رخ ہمیں مساوات ہی کا درس دیتا ہے۔ اسلام میں بزرگی کی بنیاد فقط علم دین اور تقویٰ پر ہیز گاری ہے۔ اسلامی دنیا میں قرآن عظیم کے یہ مقدس الفاظ ہر شام و صبح دہرائے جاتے ہیں ”إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ“ یعنی تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ شعار ہے“ پیغمبر اسلام نے درس مساوات دیتے ہوئے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

الناس كلهم بنو آدم و آدم تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں اور حضرت خلق من التراب ولا فضل لعربی آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی، اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ مگر بلحاظ تقویٰ۔  
 علی عجمی (الی) الا بالتقویٰ (۲۹)  
 المسلمون اخوة لافضل لاحد تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی علی احد الا بالتقویٰ (۳۰)  
 فضیلت نہیں مگر بلحاظ تقویٰ

مگر اس کو کیا کہئے کہ دیوبندی مکتب فکر نے بھی وہابیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے افتراق بین المسلمین کے لئے ہر قسم کی جدوجہد کی۔ نظریاتی اختلافات کے بعد اس مکتب فکر نے ذات پات اور اونچ نیچ کا انتشار شروع کیا اور اس باب میں بھی وہ کر دکھایا جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نظر نہیں آتی۔ اسلامی تقاضوں ہی کو پامال نہیں کیا بلکہ عام انسانی سماجی اور اخلاقی تقاضوں کی بھی دھجیاں بکھیر دیں بلکہ اس ہندو قوم سے بھی آگے بڑھ گئے جو ذات پات کے بھید بھاؤ کے لئے خاصی مشہور ہے۔ ہم اس سلسلہ میں اختصار کے پیش نظر صرف ایک شہادت پر اکتفا کریں گے۔

مولوی تقی عثمانی کے والد مفتی شفیع عثمانی حلقہ دیوبند میں خاصے مشہور ہیں، وہ

(۲۹) درمنثور بحوالہ ابن مردویہ (۳۰) درمنثور بحوالہ طبرانی

مرصہ دراز تک دارالعلوم دیوبند میں استاذ و مفتی بھی رہے ہیں۔ انھوں نے بنام ”نہایات الارب فی غایات النسب“ ایک کتاب لکھی جس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں مفتی شفیع صاحب نے احمد عثمانی کا ضمیمہ شامل کیا تھا جس کی تائید و تصدیق مفتی شفیع اور مولوی اشرف علی تھانوی نے کی تھی وہ ضمیمہ ہم اپنے مدعا کے ثبوت کے لئے بطور استشہاد نقل کرتے ہیں پڑھتے پڑھتے اگر غم و غصے پر پیارائے ضبط نہ رہے تو ہمیں معاف فرمائیں ہماری حیثیت فقط ناقل کی ہے:

”ابن زمانہ پر فتن میں ہر چہار طرف سے آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ کہیں سے آواز آتی ہے کہ زلزلہ سے فلاں آبادی تباہ ہو گئی، کہیں سے صدا بلند ہو رہی ہے کہ مشرکین و کفار کی جانب سے فلاں ظلم و تشدد ہو رہا ہے۔ واقعی یہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے، وہ درست و راست ہے، مگر اس کی طرف بالکل توجہ نہیں حاصل سبب ان تمام واقعات کا امور شرعیہ کو ترک کر دینا ہے۔ ہم جملہ اقوام سے اس کی استدعا نہیں کر سکتے کہ وہ کیا کریں۔ مگر اپنی قوم، حضرات شیوخ سے ضرور درخواست کریں گے کہ تا وقتیکہ آپ حضرات امور شرعیہ پر عامل نہ ہوں گے، ان مصائب سے نجات نہ ہوگی۔ امور شرعیہ (من جملہ) دیگر امور کے یہ بھی ہیں کہ رذیل اقوام سے خلط ملط بالکل نہ رکھیں، کیونکہ ان کی رذالت کا اثر ضرور واقع ہوگا، ”تخم تاثیر، صحبت کا اثر“ مشہور مقولہ ہے، و نیز ان دیگر اقوام رذیلہ سے معاملات خرید و فروخت و امور دینیہ، تحقیق مسائل وغیرہ مطلقاً تعلق نہ رکھیں، کیونکہ یہ جملہ امور علامت قیامت میں سے ہیں کہ اخیر زمانہ میں اقوام شریفہ پستی میں ہوں گی اور اقوام رذیلہ کو ترقی ہوگی۔ آج دیکھا جاتا ہے کہ جولاہوں، تیلیوں، قصائیوں، نانیوں، دھوبیوں، بھٹیاریوں، لوہاروں، درزیوں، سناروں، بساٹیوں، کلاہوں، راجپوتوں وغیرہ کو ترقی ہو رہی ہے۔ بلحاظ دنیا، (وہ) بڑے بڑے عہدوں پر قائم ہیں، محلات کھڑے ہیں۔ مولوی، مفتی، قاری، صوفی، شاہ صاحب، بابونشرو وغیرہ کہلاتے ہیں۔ مگر یہ خیال نہیں کرتے ہیں کہ یہ باتیں ہمارے اندر کیوں آرہی ہیں! بس، وہی قرب قیامت کی نشانی ہے! لیکن یہ



جاہل لوگ خوش ہو رہے ہیں، جہنم کو بھول رہے ہیں۔

صاحبو! جب تک علم دین حضرات شیوخ میں رہا، اور اقوام دیگر تابع رہیں، کوئی آفت نہیں آئی، مگر جب سے قصائی، نائی، تیلی، لوہار، بساطی، کلال، جولاہا وغیرہ مولوی مدرس، قاری، صوفی، حافظ وغیرہ ہونے لگے، مصائب کا دور دورہ بھی آنے لگا۔ کیوں کہ یہ لوگ مطلقاً عقل سے کورے ہوتے ہیں اور بوجہ نادانی، عقل کے اندھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دجال پر ایمان لانے والے اکثر جولاہے ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ ہر وقت اسی خیال میں رہتے ہیں کہ جیسے بھی ہو، خیانت کی جاوے۔ چونکہ یہ خیانت ایک زہریلی بلا ہے۔ اسی وجہ سے دجال پر ایمان لانے کی علت ہوئی۔ اور یہ خیانت جملہ دیگر اقوام میں موجود ہے، شاذ و نادر کا معدوم۔ تو ثابت ہوا کہ یہ اقوام ہمراہ دجال ہوں گی۔ البتہ اگر یہ اقوام تابعداری شیوخ میں مصروف رہیں تو ان کی برکت سے اتباع دجال سے نجات ہو سکتی ہے۔ غور کی ضرورت ہے کہ اس سے پہلے دیگر اقوام بوجہ اتباع شیوخ، راحت سے زندگی بسر کر رہی تھیں۔ ان میں خود بینی آتے ہی مصیبت کی آمد شروع ہو گئی۔ مثلاً ہمارے سہارنپور میں مولوی حبیب احمد قصائی، مولوی منظور حسین قصائی، قاری عبدالحق نائی، مولوی سعید جولاہا پان فروش، منشی عبدالکریم سہراب جولاہا، مولوی مقبول احمد بساطی، مولوی نور محمد بھٹیہارہ، مولوی عبدالحمید گاڑا وغیرہ افراد ذیل موجود ہیں کہ اپنی نادانی اور خبط عقل کی وجہ سے کوئی مہم جو ہونے پر ناز کر رہا ہے، کوئی مدرس یا مناظر ہونے پر فخر ہے، کوئی قاری ہونے پر کدور رہا ہے، کوئی اپنی ولایت پر مغرور ہے، کوئی مؤلف بن کر علماء حق پر اعتراض کر رہا ہے۔ ہم کو یہ سن کر کہ ہمارے بھائی حاجی عزیز احمد صاحب، ایک جاہل گھڑی ساز، بازار خاسہ محمد صادق لوہار سے مرید ہو گئے ہیں، افسوس ہوا کہ بھلا ولایت سے دیگر اقوام کا کیا تعلق؟ کیا مرید ہونے کے لیے مظاہر العلوم سہارن پور، دارالعلوم دیوبند، تھانہ بھون کے مشائخ نہ تھے؟ ہم اپنی قوم شیوخ سے درخواست کرتے ہیں کہ دیگر اقوام سے اجتناب کلی رکھیں۔ الحمد للہ، شیوخ میں علماء فضلاء قراء، مشائخ، محدثین و مفسرین، مناظرین وغیرہ بکثرت موجود

ہیں، دنیاوی لحاظ سے شکار بھی موجود ہیں۔ کلی معاملات اپنی قوم شیوخ سے وابستہ رکھیں، تاکہ ہر قسم کی ترقی قوم کی ہو۔ دیگر اقوام سے جدا رہیں، چونکہ ان کی حالت ایمانیہ بہت خراب ہوتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا فرمان ”عقل الحانک فی الدبر“ روشن موجود ہے، اب غور کر لیجئے کہ مرزا قادیان پر ایمان کون لاتا ہے، بجز جولاہوں، تیلیوں، لوہاروں وغیرہ کے؟ شیوخ میں سے بھی کوئی سنا ہے؟ سو، جب کہ ہمارے سامنے دجال اصغر پر (یہ) ایمان لا رہے ہیں تو ضرور دجال اکبر پر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔ اس سے قبل کچھ مضمون اخبار محقق سہارنپور، مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۳۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔ وہ بھی قابل ملاحظہ ہے، باقی آئندہ بھی ہم ایسے مضامین کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ حاصل یہ ہے کہ دیگر اقوام سے انتہاء کلی کریں اور جو امور شرعیہ ہوں، ان کی پابندی کریں۔ اس میں اپنی قوم سے ہمدردی بھی ہے اور ہر قسم کی فلاح دارین بھی۔ فقط والسلام

خادم قوم شیوخ

احمد عثمانی، سہارنپور (۳۱)

یہ ہے مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی کا مصدقہ ضمیمہ جو الی نگرانی اور سرپرستی میں شائع ہوا، کیا یہ ضمیمہ علمائے دیوبند کی فکری کج روی اور ان کے اہل پات کے بھید بھاؤ کو ہوا دینے کی شہادت نہیں دے رہا ہے، کیا اس سے مسلمانوں کی اکثریت کو تکلیف نہیں پہنچی ہوگی، کیا اس سے مسلمانوں کے درمیان دریاں نہیں پیدا ہوئی ہوں گی، کیا باہم نفرت و دل شکنی کی فضا پیدا نہیں ہوئی ہوگی۔ کیا ان ملامت سے ہمارا مدعا ثابت نہیں ہوتا کہ دیوبندیت بھی قادیانیت و وہابیت کی طرح افراطی بین المسلمین کے لئے معرض وجود میں آئی تھی۔ اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ دیوبندی مکتب فکر کا نظریہ نہیں بلکہ چند لوگوں کی رائے ہے کیونکہ انھوں نے یہ کام

(۳۱) ضمیمہ نہایت الارب فی غایات النسب: پہلا ایڈیشن، بحوالہ کفایت المفتی، ج اول، صفحہ

۲۶۱ تا ۲۶۸، کتاب العقائد، گیارہواں باب۔

دارالعلوم دیوبند کے منصب افتا سے انجام دیا تھا۔ مزید برآں جب ہندوستان کے طول و عرض سے احتجاجی تحریریں آئیں اور ہر طرف غم و نفرت کا اظہار کیا گیا تو مفتیان دیوبند نے اپنے خیالات سے رجوع اور شرمندگی کے اظہار کے بجائے حمایت ہی میں کتابچے لکھے۔ اور نسب و خاندان، ذات پات، اور سماجی اونچ نیچ کو خوب ہوا دی، مسعود عالم فلاحی لکھتے ہیں:

”مفتی صاحب کی اس کتاب کے خلاف بہت زیادہ شور شرابہ ہوا۔ کئی ایک رسالے اس کے خلاف شائع ہوئے، علمائے دارالعلوم کو چاہئے تھا کہ وہ بھی دوسرے علماء کے ساتھ اس کتاب کی مخالفت کرتے، لیکن وہاں کے مفتی صاحبان اور علمائے کرام نے اس کتاب کی مخالفت کرنے کے بجائے موافقت میں متعدد کتابچے شائع کئے۔“ (۳۲)

کہنے کیا اپنے ہی گھر کی شہادت کے بعد کسی عذر کی گنجائش رہ جاتی ہے۔ یہ تھا تفریق بین المسلمین کے اسباب کا ایک مختصر جائزہ۔ اس تحریر پر سنجیدگی سے غور کریں، ان فتنہ پرور موانع کے ہوتے ہوئے امت مسلمہ کیسے متحد ہو سکتی ہے اس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ جو لوگ ناواقفی میں تحریک و ہابیت کی ظاہری دلکشی سے متاثر ہو کر اس میں شامل ہو گئے ہیں یا اس کی کسی شاخ کے دام ترویج میں پھنس گئے ہیں وہ اپنے افکار و معمولات پر نظر ثانی کریں اور اپنے سابقہ عقائد سے توبہ کر کے اہلسنت و جماعت میں شمولیت اختیار کریں۔ اہل سنت و جماعت ہی حقیقی اسلام ہے۔ یہی راہ مستقیم ہے، اس کے عقائد و معمولات عہد رسالت سے آج تک متواتر و متواتر چلے آ رہے ہیں اور اس کے ماننے والے ہر دور میں سواد اعظم رہے ہیں اور یہی جماعت ارشاد رسول ”لا تجمع امتی علی الضلالة“ کی حقیقی مصداق ہے۔



## جادہ حق و صداقت

### اہل سنت و جماعت

تحریر اکتوبر ۲۰۰۱ء

ما قبل کی بحثوں سے آپ اب اس نتیجہ تک پہنچ چکے ہوں گے کہ اتحاد ملت کی بس ایک ہی صورت ہے کہ تمام کلمہ گو جو ہم اسلام مختلف فرقوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں اپنے اپنے گمراہ اور غیر اسلامی عقائد و نظریات سے توبہ و رجوع کر کے عالم اسلام کی سب سے بڑی اکثریت میں ضم ہو جائیں، جس کے عقائد قرآن و سنت اور آثار صحابہ کے عین مطابق اور چودہ سو برس سے متوارث و متواتر چلے آ رہے ہیں۔ لیکن اس مقام تک پہنچتے پہنچتے ممکن ہے ذہن سرگرمی گوشے میں یہ اشکال باقی رہ گیا ہو کہ اہل سنت و جماعت کی صداقت و حقانیت کے سلسلہ میں علمائے متقدمین اور مشائخ اسلام کے ارشادات اور عقائد اہلسنت ابھی ہمارے سامنے نہیں آ سکے اور وہ اکابر اہلسنت کون ہیں جنہوں نے فکر و عمل کے توارث اور تسلسل کے ساتھ اپنے اپنے عہد میں جماعت اہل سنت کی حفاظت و اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ اب ہم بڑے اختصار کے ساتھ ان تمام چیزوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مگر پہلے افتراق امت کے حوالے سے مشہور حدیث رسول نقل کرتے ہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کی حقانیت پر بہت سے اقوال اسی حدیث کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں:

تفتقر امتی علی ثلاث و سبعین فرقة کلهم فی النار الاملة واحدة، قالوا ما هی یا رسول الله صحابہ نے عرض کیا یا رسول الله ﷺ وہ نجات لانے والا گروہ کون سا ہوگا؟ ارشاد فرمایا جو میری سنت اور میرے صحابہ کی جماعت کا پیروکار ہوگا۔

دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول الله! نجات پانے (۱) الجامع السنن للترمذی، ابواب الایمان، باب افتراق هذه الامة ۲/ ۹۳

۱۰۰ کون سا ہوگا تو نبی کریم ﷺ نے بڑی صراحت سے ارشاد فرمایا ”اهل السنة والجماعة“ (۲)۔ اس حدیث کی روایات پر گفتگو فرماتے ہوئے امام زین الدین اتقی نے فرمایا ”اسانید حایا“ (۳)۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل حق اور اہل صدق و ایمان کے لئے ”اہل سنت و جماعت“ کا مبارک نام بھی مختار کائنات ﷺ کا دیا ہوا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث کو امام احمد اور امام ابو داؤد نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس روایت میں ”ما انا علیہ واصحابی“ کے بعد ”وواحد فی الجنة وہی الامۃ“ (۴)۔ بھی ہے یعنی اور ایک گروہ جنتی ہے اور وہ جماعت ہے۔

ارباب حق کے لئے لفظ ”اہل سنت و جماعت“ کا استعمال صدر اول میں ہی شروع ہو گیا تھا، حضرت امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں امام محمد بن سیرین تابعی سے اس بارہ دروایت فرماتے ہیں۔

لم یکنوا یسئلون عن پہلے اسناد کے تعلق سے تفتیش نہیں ہوتی تھی، لیکن بعد فلما وقعت الفتنۃ قالوا جب فتنہ برپا ہو گیا تو روایت کرتے وقت کہتے ہمیں اہل السانہ والجماعہ فی نظر الی اہل اپنے راویوں کے بارے میں بتاؤ، تو اہل سنت و جماعت دیکھتے تو قبول کر لیتے اور بد مذہب الدع فلا یؤخذ حدیثہم۔ (۵) دیکھتے تو اس کی روایت قبول نہیں کرتے۔

اب اس ابتدائی اور بنیادی گفتگو کے بعد مشائخ اسلام اور علما کبار کے ملاحظہ فرمائیے:

حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی تہذیب فرقوں والی حدیث نقل فرمانے

(۱) امام خزانہ، احیاء علوم الدین، جلد ۳ ص: ۲۲۵ طبع دار احیاء الکتب العربیۃ، القاہرہ

(۲) زین الدین عراقی، المغنی عن حمل الاسفار فی تخریج مانی الاحیاء من الآثار، کتاب ذم الدنیا

(۳) امام احمد، ۴/ ۱۰۲ طبع المکتب الاسلامی للطباعة والنشر بیروت/ السنن ابو داؤد، باب

(۴) ۲/ ۹۳ مطبوعہ اصح المطابع کراچی۔ (۵) مقدمہ صحیح مسلم، مطبوعہ انصاری دہلی ص: ۱۱



کے بعد فرقہ ناجیہ کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما الفرقة الناجية فهي اهل ربانجات پانے والا فرقہ تو وہ اہل سنت و جماعت السنۃ و الجماعة۔ (۶)

جۃ الاسلام امام محمد الغزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”ہر شخص کو چاہئے کہ اعتقاد اہل سنت کو اپنے دل میں جمائے کہ یہی اس کی سعادت کا ختم ہوگا۔ (۷)

حضرت علامہ سید طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فعليكم يا معاشر المومنين اے اسلامی بھائیو! تمہارے لئے یہ ضروری ہے باتباع الفرقة الناجية المسماة کہ تم اس جنتی گروہ کے نقش قدم پر چلو جسے اہل باہل السنۃ و الجماعة فان نصرة سنۃ و جماعت کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ کی مدد اور اللہ و حفظہ و توفيقہ فی موافقتہم اس کی حفاظت و توفیق اہل سنت کی موافقت میں و خذلانہ و سخطہ و مقتہ فی ہے اور ان کی مخالفت میں ذلت، اللہ تعالیٰ کی مخالفتہم۔ (۸)

امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر الیتمی نے افتراق امت والی حدیث کی تشریح میں مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی، وہ اپنی کتاب میں بہتر فرقوں کی تفصیل اور ان کے باطل عقائد رقم کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں لکھتے ہیں:

ثم حدث الخلاف بعد پھر اس کے بعد افتراق امت کا ظہور ہوا اور ذالک شیعاً فشیاً الی ان تکاملت ہوتے ہوئے بہتر گمراہ فرقوں کی تعداد مکمل ہو گئی

(۶) شیخ عبد القادر جیلانی، غیۃ الطالبین / حجتہ اللہ علی العالمین ص: ۳۹۷ مطبوعہ برکات رضا پور ہند

(۷) امام غزالی، کیمیائے سعادت، مطبوعہ لکھنؤ، ص: ۵۸

(۸) علامہ طحاوی، المحیۃ الوحیۃ

الفرقة الضالة اثني عشر و سبعين فرقة، اور تہتر و اں گروہ اہلسنت و جماعت ہے اور یہی الجماعة والسبعون هم اهل السنۃ جنتی فرقہ ہے۔

الجماعة وهي الفرقة الناجية۔ (۹)

قطب ربانی امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ اولیا کرام کی علامات کے ذیل

میں رقم طراز ہیں:

”اللہ کے ولی کی دوسری علامت یہ ہے کہ وہ طریق میں داخل ہونے سے پہلے

مقائد اہل سنت سے واقف ہو۔ (۱۰)

شیخ الاسلام خواجہ بہاؤ الحق زکریا ملتانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”جو میرے سلسلہ میں شامل ہوں گے وہ سب کے سب میری ضمانت میں

ہیں، اور سلسلہ سے مراد قرآن و سنت کی پیروی، اقوال مجتہدین، اجماع صحابہ کرام اور

اہل سنت و جماعت کی پیروی ہے۔ (۱۱)

حضرت خواجہ عبد العزیز دباغ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

انه لا يفتح على العبد الا ان علي عقيدة اهل السنۃ و الجماعة وليس لله ولي على الجماعة ولو كان عليها قبل الفتح و لو كان عليه ان يتوب بعد الفتح و واجب ہے کہ پہلے توبہ کرے اور عقائد اہل سنت و جماعت الی عقيدة اهل السنۃ۔ (۱۲) اختیار کرے۔

(۹) امام ابو منصور، بحوالہ حجتہ اللہ علی العالمین، از شیخ یوسف بن اسماعیل بھانی ص: ۳۹۷

(۱۰) امام عبد الوہاب شعرانی، انوار قدسیہ، مترجم، ص: ۹۲

(۱۱) خواجہ بہاؤ الحق، خلاصۃ العارفین (۱۲) خواجہ عبد العزیز دباغ، الابریز، ص: ۲۳

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ہمارے سلسلہ طریقت کی بنیاد تین امور پر ہے۔ (۱) اہل سنت و جماعت کے عقائد پر ثابت قدم رہنا، (۲) دوام آگاہی، (۳) عبادت۔ لہذا اگر کسی مرد درویش میں ان تین چیزوں میں سے ایک میں بھی خلل آجائے تو وہ ہمارے طریقے سے خارج ہو جاتا ہے۔“ (۱۳)

امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

المراد بالسواد الاعظم هم من سواد اعظم من مراد بالسنت وجماعت ہیں۔  
كان اهل السنة والجماعة۔ (۱۴)

حضرت داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمہ شریعت میں سنی حنفی المذہب تھے، جہاں جہاں وہ حضرت امام اعظم کا نام لیتے ہیں وہ وہاں کمال احترام کو ملحوظ رکھتے ہیں، کشف المحجوب میں ایک جگہ امام اعظم کا ذکر بہ صداقت و احترام کرتے ہوئے انھیں اہل سنت و جماعت کا مقتدا لکھا ہے، اس سے ان کے مسلک اہل سنت و جماعت پر کاربند ہونے کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

”امام امامان، مقتدائے سنیاں، اشرف فقہاء، اعز علماء ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الخراز رضی اللہ عنہ۔“ (۱۵)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”اتبعوا السواد الاعظم فإِنَّهُ مَنْ شَدَّ شُدَّ فِي النَّارِ“ (۱۶)۔ یعنی تم سواد اعظم کی پیروی کرو جو اس سے جدا ہوا اسے تنہا جہنم رسید کیا جائے گا۔ حضرت ملا علی قاری ”مرقات شرح مشکوٰۃ“ میں لفظ سواد اعظم کی تشریح

(۱۳) خواجہ باقی باللہ، حالات مشائخ نقشبندیہ۔ (۱۴) امام عبد الوہاب شعرانی، میزان شریعت

کبریٰ جلد اول ص: ۵۸ (۱۵) حضرت داتا گنج بخش لاہوری، کشف المحجوب ص: ۵۰

(۱۶) الخطیب الترمذی، مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱ ص: ۳۰

اتے ہوئے لکھتے ہیں:

السواد الاعظم يعبر به عن سواد اعظم بڑی جماعت سے عبارت ہے اس  
جماعة الكثيره والمراد ما عليه من مراد اکثر مسلمانوں کا مسلک ہے۔  
المسلمين۔ (۱۷)

حضرت علامہ شیخ ابو العلیٰ شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

اما الفرقة الناجية الذين قال النبي نبي كريم ﷺ کے ارشاد ”ما نال عليه واصحابي“ کے  
فيهم هم الذين ما نال عليه مطابق جنتی فرقہ میں اشاعرہ، محدثین کرام اور  
اصحابی فہم الاشاعرة والسلف من اہل سنت و جماعت ہیں ان کا مذہب بدعت و  
اجدثین وہم اهل السنة والجماعة گمراہی سے خالی ہے۔  
اهلهم خال عن بدع۔ (۱۸)

عارف باللہ حضرت شیخ اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

”ہمارے شیخ مکرم پیر و مرشد نور اللہ مرقدہ نے اپنے وصال سے ایک دن قبل  
اپنے مریدین و متوسلین کو بلا کر فرمایا، میرے پاس کوئی مال و دولت نہیں کہ اس سلسلہ  
میں تمہیں کوئی وصیت کروں۔ ولکنی علیٰ مذہب اہل السنة والجماعة  
شریعة وطريقة و معرفة و حقيقة فاعرفونی هكذا واشهدوا لی بهذا فی  
الدنيا و الآخرة فهذه وصیتی“ (۱۹) یعنی میں شریعت، طریقت، معرفت اور  
حقیقت میں مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم ہوں تم اس حیثیت سے مجھے پہچان لو،  
اور دنیا و آخرت میں میرے اس عقیدے پر گواہ رہنا تو یہی میری وصیت ہے۔

صاحب دلائل الخیرات شریف شیخ اشیوخ حضرت خواجہ محمد بن سلیمان بارگاہ

الغنی میں اس طرح دعا کناں ہیں:

(۱۷) ملا علی قاری، مرقات المفاتیح، جلد ۱ ص: ۲۳۹ طبع ملتان (۱۸) شیخ ابو العلیٰ شرح مواقف

ص: ۷۲ طبع نولکشور لکھنؤ (۱۹) شیخ اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان جلد ۵ ص: ۱۰۱

وامتناع علی السنة والجماعة اے اللہ! مجھے مسلک اہل سنت و جماعت اور اپنی  
والشوق الی لفائفک یا ذالجلال لقا کے شوق پر موت عطا فرما۔  
والاکرام۔ (۲۰)

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب ”مبدأ و معاد“ میں  
فرماتے ہیں:

و در متابعت کتاب و سنت و آثار سلف صالحین ترغیب فرماید  
و حصول مطلوب را به این متابعت محال داند، و اعلام  
کشوف و فائز نماید کہ سرموئے مخالفت کتاب و سنت داشته  
باشد اعتبار نکند بلکه مستنفر باشد و بتصحیح عقائد بمقتضائی  
آرائے فرقه ناجیہ اہل سنت و جماعت نصیحة نماید۔ (۲۱)

حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات امام ربانی دفتر اول کے مکتوب نمبر ۲۵۱ میں  
اہل سنت و جماعت کی پیروی کو مدار نجات بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

پس باید کہ مدار اعتقاد را بر عقائد و نظریات مسلک اہل سنت و جماعت کے  
آنچه معتقد اہل سنت دارند۔ و سخنان مطابق رکھیں اور زید و عمر کی باتوں پر دھیان نہ  
زید و عمر را درگوش نیارند، مدار دیں ہندوہوں کے خود تراشیدہ عقائد پر اعتماد کرنا  
کار را برافسانہائی دروغ ساختن خود کو تباہی میں ڈالنا ہے۔ فرقه ناجیہ اہل سنت و  
خود را ضائع کردن است، جماعت کی اتباع و پیروی ضروری ہے تاکہ راہ

(۲۰) خواجہ محمد بن سلیمان، دلائل الخیرات شریف۔

(۲۱) مجدد الف ثانی، مبدأ و معاد مطبوعہ مطبع مجتبیائی دہلی اشاعت ۱۳۱۱ھ ص: ۹۰

فرقہ ناجیہ ضرور ایست نجات نصیب ہو۔  
المبدأ نجات پیدا شود۔ (۲۲)

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنی کتاب ”رسالہ رد و افض“ میں تحریر فرمایا ہے کہ  
ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد سے قریب پانچ سو برس تک اہل سنت و جماعت کے  
کوئی دوسرا فرقہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور سب کے سب مسلک حنفی کے پابند تھے، اس  
سالہ کا عربی ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے قلم سے بنام ”المقدمة  
السنية شقار الفرقة السنية“ فرمایا ہے۔ حضرت شاہ صاحب ترجمہ کے ذیل میں افادہ  
ماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ثم عاش كذا لك ذريتهم من پھر مسلمانان ہند اسی طرح فکر و عمل کی یگانگت کے  
ماہم قرناً بعد قرن ليس فيہم ساتھ صدیوں تک زندگی گزارتے رہے، نہ ان  
میں کوئی اختلاف و تنازع ولا تنصیہم کوئی اختلاف و تنازع تھا نہ ان کے دین میں  
کوئی مشکل درپیش تھی اور نہ دوسرے عقیدے کے لوگوں کا ان سے کوئی اختلاط تھا گویا کہ وہ یہ  
مسیبة فی دینہم ولا یختلط بہم من جاننے ہی نہ تھے کہ روئے زمین پر عقیدہ ماتریدیہ  
کانہم لا یعرفون ان فی (اہل سنت و جماعت) کے علاوہ بھی کوئی عقیدہ  
عقیدۃ غیر عقیدۃ الماتریدیہ ہے یا فقہ حنفی کے علاوہ کوئی فقہی مسلک بھی ہے۔  
ماہم غیر فقہ الحنفیہ۔ (۲۳)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت شیخ مجدد الف ثانی کے نظریات کی  
مد لرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

فقیر در اکثر معارف کہ شیخ بہ فقیر شیخ احمد سرہندی کی زبان فیض ترجمان کے  
مع دووہ آورده مصدق اوست، اکثر معارف کی تصدیق کرتا ہے جیسے اشارہ توحید

(۲۱) شیخ احمد فاروقی سرہندی، مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱ مطبع البچہ کیشنل کراچی

(۲۲) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، المقدمة السنية السنية ص: ۸، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور۔





آوردہ کہ ہمہ عقائد ”اہل سنت بلا کم و کاست یہی“ اہل سنت و جماعت“ کے و جماعت“ است بے زیادت و عقائد ہیں۔  
(۲۷) نقصان۔

تاریخ اسلام کے دامن پر اہل سنت و جماعت کی عزیمت و استقامت اور حقانیت و صداقت کے نقوش چاند و تاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم ان چند مشائخ اسلام اور علمائے اہلسنت کے اقوال و ارشادات پر قلم روکتے ہیں۔ یہ حقیقت ایک لمحے کے لئے بھی ذہنوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہئے کہ صحابہ کرام، ائمہ عظام اور ارباب عزیمت و استقامت نے اپنے اپنے عہد میں زبان و قلم اور فکر و عمل سے باطل نظریات کی بھرپور تردید فرمائی ہے اور آج بھی احقاق حق اور ابطال باطل اسلام کا داعیہ اور فرزند ان اسلام کی ایمانی ذمہ داری ہے، یہ عجیب مضحکہ خیز بات ہے کہ آج کچھ لوگ بڑی سادگی سے کہہ گزرتے ہیں کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہئے جبکہ اسلام چاہتا ہے کہ ہر ممکن جدوجہد کر کے باطل کا قلع قمع کر دینا چاہئے تاکہ ایک صالح اور امن پسند خوش عقیدہ معاشرہ کی تشکیل ہو سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَبْشِكُ وَهُوَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ يَأْخُذُ بِهِمْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (۲۸) ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات ربانی میں یہ حدیث رسول نقل فرمائی ہے:  
قال عليه وعلى آله الصلوة نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب فتنوں کا ظہور ہو  
والسلام اذا ظهرت الفتن او قال البدع یا فرمایا کہ جب بدع و عقیدگیوں کا ظہور ہو اور میرے  
(۲۷) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اجماع اللمعات شرح مشکوٰۃ، جلد اول ص: ۷۶ مطبع مصطفائی کلکتہ  
(۲۸) قرآن عظیم سورہ احزاب آیت نمبر ۱۲

اصحابی فلیظهر العالم علمہ اصحاب کو طعن و تشنیع کی جائے تو اس پر اللہ  
لم يفعل ذالک فعليه لعنة الله فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اس کا نہ فرض  
والله لا تكة والناس اجمعين لا يقبل قبول ہوگا نہ نقل  
الله له صرفاً ولا عدلاً۔ (۲۹)

ایک اور مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذ ظهرت البدع لعن آخر هذه فتنوں کا ظہور ہو اور اس امت کے بعد والے  
لامة اولها فمن كان عنده علم اگلے لوگوں پر لعنت کریں تو اس وقت جس کے  
پاس علم ہو وہ اسے عام کرے کیونکہ ایسے حالات  
میں علم کا چھپانا اس کے چھپانے کی طرح ہے جو  
اللہ نے نبی پاک پر نازل کیا۔ (۳۰)

ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت ہے:

ان الناس اذاراوا منكراً فلم جب لوگ کسی بری چیز کو دیکھیں تو اس کو نہ بدلیں تو  
روہ يوشك ان يعمهم الله بعقابه خطرہ ہے کہ کہیں عتاب الہی میں گرفتار نہ ہو  
(ابن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ) جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ خلفائے راشدین جن کی پیروی رسول اللہ نے اپنے قول  
”ما یکم بستی و سنة الخلفاء الراشدين“ سے لازم قرار دی اسلام کی اس بلند عزیمت  
میں اول نے بھی اسلامی عقائد و معمولات میں دراندازی کرنے والوں کے خلاف سختی  
اٹھائی۔ کیا تاریخ کی اس حقیقت سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت  
سیدنا اکبر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کو قتل کیا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

(۲۹) بحوالہ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱ ص: ۴۱۷، کراچی/ الخطیب فی الجامع۔

(۳۰) ردی ابن عساکر عن جابر، ابن عدی فی الکامل والخطیب فی التاریخ

ایک مسافر سے ملاقات ہوگئی، اور وہ اسے مہمان بنا کر اپنے گھر لے آئے، لیکن جب ان پر یہ ظاہر ہوا کہ یہ بدعقیدہ ہے تو اسی وقت اسے اپنے دسترخوان سے اٹھا دیا اور گھر سے نکال دیا (۳۱)۔ حضرت خلیفہ ثالث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے اسلام قبول کر کے کفر کیا ہے تو آپ نے اسے تین بار دعوت اسلام دی لیکن وہ منکر ہی رہا تو آپ نے اسے قتل کر دیا (۳۲) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی خوارج سے قتل و قتل کیا۔ اسی طرح تمام صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین نے بھی باطل افکار و نظریات کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کے لئے اپنی فکری و عملی قوتوں کو صرف کیا اور اہل سنت و جماعت کے ایمان و فروز گلشن کو سدا بہار بنائے رکھا، یوں تو ہر دور میں عالم اسلام کے سیکڑوں علماء، مشائخ سلاسل طریقت اور ارباب عزیمت و استقامت نے بھرپور علمی مردانگی اور ثبات قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلک اہل سنت و جماعت کی حفاظت و پاسبانی کا گراں قدر کارنامہ انجام دیا، اور مخالف طوفان میں بھی اسلام کا چراغ بجھنے نہیں دیا، اور خود ان گاروں پر چلنا گوارا کیا مگر اسلام و سنیت کا چہرہ کھلانے نہیں دیا۔ ہم اس مقام پر ان تمام علمبرداران حق و صداقت کے اسمائے گرامی سپرد قلم نہیں کر سکتے اس لئے خلفائے اسلام اور صحابہ کرام کے بعد سے کاروان عزیمت و استقامت کی ایک مختصر فہرست سپرد قلم کرتے ہیں۔ اس فہرست کا اکثر حصہ ”حدوث الفتن و جہاد اعیان السنن“ سے ماخوذ و مقتبس ہے۔

پہلی صدی ہجری میں

(۱) خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز۔

## دوسری صدی ہجری میں

(۲) امام محمد بن ادریس شافعی

52.5/515.

(۳۱) علماء الدين علي - كنز العمال ۱۰/ ۱۶۰ (۳۲) السنن للبيهقي، ابو بكر احمد البيهقي

۵۲۰۴/	۱۰۱	ابن زیاد لؤلؤی کوفی
۵۲۰۰/	۱۰۲	امام معروف بن فیردز کرخنی
۵۲۰۴/۵۱۴۵	۱۰۳	امام اہلب بن عبدالعزیز مصری مالکی
۵۳۰۳/۵۱۵۳	۱۰۴	امام علی رضا بن موسیٰ کاظم -
۵۲۳۳/۵۱۰۷	۱۰۵	امام نثانی بن معین بغدادی
		<u>ی صدی ہجری میں</u>
۵۲۴۱/۵۱۶۴	۱۰۶	امام احمد بن حنبل
۵۳۰۳/۵۲۱۵	۱۰۷	امام احمد بن شعیب نسائی
۵۳۰۶/۵۲۴۹	۱۰۸	امام ابوالعباس احمد بن عمر بن سرتج الشافعی
۵۳۱۰/۵۲۴۴	۱۰۹	امام ابوہریرہ محمد بن جریر طبری
۵۳۲۱/۵۲۳۹	۱۱۰	امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الازدی الطحاوی
۵۳۲۴/۵۲۶۰	۱۱۱	امام ابوالحسن علی بن اسمعیل الاشعری
۵۳۳۳/	۱۱۲	امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی

## ۱۰۰۰ سالہ ہجری میں

(۱) امام ابو حامد احمد بن محمد اسفرائینی

(۱۱) امام ابو بکر محمد بن موسیٰ بن محمد خوارزمی

(۱) امام قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی

(۱۸) امام ابو الطیب سہل بن ابی سہل محمد العجلی السعلوکی

(۱۴) امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد اسفرائینی

## ایم ۱۱ صدی ہجری میں

(۲۰) جۃ الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد الغزالی

७५.५/७२५०



(۲۱) حضرت داتا گنج بخش، جویری

۵۴۶۵/۵۴۰۰

چھٹی صدی ہجری میں

(۲۲) محی الدین شیخ الشیوخ سیدنا عبدالقادر بن موسیٰ جیلانی

۵۶۱/۵۳۷۱

(۲۳) امام فخر الدین محمد بن عمر رازی

۵۶۰۶/۵۵۳۳

ساتویں صدی ہجری میں

(۲۴) تقی الدین محمد بن علی المعروف بہ ابن دقیق العید قشیری

۵۷۰۲/۵۶۲۵

(۲۵) عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقی

۵۶۲۰/۵۵۷۷

(۲۶) سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

۵۶۳۳/۵۵۳۷

(۲۷) حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی

۵۶۶۶/۵۵۶۶

(۲۸) حضرت فرید الدین گنج شکر

۵۶۶۳/۵۵۷۵

(۲۹) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

۵۶۳۳/۵۵۸۱

(۳۰) حضرت مخدوم علاء الدین صابر کلیری

۵۶۹۰/۵۵۹۲

آٹھویں صدی ہجری میں

(۳۱) تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی

۵۷۵۶/۵۶۷۳

(۳۲) زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی

۵۸۰۳/۵۷۲۵

(۳۳) سراج الدین عمر بن ارسلان البلقینی

۵۷۰۵/۵۶۲۲

(۳۴) حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیا

۵۷۲۵/۵۶۳۶

(۳۵) حضرت شرف الدین احمد عجمی منیری

۵۷۸۲/۵۶۶۱

(۳۶) حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت

۵۷۸۵/۵۷۰۷

(۳۷) حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی

۵۷۸۶/۵۷۱۳

(۳۸) حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی

۵۸۰۸/۵۷۰۷

۱۰ صدی ہجری میں

(۲۹) بابا الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی

۵۸۳۹/۵۹۱۱

(۳۰) ٹس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی

۵۸۳۱/۵۹۰۲

۱۰ صدی ہجری میں

(۳۱) ٹس الدین محمد بن احمد بن حمزہ رملی

۵۹۱۹/۱۰۰۳ھ

(۳۲) امام علی بن سلطان محمد القاری احراری

۱۰۱۳ھ/

(۳۳) حضرت شیخ سلیم چشتی

۵۸۸۴/۵۹۷۹ھ

(۳۴) سید امام عبدالواحد بکرای

۵۹۱۵/۱۰۱۷ھ

۱۱ صدی ہجری میں

(۳۵) امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی

۵۹۷۱/۱۰۳۳ھ

(۳۶) شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی

۵۹۵۷/۱۰۵۲ھ

(۳۷) سلطان اورنگ زیب عالم گیر

۱۰۲۵/۱۱۱۷ھ

۱۱ صدی ہجری میں

(۳۸) شیخ کلیم اللہ چشتی

۱۱۲۳ھ/

(۳۹) شیخ محبت اللہ بہاری

۱۱۱۹ھ/

(۴۰) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۱۱۱۳ھ/۱۱۷۶ھ

ان اساطین اہلسنت کے بعد ہندوستان میں جس کاروان اہلسنت نے

اندلی رہنمائی فرمائی اور سواد اعظم اہلسنت و جماعت کو راہ مستقیم پر گامزن رکھا

۱۱ صدی ہجری کے حوالے سے ان ارباب عزیمت و استقامت کی ایک مختصر

تاریخ میں ملاحظہ فرمائیے۔

تعارف علامہ عبدالعلی فرنگی مہلی

۱۱۳۴ھ/۱۲۳۵ھ

۱۱۶۰ھ/۱۲۳۶ھ

(۵۲) حضرت شاہ محمد اجمل الہ آبادی

۱۱۶۷ھ/۱۲۳۶ھ

(۵۳) حضرت شاہ انوار الحق فرنگی محلی

۱۱۵۹ھ/۱۲۳۹ھ

(۵۴) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

۱۱۵۸ھ/۱۲۳۰ھ

(۵۵) حضرت شاہ غلام علی دہلوی

۱۱۹۶ھ/۱۲۳۶ھ

(۵۶) حضرت شاہ ابوسعید مجددی رامپوری

۱۱۶۰ھ/۱۲۶۲ھ

(۵۷) حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی

۱۱۹۱ھ/۱۲۶۵ھ

(۵۸) حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواری

۱۲۱۷ھ/۱۲۷۷ھ

(۵۹) حضرت شاہ احمد سعید مجددی رامپوری

۱۲۱۲ھ/۱۲۷۸ھ

(۶۰) حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی

۱۲۰۹ھ/۱۲۸۵ھ

(۶۱) حضرت علامہ عبدالعلیم فرنگی محلی

۱۲۱۳ھ/۱۲۸۹ھ

(۶۲) حضرت علامہ فضل رسول بدایونی

۱۲۰۹ھ/۱۲۹۶ھ

(۶۳) حضرت علامہ شاہ آل رسول مارہروی

چودھویں صدی ہجری ہندوستان میں مذہبی کش مکش کی صدی تھی، انتہائی گمراہ کن اور ایمان سوز تحریکیں جنم لے رہی تھیں اور صدیوں کے متواتر اور متواتر عقائد و نظریات تہ و بالا کر رہی تھیں۔ ان حالات میں مسلک جمہور اہلسنت و جماعت کی حفاظت و پاسبانی کے لئے جو علمائے حق اور مردان فکر و فن میدان میں تھے اس کا روان اہل سنت میں سے چند نام ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

۱۲۶۳ھ/۱۳۰۴ھ

(۶۴) حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی

۱۲۳۸ھ/۱۳۱۱ھ

(۶۵) حضرت مفتی ارشاد حسین رامپوری

۱۲۰۸ھ/۱۳۱۳ھ

(۶۶) حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی

۱۳۱۵ھ

(۶۷) حضرت مولانا غلام دنگیر قصوری لاہوری

۱۳۲۷ھ

(۱۶) حضرت مولانا غلام قادر بھیروی

۱۲۵۳ھ/۱۳۲۹ھ

(۱۷) حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی

۱۳۲۶ھ

(۱۸) حضرت مولانا ہدایت اللہ رامپوری

۱۳۲۶ھ

(۱۹) حضرت مولانا خیر الدین دہلوی

۱۲۷۲ھ/۱۳۴۰ھ

(۲۰) حضرت مولانا امام احمد رضا بریلوی

۱۲۷۲ھ/۱۳۴۱ھ

(۲۱) حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی

۱۳۳۳ھ

(۲۲) حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی

۱۲۶۶ھ/۱۳۵۵ھ

(۲۵) حضرت شاہ علی حسین اشرفی

۱۲۷۴ھ/۱۳۵۶ھ

(۲۶) حضرت شاہ مہر علی گولڑوی

یہ تھی چودہ سو سالہ کاروان اہلسنت اور ارباب عزیمت و استقامت کی ایک سرفہرست جنہوں نے رسول اور اصحاب رسول ﷺ کے افکار و معمولات کی پیروی کرتے ہوئے پورے دلولہ و شوق کے ساتھ دعوت و تبلیغ اور اشاعت سنیت کا فریضہ انجام دیا اور اپنے اپنے دور میں بھرپور عزم و حوصلہ کے ساتھ اسلام و سنیت کے خلاف اہل تحریکوں اور بنام اسلام پھیلنے والے باطل فرقوں کا سد باب کیا۔

ہندوستان اس حیثیت سے تاریخ اسلام میں نمایاں اور ممتاز مقام رکھتا ہے کہ ہند میں ظہور اسلام کے بعد قریب پانچ سو برس تک فرزندان اسلام میں کسی قسم کی اہمیت کی ظاہر نہیں ہوئی، اس کو صوفیائے کرام کے اخلاص عمل اور طہارت فکر کی برکت لیا جاسکتا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ہند میں خفی ہی خفی تھے شافعی اور حنبلی مسلک کے لوگ تلاش کرنے پر بھی نہیں ملے اور مولوی ہند حضرت خواجہ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ ہند میں مسلمانوں کی کیا بات ہے

یہاں کے دریاؤں اور سمندروں کی مچھلیاں بھی سنی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کی وہ معلومات افتراق پر ذیل میں پڑھئے:

امان ازاں کہ اسلام درآں جا  
ظاہر شدہ است، و سلاطین اسلام  
استیلا یافتہ اند و مشائخ عظام  
و اولیاء کرام از اطراف و جوانب  
تشریف آورده اند و معالم دین  
و اعلام اسلام زمان در تزیید و ترقی  
است، و بر سائر ممالک نہ بہ یک  
وجہ بلکہ بہ وجوہ مزیت و  
فضیلت دارد کہ تمام سکان آن از  
اہل اسلام بر عقیدہ حقہ اہلسنت و  
جماعت اند و نشانے از اہل بدعت  
و ضلالت در آن دیار پیدا نیست، و  
طریقہ مرضیہ حنفیہ دارند۔

حتی کہ اگر بالفرض شخصے  
رامذہب شافعی یا حنبلی داشتہ  
باشد، طلبند نہ یابند

حضرت خواجہ امیر خسرو  
علیہ الرحمہ و الرضوان در تعریف  
ملک ہندوستان می فرماید (۳۳)

خوشا ہندوستان و رونق دیں  
ز بر دستان ہندو گشتہ پامال

(۳۳) شیخ احمد سرہندی رسالہ رد ورفض ص ۹

مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

۱۔ عزت شدہ اسلام منصور  
بدان خواری سران کفر مقہور  
۲۔ امت گر نہ بودے رخصت شرع  
نہ ماندے نام ہند و زاضل تا فزع  
۳۔ ازین تائب دریا دریں باب  
ہمہ اسلام بنی بریکے آب  
۴۔ ترسائے کہ از نا ترسگاری  
نہد بر بندہ داغ کردگاری  
۵۔ از جنس جہوداں جنگ و جوریت  
کہ از قرآن کند دعوی بہ توریت  
۶۔ کز طاعت آتش شود شاد  
وزو با صد زباں آتش بہ فریاد  
۷۔ مسلمانان نعمانی روش خاص  
زدل ہر چار این را بہ اخلاص  
۸۔ لیس باشافعی نے مہر بازید  
جماعت را دست را بہ جاں صید  
۹۔ اہل اعتزالے کز فن شوم  
زدیدار خدا گردند محروم  
۱۰۔ رفض تارسد زان مذہب بد  
جہائے بر وفاداران احمد  
۱۱۔ زان سگ خارجی کز کینہ سازی  
کند باشیر حق روباہ بازی  
۱۲۔ زبے ملک مسلمان خیز و دیں جوئے  
کہ ماہی نیز سنی خیزد از جوئے (۳۴)

حضرت امام ربانی حضرت امیر خسرو کے ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد ارشاد

فرماتے ہیں:

”ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد قریب پانچ سو برس تک اہلسنت و  
جماعت کی بہاریں رہیں اور کوئی فرقہ بندی نہیں ہوئی لیکن جب خاقان اعظم عبداللہ  
مناں ازبک نے اقلیم خراسان پر حملہ کیا اور اس کی حکومت سنبھالی تو اس نے اہل  
خراسان کے کچھ شیعوں کو قتل کیا اور کچھ کو جلاوطن کیا تو ان میں سے کچھ اہل تشیع  
ہندوستان میں داخل ہو گئے اور بڑی چابک دستی سے ارباب اقتدار اور سلاطین ہند  
سے وابستہ ہو گئے اور ہندوستانی عوام کو اپنے باطل نظریات سے گمراہ کرنے لگے، اس



طرح ملک خراسان میں توفتنہ سرد پڑ گیا لیکن ہندوستان میں یہ قیامت خیز فتنہ برپا ہو گیا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اہل تشیع کی تردید میں زبان و قلم سے بھرپور جہاد کیا، لیکن پھر مولوی اسماعیل دہلوی نے نجدی وہابیت کو ہندوستان میں درآمد کیا، اس فتنہ وہابیت سے دیوبندیت، قادیانیت، چکڑالویت، وغیرہ فرقوں نے جنم لیا علمائے ہند نے ان فتنوں کے رد میں بھرپور جدوجہد کی لیکن چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے نمایاں کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر نے پونے یونیورسٹی سے ”مولانا محمد انوار اللہ فاروقی

حیدر آبادی“ پر پی ایچ ڈی کی ہے وہ اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں لکھتے ہیں:

”شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ کے بعد جس جامعیت سے اصلاح معاشرہ اور زندگی کے ہر شعبے میں قوم و ملت کی رہنمائی کے لئے جو شخصیت ہمارے سامنے آتی ہے وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی ہے۔ اور کئی ایسے مذہبی دانشور اور مفکر بھی آئے جنہوں نے مسلمانوں کی دینی اور مسلکی رہنمائی میں اپنی تصانیف کے ذریعہ مجددانہ اور مجاہدانہ کردار پیش کیا ان مصلحین میں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نامور ہوئے۔“ (۳۵)

جامعہ ملیہ دہلی کے نامور استاذ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم چودھویں صدی ہجری کے ہندوستان کی مذہبی بساط کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

”انیسویں صدی سے ہی نظریاتی بنیادوں پر علما مختلف مکاتب میں تقسیم ہونا شروع ہو گئے تھے اور مسلم معاشرہ بھی ان کی پیروی میں متعدد خیموں میں تقسیم ہونا

(۳۵) ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر مولانا انوار اللہ فاروقی، مطبوعہ مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ

حیدر آباد ص: ۱۳۸

شروع ہو گیا تھا۔ صدیوں تک ”ہدایہ“ ہندوستانی مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھاتی رہی لیکن نجد میں تصنیف کی ہوئی کتاب وسنت کی ایک نئی تعبیر ”التوحید“ کو انیسویں صدی میں ہندوستان میں درآمد کیا گیا جس کا اردو ترجمہ ”تقویۃ الایمان“ نفاق کا باعث بنا۔ شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کی اشاعت سے پہلے ہندوستانی مسلمان صرف دو گروہوں میں منقسم تھے، اہل سنت اور اہل تشیع، ان میں اول الذکر کی آبادی کثیر تھی، لیکن تقویۃ الایمان کے بعد اختلافات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ مواد اعظم سے نکل نکل کر لوگ مختلف خیموں میں داخل ہونے لگے اور اس طرح سواد اعظم کا شیرازہ منتشر ہو گیا، اس انتشار کی روک تھام اور اہل سنت کی شیرازہ بندی کی لئے روہیل کھنڈ کے شہر بریلی کے ایک فاضل عالم نے عزم مصمم کیا یہ فاضل عالم تھے مولانا احمد رضا خاں (۱۸۵۶-۱۹۲۱) جو امام اہلسنت مجددین و ملت فاضل بریلوی کے نام سے معروف و مشہور ہوئے۔“ (۳۶)

پاکستان کے سابق وزیر مذہبی امور اور اقلیتی امور مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

”بدقسمتی سے ہمارے ہاں اکثر لوگ انہیں بریلوی نامی ایک فرقہ کا بانی سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے صرف حنفی اور سلفی تھے۔“ (۳۷)

ان شواہد کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی چودھویں صدی ہجری میں اہلسنت و جماعت کے عظیم پیشوا اور مقتدا تھے۔ امام احمد رضا اپنی بے امان ملی اور قلمی خدمات کی وجہ سے عالم اسلام میں اہلسنت و جماعت کے علامتی نشان بن گئے اور پھر ان کے بعد برصغیر میں اہلسنت و جماعت کی قیادت ان کے خلفاء الامامہ نے سنبھالی۔ امام احمد رضا کے ایک نامور خلیفہ مفسر قرآن صدر الافاضل مولانا

(۳۱) سید جمال الدین اسلم، اہلسنت کی آواز ۱۹۹۸ء، ص: ۲۴۸-۲۴۹ مطبوعہ ماہرہ شریف

(۳۰) کوثر نیازی، امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت مطبوعہ مجمع المصباحی مبارکپور

نعیم الدین مراد آبادی اپنے عہد کے حالات کے پیش نظر اہلسنت و جماعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سنی وہ ہے جو مانا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو، یہ وہ لوگ ہیں جو خلفائے راشدین، ائمہ دین، مسلم مشائخ طریقت اور متاخر علمائے کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملک العلماء حضرت بحر العلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری اور حضرت مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک پر ہوں رحمہم اللہ تعالیٰ (۳۸)

ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت پورے طور پر منہج ہوگئی کہ اس وقت برصغیر میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اور ان کے مؤید ہزاروں ہزار علماء و مشائخ کے عقائد و نظریات ہی عقائد اہلسنت و جماعت ہیں۔ یہی جماعت سواد اعظم بھی ہے اور ارشاد رسول ”مانا علیہ و اصحابی“ کی حقیقی مصداق بھی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی کتابوں سے ماخوذ و مقتبس ”عقائد حقہ اہل سنت و جماعت“ (۳۹) ذیل میں نقل کر دیئے جائیں تاکہ ان بنیادی عقائد سے آگاہی رہے اور اس کے خلاف سے اجتناب کیا جائے۔ مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ خدا کی طرف سے جو کچھ لے کر آئے ہیں سب کو دل سے سچا جاننا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا۔

①

اللہ جد مجہد پر ایمان لانا

ایمان باللہ کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

۱۔ صانع عالم جل مجدہ واجب الوجود ازل ابدی ہے اس کا کوئی مثل نہ ذات میں ہے نہ صفات

(۳۸) مولانا نعیم الدین مراد آبادی، الفقیہ امرتسر ۲۱ اگست ۱۹۳۵ء ص: ۹۰

(۳۹) عقائد حقہ اہل سنت و جماعت، مقتبہ از تصانیف رضویہ، از شیریشہ اہل سنت مولانا حشمت علی

میں، تمام کمالات ممکنات اس کی عظمت ذاتی کے ظل و پر تو ہیں۔

۲۔ وجوب وجود۔ استحقاق عبادت خالقیت باختیار خود تدبیر کائنات کلی و جزوی اس کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔

۳۔ حیوۃ، قدرۃ، علم، کلام، سمع، بصر، ارادہ۔ صفات ذاتیہ حق سبحانہ کی ہیں۔ ان سب سے ازلاً متصف ہے۔ باقی صفات فعلیہ، نفسیہ، سلبیہ، اضافیہ ہیں۔

۴۔ کائنات کو خلعت وجود بخشنے سے پیشتر ویسا ہی کامل تھا جیسا بعد میں۔ (الآن کما کان)

۵۔ شفاۃ مرض، عطاۃ رزق، ازالۃ تکالیف و مصائب بطور استقلال و خلق اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

۶۔ طبیب۔ بادشاہ و دیگر اسباب ظاہری و باطنی مثل دعا و ہمت انبیاء و اولیاء عطاۃ الہی بطور تسبب امور مذکورہ کے منسوب الیہ ہوتے ہیں۔

۷۔ حکیم علی الاطلاق کی صفت حکمت کا تقاضہ ہے کہ یہ صفات و افعال الہیہ درپردہ اسباب ظہور فرماتے ہیں جیسا کہ بدایہ معلوم ہے کہ بے شمار اسباب معاش، تدابیر مہمات، مدافعت امراض اور مظاہر رزاقیت وغیرہ صفات قدیمہ کے ہیں۔ ایسا ہی شرعاً و کشفاً ثابت ہے کہ مقربان درگاہ حق کی دعا و ہمت و برکت و وجودات مبارکہ منظر فیضان عنایت الہی ہیں۔ صرف اسباب کو مد نظر رکھنا اور مستبب جل شانہ کی قدرت کاملہ کا نہ ماننا یا قدرت کاملہ کو بعض اسباب میں ہی منحصر و محدود کرنا کفر ہے۔

اور اسباب کا کلیۃً نفی کرنا ابطال حکمت قدیمہ کے علاوہ سعادت دین و دنیا سے محروم رہنا ہے۔ اور اسباب ظاہری و باطنی (اولیاء مقررین) کو جلوہ گاہ صفات الہیہ مان کر ان سے مستفید اور مستفیض ہونا بصیرت اور کمال ایمان کا نشان ہے۔

۸۔ جوہر، عرض، جسم، مکان، زمان، جہت، حرکت، انتقال، تبدیلی ذاتی و صفاتی، جہل، کذب، ممکنات سے مختص ہیں۔ ذات حق پر یہ سب محال بالذات ہیں۔

۹۔ استواء علی العرش، ضحک، وجہ، ید وغیرہ صفات۔ منصوصہ کذائی مثل صفات ثنائیہ، سمع، بصر، علم، ارادہ، کلام، قدرت، حیوۃ، تکوین، بے چون و بے چگون ہیں۔

۱۰۔ ادراک حقیقت الہیہ میں انبیاء و اولیاء عاجز ہیں۔ تجلیات ذاتی و صفاتی و اسمائی نصیب انبیاء و اولیاء حسب المراتب دنیا میں ہوتی ہیں۔

۱۱۔ رویت ذات حق آخرت میں اہل جنت کے لئے ثابت ہے بلا کیف و بلا جہت۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال و اعمال کا خالق اور مُرید ہے۔ لیکن راضی بالکفر و المعصیت نہیں ہے۔

۱۳۔ تمام خیر و شر خالق کل جن شانہ کے ارادہ و خلق و تقدیر سے ہے جواز میں مقرر ہو چکا ہے وہی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن راضی صرف خیر پر ہے۔

۱۴۔ تقدیر سے بندہ مجبور نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نیکی اور بدی کا راستہ بتا کر اپنے اپنے افعال میں گو نہ اختیار دیا ہے۔ جس کے سبب انسان اور حجرو شجر میں فرق بدیہی ہے۔ جسے اصطلاحاً کسب کہتے ہیں۔ اسی کسب کے سبب وہ جزا اور سزا کا مورد ہے۔

۱۵۔ جبر جو منافی جزا ہو اور قدر جو شرکت شے کی خالقیت میں قادر مطلق سے پیدا کرے باطل ہیں۔ زیادہ خوض و بحث اس مسئلے میں ممنوع ہے۔ امور مذکورہ پر ایمان لانا باعث نجات ہے اور ان کا انکار ہلاکت۔ لہذا عقلمندی و سعادت یہ ہے کہ حصول نجات کی فکر ہو۔

۱۶۔ بے نیاز ہے۔ کسی کا اُس پر حق نہیں ہے۔ مگر جو اپنے فضل سے وعدہ فرمائے۔ وہ

ضرور وفا فرماتا ہے۔

۱۷۔ اس کے تمام افعال حکمت و مصلحت پر مشتمل ہیں۔ لیکن اس سے کوئی غرض یا نفع عائد بذات مقدس نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کوئی شے اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ قبح و ظلم و سفہ و عبث سے اس کے افعال منزہ ہیں۔

۱۸۔ مومن کو دین حق پر انشراح عطا فرمانا اور اسے قبول کرنا اور اس کے موافق اعمال و احسان کی توفیق عطا فرمانا اس کا فضل ہے۔ اور کافر کو صرف عقل و حواس عطا فرما کر تبلیغ انبیاء کا اس کے ذہن پر واضح فرمانا اور توفیق سے محروم رکھنا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔

۱۹۔ صفت عدل و فضل کی چھ صورتیں ہیں۔ جن کا اعتقاد رکھنا مومن پر فرض ہے۔

(۱) حق سبحانہ تعالیٰ کسی ہذرہ بھر بھی ظلم نہیں فرماتا۔

(۲) کسی کے اعمال حسہ سے ذرہ بھر نقصان نہیں فرماتا۔

(۳) کسی کو بغیر گناہ عذاب نہیں فرماتا۔

(۴) اس کا فضل ہے کہ اپنے مسلمان بندوں پر جو مصیبت بھیجے اس میں بھی ان کے لئے اجر رکھتا ہے۔

(۵) کسی کو طاعت یا مصیبت پر جبر نہیں فرماتا۔

(۶) طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔

۲۰۔ افعال کا باعث ثواب و عقاب اخروی ہونا صرف اسی کے حکم سے ہے اس میں عقل کو دخل نہیں ہے۔ بعض کی حکمت کو عقل ادراک کر سکتی ہے اور اکثر میں اخبار انبیاء کی محتاج ہے۔

۲۱۔ ہر ایک صفت الہی بالذات واحد ہے اور بحسب التعلق غیر متناہی۔ متعلقات حادث



ہیں۔ اور اس کی صفات قدیمہ ہیں۔

۲۲۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے بہت نام ہیں جنکی خبر اسی نے اپنے کلام پاک میں دی ہے اہلسنت کے نزدیک دُعا و ذکر الہی انھیں اسما سے ہونا چاہیے جو شرع مطہر میں وارد ہیں۔ یہ سب اسما کلام الہی کے مانند قدیم، ازلی، ابدی ہیں اور بندوں کا اپنی زبان پر لانا لکھنا حادث ہے۔

۲۳۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ جس اسم کے معنی میں تنقیص شان الوہیت ہو اس کا ذات حق پر بولنا کلمہ کفر ہے۔

۲۴۔ وحدت وجود حسب تقریر محققین حق ہے۔ شریعت اللہ کے کسی اصل کے منافی نہیں ہے۔ فرق مراتب و حفظ احکام ضروری ہے۔ جو صفات مستلزم مرتبہ الوہیت کے ہیں ان کا مراتب سافلہ پر اطلاق کرنا اور بالعکس کفر ہے۔ جس طور پر یہ مسئلہ اکابر اسلام پر منکشف ہوا ہے۔ اور اولیائے متشرعین نے حتی الامکان بیان فرمایا ہے شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ اس پر اعتقاد رکھنا تکمیل ایمان کا باعث ہے اور اس کا انکار خسران و حرمان ہے۔

(۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا

ایمان بالنبی ﷺ کی تفصیلات پوری توجہ کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ اسلام و ایمان کا رکن اعظم جس کے بغیر کسی حالت میں بندہ مومن یا مسلم نہیں ہو سکتا۔ حضور سرور عالم ﷺ کے تمام کمالات ثابۃ بالنص الصریح کی تصدیق قلبی و اقرار لسانی ہے۔ اور آپ کی ظاہری و باطنی تعظیم سے ہر حالت میں متصف رہنا تمام اعمال و عبادات کی قبولیت کا اصل اصول ہے۔

۲۔ آپ تمام انبیائے کرام سے افضل اور سب کے سردار ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کا میثاق ذات حق جیسا تمام بنی آدم سے لیا گیا ویسا ہی سرور عالم ﷺ کی اطاعت اور تعظیم کا تمام انبیاء سے مؤکد طور پر عہد لینا باخبر الہی منصوص ہے۔

۴۔ (الف) آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ نہ تو آپ کے زمانہ میں اور نہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ حضور کے وصف خاتم النبیین کے یہی معنی ضروریات دینیہ سے ہیں کہ حضور سب سے آخری نبی ہیں۔ اس معنی کو نا سمجھ لوگوں کا خیال بتانا یا حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی واقع یا جائز کہنا کفر ہے۔

(ب) حضور اقدس ﷺ کا علم اقدس تمام مخلوقات کے علوم سے اوسع ہے۔ کسی مخلوق کے علم کو سرکار کے علم اقدس سے زیادہ اور وسیع کہنا کفر ہے۔

(ج) حضور اقدس ﷺ کو جو بعض علم غیب ان کے رب کریم جل جلالہ نے عطا فرمایا انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جملہ اولین و آخرین کے جمیع علوم کا مجموعہ اور لوح محفوظ میں قلم قدرت کا لکھا ہوا سارا علم ماکان و مایکون اس کا جزو ہے۔ اس کو یوں کہنے والا کہ ”اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ ہر جانور ہر چار پائیے کو بھی حاصل ہے“ قطعاً کافر ہے۔

۵۔ تمام انبیاء بلحاظ بطون و تربیت روحانی تعین روحی جناب ختمی تاب خلفا سرور عالم ﷺ کے ہیں۔ جیسے ظاہر میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نیابت آپ کے فرمان سے اس عہدے پر ممتاز ہوئے ویسے ہی انبیاء کرام باوجود خلعت نبوت و افضلیت مادون الانبیاء کے آپ کی باطنی شریعت کے نافذ فرمانے والے تھے۔

۶۔ آپ کی اطاعت و اتباع اور محبت فرض ہے اس کے ترک پر عذاب الیم کا وعید منصوص ہے۔

عَلَامَاتٍ مَحَبَّتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

(۱) آپ کی اقتداء اور اتباع سنت اقوال و افعال میں اور آپ کے اوامر و نواہی کی تعمیل۔

(۲) زبان و دل سے آپ کا ذکر کرنا۔

(۳) آپ کے جمال پاک کا مشتاق ہونا۔

(۴) دل، زبان اور بدن سے آپ کی تعظیم کرنا۔

(۵) آپ کے اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کرنا اور ان کے ساتھ بغض رکھنے والے سے بغض رکھنا۔

(۶) آپ کی سنت کے تارک کو برا سمجھنا۔

(۷) آپ کی تعظیم جیسا کہ ہر ایک مومن پر ظاہری زیارت کے وقت فرض تھی ویسا ہی اب بھی آپ کی حدیث فضائل اور نام مبارک سنتے وقت لازم اور ضروری ہے۔ لہذا طریقہ اسلاف کے مطابق مسلمانوں میں جو مباح تعظیم کے طریقے ہر ملک میں رائج ہوں ان کا بوقت ذکر حضور سرور ﷺ بجالانا تقاضائے ایمان ہے اور چونکہ مجالس میلاد میں قیام کرنا عشاق رسول کا معمول ہو گیا ہے۔ اس کا انکار روش سلف کا انکار ہے اور بے بنیاد تعصب ہے۔

۸۔ جو ممکنات و مخلوقات احاطہ ربوبیت الہیہ میں داخل ہیں۔ سب کی طرف حضور ﷺ مبعوث ہیں۔ لہذا کوئی حصہ مخلوقات آپ کی دعوت سے خارج نہیں ہو سکتا۔

۹۔ جیسا کہ واحد عددی کا بحیثیت اولیت ثانی یا ثالث ہونا محال ہے۔ ویسا ہی بحیثیت عموم دعوت مذکورہ و اولیت خلق و ختم نبوت و افضلیت مطلقہ و خلافت کبریٰ و اولیت فی الشفاعہ دنی و دخول الجنة و اصالت فی کل فضل و وساطت فی کل نعمہ و غیر باصنات

کثیرہ ناممکن الاشتراک کے آپ کی نظیر محال اور متمنع ہے۔

۱۰۔ آپ کی صورت مقدسہ بلحاظ جسمیت معروض بعض عوارض بشریہ تھی اور آپ کی روحانیت اوصاف بشری سے برتر۔ اور تغیرات و آفات و عیوب و نقائص بشری سے منزہ اور ضعف انسانی سے مبرا اور اعلیٰ صفات ملکیہ سے متصف ہے۔ پس آپ کا علم باللہ و صفاتہ قبل بعثت و بعد بعثت تمام عیوب و نقائص شک و جہل وغیرہ سے مبرا و منزہ ہے۔

۱۱۔ حضور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تین حیثیتیں ہیں۔ اول ظاہر باعتبار صورت بشر دوم ملکی۔ سوم وہ مرتبہ جس کو خدا ہی جانتا ہے۔

۱۲۔ آثار شریفہ و آثار سلف صالحین کی تعظیم ضروری ہے اور ان کو ذریعہ اجابت دعا خیال کرنا صدق ایمان کی نشانی ہے۔

۱۳۔ بہ نسبت علوم اولین و آخرین آپ کا علم اعلیٰ و اکمل ہے اور آخر عمر شریف تک ملکوت سماوی وارضی و تمام مخلوقات و جملہ اسمائے حسنہ و آیات کبریٰ و امور آخرت و اشراط ساعت و احوال سعد و اشقیاء و علم ماکان و مایکون پر آپ کا علم محیط ہو چکا ہے۔ تمام علوم بشریہ و ملکیہ سے آپ کا علم اشمٰل و اکمل ہے۔ علم الہی اور آپ کے علم میں امور ذیل فارق ہیں۔

(۱) علم الہی غیر متناہی بالفعل اور محیط ہے۔ اور حضور ﷺ کا علم متناہی بالفعل و غیر متناہی بالقوۃ اور محاط ہے۔

(۲) علم الہی بلا ذرائع و وسائل ازلی وابدی ہے۔ اور آپ کا علم بذریعہ وحی، الہام، کشف، منام، وسط حواس و بصیرت مقدسہ حادث ہے۔

۱۴۔ آپ کے تمام اخبار و اقوال متعلقہ دین و دنیا صادق اور حق ہیں۔ شک و وہم و جہل

وغیرہ نقائص و مداخلت شیطانی سے منزہ و مبرا ہیں۔

۱۵۔ آپ قبل اعلان نبوت و بعد اعلان نبوت کبار و صغائر سے معصوم اور تمام قبائح بشری سے مبرا ہیں۔

۱۶۔ بعض افعال بلاغیہ و احکام شرعیہ میں نسیان و سہو آپ سے بغرض تشریع و افادہ علم بارادہ الہیہ واقع ہوا ہے اور صدور سہو و نسیان منافی شان نبوت نہیں۔ بلکہ نسیان و ذہول ازنا سوت بوجہ استغراق در لاہوت از قسم کمال ہے۔ جیسا کہ ارباب بصیرت پر ظاہر ہے۔ البتہ ان کے سہو و نسیان کو اپنے سہو و نسیان پر قیاس کرنا اور بقصد تحقیر آپ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔

۱۷۔ تمام عوارض بشری یعنی مرض تکلیف بدنی وغیرہ جو انبیاء علیہم السلام کو لاحق ہوتے ہیں۔ ظاہری صورت میں مشابہ عوارض عامہ افراد انسانی ہیں۔ اور لمحاظ نتائج و آثار باطنی و حکمت خفیہ الہیہ تمام افراد بشر کے عوارض سے برتر اور اعلیٰ ہیں۔ مثلاً تکالیف امراض انبیاء علیہم السلام سے نتیجہ اظہار احوال عالیہ مثل صبر، رضا، شکر، تسلیم، توکل، تفویض، دُعاء، تضرع اور موعظت اُمت بوقت لحوق عوارض کذا سبب تحصیل امور مذکورہ ہے۔ پس اپنے عوارض پر عوارض انبیاء کو خیال کرنا سخت بے ادبی اور بعض حالات میں جبکہ تحقیر لازم آئے کفر ہے۔

۱۸۔ حضور سید الانبیاء کا مغیبات پر مطلع ہونا آیات و احادیث سے تو اتر سے ثابت ہے۔ منکر اس کا منکر قطعیات ہے۔

۱۹۔ آپ روضہ منورہ میں مثل دیگر انبیاء علیہم السلام زندہ بحیات حقیقیہ دنیاویہ جسمانیہ ہیں۔ خاکساران اُمت کے حالات پر مطلع اور عاشقان درگاہ پر ہر لحظہ متوجہ ہیں اور احوال اُمت پر حاضر و ناظر ہیں۔

۲۰۔ زیارت روضہ منورہ اعظم السعادات ہے۔ انکار اس کا بدعات بدترین میں سے ہے۔

۲۱۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے سید المجہوبین علیہ السلام کی ذات پاک کو معجزات ذیل وغیرہ سے مخصوص فرمایا۔

(۱) معراج جسمانی بحالت بیداری حرم شریف سے بیت المقدس کی طرف اور امامت انبیاء کرام اور سیر سادات و آیات کبریٰ و جنت و نار وغیرہ۔

(۲) اپنا جمال پاک حضور ﷺ کو چشم ظاہر دکھایا۔

(۳) شق القمر

(۴) ستون مسجد شریف کا آپ کے فراق میں گریہ وزاری کرنا

(۵) احجار و اشجار کا آپ پر سلام کرنا اور تصدیق نبوت کرنا۔

(۶) آپ کی انگشت ہائے شریفہ میں سے پانی جاری ہونا اور ایک پیالہ پانی سے لشکر کا سیراب ہونا

(۷) آپ کی برکت سے قلیل طعام کا اس قدر بڑھنا کہ ہزار ہا آدمی سیر ہو جائیں

(۸) بکری مذبحہ کا آپ سے کلام کرنا

(۹) مذکورہ معجزات و دیگر خوارق مثل احیاء اموات جو احادیث سے ثابت ہیں بلا تاویل حق اور واقعی ہیں۔

۲۲۔ تمام معجزات سے اعلیٰ و اقویٰ و اَدوم قرآن شریف ہے جس کے مقابلے سے تمام مخلوقات عاجز ہیں۔ قرآن مجید کی ترکیب لفظی و محاسن معنوی و اخبار غیبیہ تمام معجزہ ہیں۔

(۳)

سید الانبیاء علیہ السلام کی لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لانا

تفصیلات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:



۱۔ حضور مظہر اللہ الائمہ سر اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ علی آلہ وسلم پر وحی کئی قسم کی ہوئی ہے۔ علاوہ وحی ملکی کے دو اور قسم بھی ہیں۔ جن میں فرشتے کو دخل اور توسط نہیں ہوتا۔

۲۔ قرآن شریف کلام نفسی ازلی ابدی ہے۔ جو بہ لباس اصوات و حروف جلوہ گر ہے۔ اور بذریعہ ملک مقرب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ السلام پر نازل ہوا۔

۳۔ احادیث شریفہ قدسیہ ثابتہ باسناد صحیح وہ وحی ہے جو کبھی بتوسط کذائی اور کبھی بلا توسط کذائی حضور ﷺ پر وارد ہوئی۔

۴۔ وحی سے جو معنی قطعاً ثابت ہیں۔ حق ہیں۔ کوئی شبہ نہیں۔ اس میں سے علم اور ثبوت قطعی کے بعد کسی بات کا انکار اگرچہ درپردہ تاویل باطل ہو کفر ہے۔ اور ظنی الثبوت یا ظنی الدلالة کا بلاوجہ انکار بدعت یا فسق ہے۔

۵۔ امور ذیل کو حق ماننا ضروری ہے۔

(۱) حشر اجماد اور اعادہ روح انھیں اجماد میں جو دنیا میں تھے۔

(۲) جزائے اعمال خیر اور سزائے شر۔

(۳) صراط دوزخ پر متمتع ہے۔ جس پر سب کو چلنا ہوگا۔ اہل نارکت کردوزخ میں گر پڑیں گے اور اہل جنت اس پر گزر کر جنت میں پہنچیں گے۔

(۴) حساب اعمال، میزان، جنت، دوزخ اور یہ دونوں آخر الذکر اس وقت موجود ہیں جن کی جگہ اللہ جل شانہ جانتا ہے۔

(۵) شفاعت رسول اللہ ﷺ اہل کبار کے لئے حق ہے اور آپ کی شفاعت مقبول ہے جہاں آیات شریفہ میں نفی شفاعت واقع ہے وہ مقید بعدم رضا و اجازت الہی ہے۔

(۶) عذاب قبر کافر کو اور نعمت و راحت مومن صالح کو قبر میں حق ہے۔ اور گنہگار

۰ ذہین مشیت الہی پر ہیں جسے چاہے عذاب فرمائے جسے چاہے نعمت بخشے۔

(۷) سوال منکر و نکیر جس سے خدا چاہے ضرور ہونے والا ہے۔

(۸) تمام رسل و انبیاء من جانب اللہ حق ہیں۔

(۹) ملائکہ اجسام نوری ہیں عوارض ظلمانی سے منزہ ہیں۔ ان کے مقامات آسمان پر مقرر ہیں۔ کوئی کائنات سماوی و ارضی پر مقرر ہے اور بعض کتابت اعمال بنی آدم پر۔

اور بعض بندوں کے دل میں خطرات صالحہ القا کرنے پر۔ اور بعض حفاظت بنی آدم پر۔ ان کے مقابلے میں مخلوقات الہی میں سے شیاطین ہیں جو خیالات فاسدہ کا القا کرتے ہیں۔ قرب قیامت میں حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظاہر ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دجال و خنازیر کو قتل کرنا اور پھر دین واحد کا ہو جانا سب حق ہے۔

(۱۰) کل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جو آسمانی صحیفے ان پر نازل ہوئے سب حق ہیں۔

(۴)

اجتہاد و تقلید

۱۔ عامۃ الناس جو درجہ اجتہاد سے بے بہرہ ہیں۔ تمام احکام فرعیہ غیر منصوصہ قطعیہ میں تقلید پر مامور ہیں۔

۲۔ منصب اجتہاد کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) علم قرآن پر بقدر آیات احکام حاوی ہو۔

(۲) احادیث متعلقہ احکام سے واقف ہو۔

(۳) علم عربیت، لغت، صرف و نحو، معانی و بیان وغیرہ میں کامل ہو۔

(۴) مذاہب سلف سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔

(۵) قیاس کے اصول اور قواعد میں ماہر ہو۔ اور اسی کے ساتھ ورع و تقویٰ میں اعلیٰ درجہ پر ممتاز ہو۔ استنباط احکام میں مداخلت نفس و ہوا سے محفوظ ہو۔

۳۔ جس میں ان صفات کی کمی ہو۔ خواہ کیسا ہی عالم کیوں نہ ہو تقلید کرنے کا پابند ہے ان شرائط سے کسی شخص کا متصف ہونا۔ اس کے آثار اجتہادی اور تدقیقات فقہی و اعمال و اخلاق متفقہانہ سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ جو عوام و خواص امت پر ظاہر ہو کر تمام اہل انصاف کے ذہن میں اس کی عظمت کو مرکز کرتے ہیں جیسا ہر فن کے مشاہیر کی اعلیٰ مہارت بلحاظ آثار ظاہرہ و عامۃ الناس سے خواص تک سب کے نزدیک کالبدیہ ہوتی ہے ویسا ہی جب کسی عالم متقی کے آثار اجتہادی اس قدر ظاہر ہوں کہ خواص و عوام اس کے لئے منصب اجتہاد تسلیم کرنے پر مجبور ہوں تو مجتہد مسلم ہوتا ہے۔

۴۔ امت مرحومہ میں ائمہ اربعہ کا اجتہاد ان کے سب معاصرین و لاحقین سے اعلیٰ مانا گیا ہے اس کی وجہ وہی آثار علمی اور علامات زہد و تقویٰ ہیں۔ جس سے آج تک ہر طبقہ کے لوگ ان کو مجتہد تسلیم کرتے آئے ہیں۔

۵۔ ان میں سے امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو فی رضی اللہ عنہ رئیس المجتہدین تسلیم ہو چکے ہیں۔

۶۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کے تلامذہ و مقلدین میں ایسے اکابر اسلام پیدا کئے۔ جنہوں نے حضور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخرجہ مسائل اور اصول مقررہ کو تالیفات و تصنیفات میں کمال تنقیح سے بیان کیا۔ جو آئندہ تازہ واقعات اور صورِ مُتَجِدِّدہ میں دستور فیصلہ مقرر ہوئے۔

۷۔ کمالات علمی و فیضان انوار بطیفیل حضرت امام ان علمائے فقہ پر اسی صَبْغۃِ الٰہیہ سے ہوا ہے۔ جس کے سرچشمہ رئیس المجتہدین تھے۔ بنا بریں حضرت امام محمد اور امام

ابو یوسف رحمہم اللہ باوجود تقلید فی الاصول والفروع مختلف اقوال امام میں بحضور امام خلاف قول مستقر امام کو ترجیح کے لیے اور بعض احکام کو موافق اصول حضور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ استخراج کرنے کے لیے خود امام الائمہ سے معمور ہوئے ہیں۔ اسی لئے صاحبین اور دیگر ان کے ہم منصب جو امام الائمہ کے تلامذہ تھے۔ مجتہدین فی المذہب کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔ ان کا کام صرف بعض کو بحضور امام قول مستقر امام پر بوقت ظہور دلیل ترجیح دینا اور اصول امام کے مطابق تازہ احکام استنباط کرنا ہے۔

۸۔ ان کے بعد رحمت کا اور ظہور ہوا۔ اور ایسے فقہا پیدا ہوئے جن کا تَبْحُرِ اصول و فروع مذہب حنفیہ میں اس قدر تسلیم کیا گیا کہ وہ نوپیدا شدہ مسائل و جزئیات کو جن کی بابت بالصراحت روایات مذہب میں نہ ملیں۔ اصول و فروع مذہب حنفی سے تخریج کریں جیسے حضرت ابو جعفر طحاوی۔ ابوالحسن کرخنی۔ شمس الائمہ حلوانی۔ شمس الائمہ سرخسی۔ فخر الاسلام بزدوی۔ فخر الدین قاضی خاں وغیرہ سب مجتہدین المسائل ہیں۔

۹۔ چونکہ تدبیر الٰہی اسی رحمت خاصہ کے کامل کرنے پر متوجہ تھی ان فقہاء کے بعد ایک اور طبقہ پیدا ہوا جن میں امام ابو بکر احمد بن علی وغیرہ ہیں۔ ان کے حصہ میں گو کسی قسم کا اجتہاد نہیں۔ لیکن اصول و فروع میں اتنی مہارت ان کو تھی کہ مجمل ذی وجہین۔ مبہم محتمل امرین منقول عن صاحب المذہب اواحد من اصحابہ کی تفصیل کر سکتے تھے ان کو اصحاب تخریج کہا جاتا ہے۔

۱۰۔ ان کے بعد وہ طبقہ فقہا پیدا ہوا۔ جو بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینے کی لیاقت رکھتے تھے۔ ان کو اصحاب ترجیح کہتے ہیں۔

۱۱۔ اُن کے بعد تدبیر الٰہی اور رحمت نامتناہی سے وہ طبقہ فقہا پیدا ہوا جو مذکورہ بالا مراتب کے لائق نہ تھے لیکن روایات متعددہ میں سے اقویٰ۔ قوی۔ ضعیف، ظاہر مذہب اور روایت نادرہ میں فرق کر سکتے تھے۔ جیسے وہ حضرات جن کی کتابیں ہمارے زمانے میں باعث فیض اور عالمگیر قبولیت سے ممتاز ہیں۔ طبقات اربعہ اولیٰ سے جو مذہب متعین ہو چکا ہے وہ صاحب کثر۔ صاحب مختار۔ صاحب وقایہ۔ صاحب جمع کی کتابوں میں کمال تنقیح سے مذکور ہے۔

۱۲۔ ان کے بعد علما اور فقہانے انہیں کتابوں پر اعتماد کیا ہے۔ ان کتابوں کو کتب مکتاخرین سمجھ کر یہ کہنا کہ ان سے مذہب حنفی ٹھیک معلوم نہیں ہو سکتا۔ محض خیال فاسد اور بے جا بدگمانی ہے۔ یہ کتب دراصل طبقات اربعہ کی قوی روایات کے راوی ہیں اور ان کا ثقہ ہونا عند الكل مسلم ہو چکا ہے۔

۱۳۔ مگر کون و شروح و فتاویٰ متاخرین جو معمول بہ اور دستور العمل فتویٰ مقرر ہو چکے ہیں۔ بلاعریضہ مذہب حنفیہ کے مبین ہیں اُنکا خلاف بدعویٰ عمل بالحدیث بدون منصب اجتہاد اس میں قدم رکھنا ہے۔ صدی چہارم تک مذہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفیہ کی اس قدر تنقیح ہو چکی ہے کہ کوئی جزئی بلا تحقیق نہیں رہی اور آئندہ کے اغلب واقعات جو بات اسی تحقیقات سے برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس لیے فقہا کا فتویٰ ہے کہ اب اجتہاد ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد کوئی جدید مجتہد نہیں پیدا ہوا۔

۱۴۔ جس طرح حضور سرور عالم ﷺ مبلغ احکام الٰہی ہیں اور آپ کی اطاعت جزو ایمان ہے ویسے ہی رئیس المجتہدین حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے حکم و ہدایت کے مبلغ و مبین ہیں۔ اس حیثیت سے آپ واجب الطاعت ہیں۔

۱۵۔ کسی غیر سر مجتہد شخص کو ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید اس طرح پر واجب ہے کہ وہ

اس امام کے تمام احکام میں اس کا مقلد ہو۔ کسی مسئلہ میں ایک امام کی تقلید کرنا اور کسی میں دوسرے امام کی تقلید کرنا تلتفیق میں داخل ہے اور تلتفیق سے تنافی بالدرین لازم آتی ہے جو قطعاً حرام ہے۔

۱۶۔ کسی غیر مجتہد کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی رائے سے کسی حکم فرعی سے متعلق حدیث پر عمل کرے۔

### خلافت و ولایت

۱۔ سرور عالم ﷺ کے بعد امام الصدیقین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل الامت ہیں۔ آپ کے بعد عمر فاروق اکبر، عثمان ذی النورین، مولیٰ المؤمنین مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بترتیب خلافت افضل ہیں۔

۲۔ عشرہ مبشرہ۔ خاتون جنت۔ اُم المؤمنین خدیجہ۔ اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن، حضرات امام حسن و امام حسین اور اہل اصحاب بدر و بیعت الرضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ظاہر مطہر قطعی جنتی بلکہ گنہگار ان امت کے تکیہ گاہ ہیں۔

۳۔ (الف) تمام صحابہ خصوصاً اہل بدر و اہل بیعت الرضوان نجوم ہدایت ہیں۔ ان میں سے کسی پر طعن کرنا رفض و استحقاق دخول نار ہے۔ ان سب کی تعظیم و توقیر امت پر فرض اہم ہے۔ یہ سب اولیائے امت کے سردار اور شرف صحبت کے باعث ولایت خاصہ پر ممتاز ہیں۔ ان سے کرامات ظاہر ہوئی ہیں اور ہر ایک ولی سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔

(ب) فتح مکہ معظمہ کے بعد جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مشرف باسلام ہوئے۔

ان سے وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم افضل ہیں جو فتح مکہ معظمہ سے قبل مشرف



باسلام ہوئے لیکن ان دونوں قسم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اللہ تعالیٰ نے حسنی یعنی بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی کرنا رخص و گمراہی ہے۔

۴۔ حقیقت ولایت یہ ہے کہ ایمان و اعمال صالحہ کے بعد جب اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا فرمان و یقین بطور وجدان بہرکت ذکر و تلاوت و صوم و صلوة و وہی طور پر جب بندہ صالح کو عطا ہوتا ہے تو مقامات ذیل اس کے سینہ پاک میں پیدا ہوتے ہیں۔ اخلاص۔ تواضع۔ توبہ۔ زہد۔ صبر۔ شکر۔ خوف۔ رجا۔ توکل۔ رضا۔ فقر۔ محبت۔ پھر وہ ماسوائے حق سے معرض ہوتا ہے اور خوف ورجا الہی میں مستغرق۔ اس حالت میں ان مقامات کے آثار افراد بشر پر دو طریقے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ خوارق اور مریدین کی تربیت اور اس کو وحی و عصمت کے بجائے (جو کہ خواص انبیاء میں سے ہیں) کشف صادق اور گناہوں سے محفوظیت عطا ہوتی ہے۔ جس کے باعث وارث انبیاء و خلیفہ برحق قرار پاتا ہے۔ اور لفظ ولی کا مصداق ہوتا ہے۔

۵۔ سلاسل صوفیائے کرام جو مسلسل حضور ﷺ سے متصل ہیں ان کے معارف و مقامات من وعن انوار رسالت سے ماخوذ ہیں۔ ان میں مریدین کے طرق تربیت مقامات مذکورہ پر مبنی ہیں۔ اور مشائخ صوفیہ موصوف کشف صادق سے غائبین کے حال پر مطلع ہو کر ان کی ویسی ہی تربیت فرماتے ہیں جیسی حاضرین کی۔

۶۔ یا شیخ عبدالقادر جیلانی ثناء اللہ وغیرہ وظائف کذا یہ بغرض استمداد و طلب ہمت و دعا جائز و ثابت ہیں۔ ایسے وظائف کا انکار کرنا جہالت ہے اور ان کو شرک وغیرہ سے تعبیر کرنا ظلم اور ضلالت ہے۔

۷۔ ان کی مبارک صورت کا خیال مریدین کے خطرات اور واردات نفسی کے دور کرنے

میں وہی کام کرتا ہے جو ظلم فاروقی شیطان کے دور کرنے میں کرتا تھا۔ ان مشائخ کی صورت مثالی جذبات نفس سرید کو مٹانے میں برہان قاطع ہے۔

۸۔ طریق استفادہ باطنی اور بیعت جو معمول مشائخ کرام ہے۔ ہر ایک مومن طالب کمال ایمان کے لئے سنت اور ضروری ہے۔

۹۔ خاص معمولات مشائخ، کیفیات اذکار اور ریاضات اصول دین سے ماخوذ ہیں۔ بعض اجتہاد اور بعض کشف۔

۱۰۔ ذکر جہر و سر شرعاً ثابت ہے اور قرب محبت الہی کے حصول کا باعث ہے۔

۱۱۔ حمد الہی، نعت سرور کائنات ﷺ اور مدح بزرگان و اولیا کرام اور اشعار متعلق محبت الہی کا خوش آوازی سے سن کر محبت الہی کا بھڑکانا شرعاً مباح و مستحسن ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔

۱۲۔ عبادات بدنی و مالی کا ثواب انبیاء، اولیا اور دیگر اہل ایمان کی روح مقدسہ کو ہدیہ کرنا ثابت ہے اور اس کا مطلقاً انکار بدعت ہے۔

۱۳۔ بالخصوص بروز و فوات اولیا ثواب طعام و کلام سے فاتحہ رسائی نزول برکات کا باعث اور تازگی ایمان ہے۔

⑤

### شرکیات

۱۔ شرک و کفر بلحاظ نتیجہ متحد ہیں۔ دونوں کا مرتکب ابدی عذاب کا مستحق ہے۔

۲۔ حقیقت شرک یہ ہے کہ غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانا جائے اور اس کے امارات سے یہ ہے کہ بندگان حق تعالیٰ محبوبان الہی کی ان قابل عظمت صفات کو جو عام بنی نوع میں مفقود ہیں (مثلاً کشف بلا، استجاب دعا، تاثیر، تسخیر وغیرہ)

صفات جناب باری تعالیٰ کے برابر خیال کیا جائے (نعوذ باللہ تعالیٰ) اور بنا بریں نہایت عجیب و نیاز کے افعال ان کے سامنے اسی نیت سے ادا کیے جاویں کہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ معبود ہے۔

۳۔ شریعت حقہ شرک کو رفع فرماتی ہے اور صفات عباد اور صفات ربوبیت میں مابہ الامتیاز ظاہر فرمانا بعثت رسل کا عظیم مقصد ہے۔

۴۔ محبوبان الہی کی صفات مذکورہ کو باطل نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ ان کی حقیقت واقعہ کا اظہار ہے جس سے کہ صفات ربوبیت کی برتری و تقدس ظاہر ہو۔

۵۔ محبوبیت و شفاعت جو کہ تمام ادیان و شرائع میں خواص بشر کے لیے ثابت کی گئی ہے اس کو ایسا منصب خیال کرنا کہ جس سے عبد مختار ہو کر تصرفات الہیہ کو (معاذ اللہ) مزاحمت سے روک سکے شرک ہے اور رضائے الہی اور اس کی اجازت پر موقوف سمجھنا اور اس میں درحقیقت عنایت الہیہ کا ظہور جاننا ایمان و توحید ہے۔

۶۔ ایسا ہی خوارق، کرامات اولیا اور اشراق باطنی سے ان کو مغیبات پر بلاذریعہ عطیہ الہی مطلع تسلیم کرنا شرک ہے اور بذریعہ قوائے روحانی و ناسوتی جو انبیا اور اولیا کو عطا ہوتی ہیں۔ ان امور کا اللہ تعالیٰ کی تعلیم و عطاء سے تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔

۷۔ صفات عبودیت کو صفات ربوبیت سے شریک کرنے والا شرک ہے اور ان کا مطلقاً منکر گمراہ اور مبتدع ہے اور ہر ایک کے حقوق پر نگاہ رکھنے والا صراط مستقیم پر ہے۔ **بَشِّرْنَا اللَّهُ عَلَيْهِ بِحُرْمَةِ خَيْرٍ مَنْ سَلَكَ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ**

②

کفریات و گناہ کہا

۱۔ خداوند کریم جل جلالہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کا اور ان

احکام کا جو من عند اللہ یا من عند الرسول ثابت ہوں انکار کرنا کفر ہے۔ ان احکام کا ثبوت تین طور سے ہوتا ہے۔ (۱) آیت کے معانی جو حسب محاورہ عرب قطعی طور پر مفہوم ہوں (۲) حدیث شریف متواتر کے معانی قطعہ حسب لغت و محاورہ (۳) اجماع مجتہدین امت راشدہ جو قطعی ہو، ان طرق ثلاثہ سے جو بات پایہ ثبوت کو پہنچے مومن پر اس کا ظاہر ابطاناً تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ بصورت انکار صریح بلا تاویل (معاذ اللہ) فقہاء کے نزدیک مطلقاً ظلمت کفر میں مبتلا ہوتا ہے اور جو شخص بلا وجہ حق واضح میں بے عمل تاویل کو بہانہ انکار قائم کرے کافر ہے۔

۲۔ ارکان ایمان و اسلام اور ضروریات دین میں سے کسی کا انکار قولاً یا فعلاً کفر ہے۔

۳۔ قوائے انسانی کو لفظ ملائکہ واردہ فی النص کا معنی مراوی قرار دینا اور قوت نظریہ نبی علیہ السلام کو جبرئیل ماننا خلاف نص و اجماع اور کفر قطعی ہے کہ ضروریات دین کا انکار ہے۔

۴۔ حشر اجساد و نعیم جنت کی جس کیفیت سے تفصیل کلام شارع میں وارد ہے بلا تاویل تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اور اس کا انکار کفر ہے۔

۵۔ بعد بعثت سرور کائنات ﷺ بعثت نبی کو جائز ماننا یا اس کو ختم نبوت نہ جاننا کفر ہے۔

۶۔ بلا اطلاق احادیث کا واجب الاطاعت نہ سمجھنا کفر ہے۔

۷۔ رسول اللہ ﷺ کی جناب پاک میں بے ادبی (معاذ اللہ) قولاً فعلاً تک یا تحقیر کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

۸۔ قرآن عظیم میں تحریف ماننا کفر ہے۔

۹۔ کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل ماننا کفر ہے۔

۱۰۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تکذیب کفر ہے۔

۱۱۔ منکرین ضروریات دین کے عقائد کے شرعی رد و ابطال کو جھگڑا اور فساد بتانا کفر ہے۔



بر صغیر میں افتراق بین المسلمین

کا آغاز و ارتقا

تحریر ۱۹۹۸ء



مشہور دیوبندی ادیب و صحافی آغا شورش کاشمیری نے انگریزوں کی اختلاف بین المسلمین والی سازش کے بنیادی خطوط کی نشاندہی کرتے ہوئے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔

”ان (انگریزوں) کے سامنے ہندوستان میں برطانوی عملداری کو استحکام دینے کے لیے چار سوال تھے:

۱۔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں مغائرت کیوں کر پیدا کی جاسکتی ہے۔ اب تک عقیدوں کی ضد کے باوجود ان کے ذہنوں میں تصادم نہیں تھا۔ دونوں مذہبی بعد کے باوجود انگریزوں سے متحد ہو کر لڑے تھے اور تب سوال صرف مسلمانوں کی بادشاہت کا تھا۔

۲۔ ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی درازی عمر اور سیاسی استحکام اس وقت تک ناممکن ہے جب تک مسلمانوں میں روح جہاد کا فرما ہے۔

۳۔ اسلام اور پیغمبر اسلام پر رکیک حملوں کا محاذ کھولا جائے۔ اس طرح مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آجائیں گے۔ مجادلہ کی جگہ مناظرہ لے گا۔ جہاد کا خدشہ مٹے گا۔ مسلمانوں کی کایا کلپ ہوگی۔ نیچے برطانوی سلطنت کے استحکام کی راہیں ہموار ہوں گی۔

۴۔ مسلمانوں میں نئے اور پرانے فرقوں کی معرفت متحارب اور متصادم عقائد پیدا کئے جائیں۔ جن سے ان کی ملی وحدت پر آگندہ ہو جائے اور وہ باہمی نفاق کی مخلوق ہوں۔

انگریز ہر چہار سوالوں کا جواب پیدا کرنے میں کامیاب رہا۔ اس کے بعض مراحل گزر جانے کے بعد، ہندوستانی مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کو پہلی جنگ عظیم کے آغاز تک اس قدر لاغر کر دیا کہ مسلمان نظر بہ ظاہر مسلمان ہی تھے۔ لیکن ان کی اکثریت یمن و یسار کے تذبذب کا شکار ہو کر غلامی پر قانع ہو گئی۔“ (۲)

(۲) آغا شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت ص ۱۴۔ ۱۳، ناشر مطبوعات چٹان لاہور۔

ہندوستان میں انگریزوں کی آمد اور پھر برطانوی حکومت کی فتحیابی کے بعد انھوں نے اپنی فرماں روائی کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے قیامت خیز فتنہ سامانیوں اور بدترین شرانگیزیوں کا آغاز کیا۔ انگریزوں کی اس انتہائی بھیاں سازش ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ سے ہر ہندوستانی واقف ہے مسلمانوں کا اتحاد اور ایمانی قوت برطانوی حکومت کے راستے کا سب سے بڑا پتھر تھی، مسلمانوں کا مستحکم دینی اور ملی شیرازہ ان کی آنکھ کا سب سے بڑا کاٹنا تھا۔ انھوں نے پیہم تلاش و جستجو کے بعد اس حقیقت کو اچھی طرح پالیا تھا کہ مسلمانوں کے دینی اتحاد اور جہاد کے جوش جنوں کا بنیادی سررشتہ مدنی تاجدار ﷺ کے دربار گہر بار سے ملتا ہے۔ ان کی دینی و ملی عظمت و شوکت کا تاج محل عشق رسول اور محبت اولیا کی بنیادوں پر قائم ہے۔ ان کے ملی شیرازہ کو بکھیرنے اور دینی شوکت کو منہدم کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ان میں سے کچھ ایسے ضمیر فروشوں کو منتخب کیا جائے جو قرآن و حدیث کی نت نئی تعبیریں کر کے اخلاص پیشہ مسلمانوں کے دلوں سے عشق رسول اور عظمت اولیا کو ختم کر دیں۔ یہ سازش مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کا باعث بھی ہوگی اور برطانوی حکومت کے استحکام کا سبب بھی۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

اپنی اس سازش کا سر بزم پردہ چاک کرتے ہوئے انگریز مصنف سر جان میلکم لکھتا ہے:

”ہماری حکومت کی حفاظت اس پر منحصر ہے کہ جو بڑی جماعتیں ہیں ان کو تقسیم

کر کے ہر جماعت کو مختلف طبقوں اور فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تاکہ وہ جدا

رہیں اور ہماری حکومت کو متزلزل نہ کر سکیں۔ (۱)

(۱) ماہنامہ ”البلاغ“، کراچی فروری ۱۹۶۹ء، مضمون، برصغیر کے اسلامی مدارس از شمس الحق افغانی

انگریزوں نے اپنی اس اسلام دشمن سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خاک ہند سے کچھ دین فروش علما اور ضمیر فروش لیڈروں کا انتخاب کیا۔ اب ذیل میں ہم تاریخ و شواہد کی تیز روشنی میں برطانوی حکومت کے ان زر خرید غلاموں کے چہرے سرعام بے نقاب کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے انبیا اور اولیا کی توہین، نئے فرقوں کی ایجاد، تفریق بین المسلمین اور انگریزوں کے خلاف جوش جہاد کم کرنے کے لیے اپنی تحریک و عمل اور زبان و قلم کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور برطانوی حکومت سے اعلیٰ تمغیات، بھاری انعامات اور اپنے نئے عقائد اور نوپید مذہب کی نشوونما اور اشاعت کے لیے مسلسل وظائف حاصل کئے۔

انگریزوں نے خاک ہند کے مختلف مقامات سے بااثر علما اور لیڈروں کا انتخاب کر لیا۔ جب کہ اکثر مقامات پر ان کی کمندیں ناکام ثابت ہوئیں۔ دہلی کے مشہور شاہ ولی اللہی خاندان سے مولوی اسماعیل دہلوی پر جال پھینکا اور امید سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ دولت اور اقتدار کا لالچ دیکر دہلوی جی کے فکر و نظر اور زبان و قلم کا سودا کر لیا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے بلا کسی تاخیر اور پس و پیش کے برطانوی حکومت کے طے شدہ خطوط کے مطابق اپنے کام کا آغاز کر دیا، مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے ساتھ کچھ ضمیر فروش علما اور جہلا کو بھی لے لیا ان میں سید احمد راے بریلوی، مولوی عبدالحی بدھنوی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے برطانوی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے اپنا دین و ایمان تک تج دیا۔

یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ دیوبندی اور وہابی تحریکوں سے قبل ہندوستانی مسلمان اپنے قدیم دینی مذہب اور متواتر روایات و معمولات پر پوری سختی کے ساتھ کار بند تھے ان متضاد حقیقی اہلسنت و جماعت میں کسی نئے مذہب کی بنا ڈالنا

اور خود ساختہ عقائد کو پھیلا نا پورے ہندوستانی مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کی آگ لگانے کے مترادف تھا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے برطانوی مقاصد کی تکمیل کے لیے ”تقویۃ الایمان“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں متواتر عقائد و معمولات کے خلاف بنام اسلام خود ساختہ عقائد و معمولات رقم کئے اور قرآن و سنت کی ایسی تعبیریں اور تشریحیں پیش کیں کہ گذشتہ صدیوں میں ان کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ ان نظریات پر مسلمانان ہند میں اختلاف و انتشار اور جنگ و جدال کی آگ بھڑک جانا بالکل یقینی امر تھا۔ اس کا احساس خود مولوی اسماعیل دہلوی کو بھی تھا اور انہوں نے خود ایک موقع پر اس کتاب سے پیدا ہونے والے افتراق بین المسلمین کے اندیشے کا دبی زبان میں اظہار بھی کیا حالانکہ وہی ان کا بنیادی مقصد تھا۔ جس میں انھیں صد فی صد کامیابی ہوئی۔ مولوی اسماعیل صاحب نے اس کتاب کے نتائج اور ثمرات کے حوالے سے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔

”میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ گو کہ اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔“ (۳)

اختلاف بین المسلمین کے بنیادی منشا کو پورا کرنے والی اس کتاب میں متواتر عقائد و معمولات رکھنے والوں کو مشرک قرار دیا اور خود ساختہ عقائد و نظریات کو اصل دین بنا کر پیش کیا، توہین رسول جو ”افتراق بین المسلمین“ کا بنیادی حربہ تھا یہ نقطہ نظر پوری کتاب میں مد نظر رہا ہے۔ اب ذیل میں ہم تقویۃ الایمان کے حوالے سے چند عقائد نقل کرتے ہیں۔

۱۔ رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر (۴)

(۳) مولوی اشرف علی، ارواح غلامہ ص: ۸۱ (۴) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۷۵

۲۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (۵)

۳۔ رسول خدا مکر مٹی میں مل گئے۔ (۶)

۴۔ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (۷)

۵۔ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (۸)

۶۔ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے (۹)

۷۔ اولیاء انبیاء و امام زادہ، پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے (۱۰)

۸۔ سب انبیاء اور اولیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (۱۱)

ایک حدیث کا ترجمہ یہ کیا۔ پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ (ہوا) بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مرجاویں گے اور وہی لوگ رہ جائیں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی اس پر نوٹ لگاتے ہیں:

سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ یعنی بھیج چکا اللہ ایسی باؤ جس سے وہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان تھا مر گئے اور اب کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔ (۱۲)

۹۔ اللہ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے (۱۳)

(۵) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۴۲۔ مطبوعہ۔ (۶) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ

الایمان ص: ۷۹۔ (۷) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۲۹۔ (۸) مولوی اسماعیل دہلوی،

تقویۃ الایمان ص: ۲۳۔ (۹) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۱۹۔ (۱۰) مولوی اسماعیل

دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۴۳۔ (۱۱) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۷۲۔

(۱۲) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۲۶۔ (۱۳) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان

ص: ۲۶۔

۱۰۔ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چارے سے بھی ذلیل ہے (۱۴)

۱۱۔ اپنی اولاد کا نام عبدالنبی، عبدالرسول، علی بخش، نبی بخش، پیر بخش، غلام محی الدین،

غلام معین الدین رکھنا شرک ہے۔ (۱۵)

اختصار کے پیش نظر اس رسوائے زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ سے چند عقائد

نقل کر دیئے گئے، پوری کتاب ہی اسلامی روایات کی تیخ کنی، تقدیس الوہیت اور

عظمت رسالت سے کھلی دشمنی اور اسلاف و اولیا کی حرماتوں پر نیش زنی سے بھری پڑی

ہے۔ بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ پوری امت مسلمہ کو مشرک قرار دے کر برطانوی حکومت کے

طے شدہ نشانوں پر بالکل ایک نئے مذہب کی بنا ڈالی ہے۔ گویا کھنقریق بین المسلمین

کی مہم سر کرنے کے لیے نقشہ خود انگریزوں نے بنایا اور قرآن و سنت کی نئی تعبیریں

پیش کر کے اسے زمین پر اسماعیل دہلوی اور ان کے حواریوں نے اتارا۔ لیکن عہد رسالت

سے متواتر چلے آ رہے عقائد و معمولات کے خلاف بنام اسلام کسی نئی آواز کو اٹھانا

آسان نہیں تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ پورے ہندوستان میں اختلاف و انتشار، قتل و غارت گری،

اور حق و باطل کی معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ اس خطرے کا احساس مولوی اسماعیل دہلوی کو

بھی تھا لیکن برطانوی حکومت کی مستحکم پشت پناہی کی وجہ سے کافی حد تک مطمئن تھے۔

تقویۃ الایمان کی شورش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود مصنف لکھتے ہیں:

”گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ (۱۶)

اس عبارت پر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی کا یہ دردناک نوٹ

(۱۴) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۱۹۔

(۱۵) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۸۔

(۱۶) مولوی اشرف علی تھانوی، ازواج ثلاثہ ص: ۸۱۔



ملاحظہ فرمائیے۔

”مولوی اسماعیل دہلوی کی یہ توقع پوری ہوئی، اس سے مسلمانوں میں لڑائی، جھگڑا، قتال، خونریزی ہوئی اور اب تک ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ گھر گھر اختلاف پیدا ہوا۔ بھائی بھائی کا دشمن ہو گیا اور ہورہا ہے۔ رہ گئی یہ توقع کہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس خیال است و محال است و جنوں۔ (۱۷)

پاکستان کے مشہور نقاد محمد حسن عسکری ”تقویۃ الایمان“ پر اسلامیان ہند کی ہنگامہ آرائی کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”یوں تو حالی کے زمانے سے بہت پہلے ”تقویۃ الایمان“ شائع ہو چکی تھی اور اس بات پر پورا غرور برپا ہو چکا تھا کہ رسول کی عزت صرف اتنی کرنی چاہئے، جتنی بڑے بھائی کی۔ (۱۸)

آہ! چند سکول پر دین و ایمان کا سودا کرنے والے یہ نام نہاد قائد کتنے نادان تھے، جنہوں نے ملت اسلامیہ سے غداری کر کے پوری ملت کا شیرازہ اتحاد پارہ پارہ کر دیا۔ اور اب اختلافات کی دیواریں اتنی بلند ہو چکی ہیں کہ انھیں گرانا آسان نہیں۔ اس کی بس ایک صورت نظر آتی ہے کہ ان نئے فرقوں کو حرف غلط کی طرح دل و دماغ سے مٹا دیا جائے اور پوری ملت سر جوڑ کر بیٹھے اور پوری شدت کے ساتھ انھیں عقائد و معمولات کو اختیار کر لے جو ان اختلافات سے پہلے تھے۔ اور جو متواتر طور پر برطانوی حکومت سے پہلے جمہور اہل سنت کے ہر گھر آنگن میں رائج و معمول تھے۔ اے کاش آج عقیدہ عمل کا پھر وہی دور اتحاد پلٹ آتا، جو سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے حضرت نظام الدین اولیا تک تھا اور جس اتحاد کی ریشمی

(۱۷) مفتی محمد شریف الحق امجدی، سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ ص: ۳۷، دائرۃ البرکات گھوسی

(۱۸) محمد حسن عسکری، تارہ یابادبان ص: ۳۰۳ بحوالہ تقدیم ”الوہابیہ“ مجمع المصباحی، مبارکپور

ڈوری میں سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے تمام مشائخ عظام اور مرشدان طریقت بندھے ہوئے تھے۔ اور جن عقائد و معمولات پر خاک ہند کے یہ اکابر اہل سنت متحد و کار بند تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ عبدالحق فرنگی محلی لکھنوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ احمد سعید مجددی رامپوری، علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ عبدالحق فرنگی محلی لکھنوی، علامہ فضل رسول بدایونی، سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی، مفتی ارشاد حسین رامپوری، مفتی غلام رسول قصوری لاہوری، علامہ عبدالقادر بدایونی، مفتی شاہ سلامت اللہ رامپوری، مفتی مظہر اللہ دہلوی، مولانا انوار اللہ حیدر آبادی، سید شاہ علی حسین کچھوچھوی اور امام احمد رضا محدث بریلوی علیہم الرحمہ والرضوان۔ اس مختصر تحریر میں کن کن علما و مشائخ کا ذکر کیا جائے۔ برطانوی حکومت کے اس اختلاف بین المسلمین کی ختم ریزی سے قبل پورے برصغیر کے علما و مشائخ بنیادی عقائد و معمولات میں ہم خیال اور ہم فکر تھے۔ مگر اب تو عالم یہ ہے کہ فرقہ پرستی کی اس جنگ میں بخش گالیوں سے لے کر قتل و غارت گری تک کی قیامت آشوب واردات رونما ہو رہی ہیں۔

دیوبندی مکتب فکر کے ایک عالم مولوی احمد رضا بجنوری ”تقویۃ الایمان“ کی شرائط پر آشوب ندامت بہاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”افسوس ہے کہ اس کتاب ”تقویۃ الایمان“ کی وجہ سے مسلمانان ہند و پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فی صد حنفی المسلک ہیں دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں۔ (۱۹)

جب ”تقویۃ الایمان“ برطانوی حکومت کے اہتمام سے چھپ کر منظر عام پر

آئی تو علما و مشائخ اور عوام میں قیامت صغریٰ برپا ہوگئی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کا خاندان خود دینی علوم کا مرکز اور رشد و ہدایت میں مرجع خلافت تھا۔ اس کتاب کی تردید میں اولین پیش رفت اسی خاندان کی جانب سے ہوئی، شاہ عبدالعزیز (م ۱۲۳۹ھ) اور شاہ عبدالقادر (م ۱۲۴۲ھ) دونوں چچا تھے۔ شاہ مخصوص اللہ (م ۱۲۷۳ھ) اور شاہ محمد موسیٰ دونوں چچا زاد بھائی تھے۔ ان تمام حضرات نے پوری شدت سے مولوی اسماعیل کا بائیکاٹ کیا، سمجھانے کی ہزار کوشش کی، تقریری اور تحریری تردیدیں کیں۔ مناظرے تک کی نوبت آئی مگر تطہیر و اصلاح کی ہر کاوش بے سود ثابت ہوئی۔ سچ ہی کہا ہے کسی اللہ والے نے ”کہ گمراہی اور بدنہی جب کسی کا مقدر بن جائے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے راہ راست پر نہیں لاسکتی۔“ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تو یہاں تک فرمایا:

”میں اس وقت بوڑھا ہو گیا ہوں ورنہ ”تقویۃ الایمان“ کے رد میں بھی ”تحفہ اشاعشریہ“ کی طرح ایک ضخیم کتاب لکھتا۔“

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ایما پر حضرت شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کے ذریعہ مولوی اسماعیل کو یہ پیغام دیا کہ رفع یدین چھوڑ دو۔ اس سے خواہ مخواہ قتنہ پیدا ہوگا۔ مولوی اسماعیل نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت پر عمل کرے گا اسے سوشہید کا ثواب ملے گا۔

اس کے جواب میں شاہ عبدالقادر نے فرمایا:

”بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا۔ مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا، یہ حکم تو اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور مانحن فیہ (زیر بحث مسئلہ) میں سنت کے مقابل خلاف نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیوں کہ جس طرح

رفع یدین سنت ہے یوں ہی ارسال (رفع یدین نہ کرنا) بھی سنت ہے۔“ (۲۰)  
اس پر مولوی اسماعیل دہلوی خاموش ہو گئے مگر رفع یدین ترک نہ کیا اور جب پشاور میں پٹھان علما نے اعتراض کیا تو رفع یدین ترک کر دیا اور سوشہیدوں کے ثواب سے دستبردار ہو گئے۔

پاکستان کے مشہور محقق باغی ہندوستان کے مکملہ نگار ”تقویۃ الایمان“ کے مضر اثرات پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تقویۃ الایمان“ کا منظر عام پر آنا تھا کہ واقعی زبردست اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور سواد اعظم اہل سنت کی طرف سے بیسیوں کتابیں اس کے رد میں لکھی گئیں، اس کتاب نے اختلاف و انتشار کا ایسا دروازہ کھولا کہ ”شورش بھی ہوئی، لڑائی بھڑائی“ بھی ہوئی مگر ٹھیک ہونے کا مرحلہ شاید صبح قیامت تک نہ آ سکے۔ (۲۱)

تقویۃ الایمان کی اشاعت کے بعد احتجاجات اور اختلافات کا بازار گرم ہو گیا تھا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ تقویۃ الایمان اور تحریک وہابیت کے رد میں لکھی جانے والی کتابوں کی ایک مختصر فہرست پیش خدمت ہے:

- ۱۔ معید الایمان از مولانا مخصوص اللہ دہلوی بن شاہ رفیع الدین دہلوی
- ۲۔ تحقیق الفتوی فی ابطال الطغویٰ از مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی
- ۳۔ حجۃ العمل فی ابطال الخلیل از مولانا محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی
- ۴۔ سیف الجبار از مولانا فضل رسول بدایونی
- ۵۔ الدر السنیۃ فی الرد علی الوہابیہ از شیخ سید احمد بن زینی دحلان مفتی مکہ
- ۶۔ سیوف البارۃ علی رؤس الفاسقہ از امام الفقہاء محمد عبداللہ خراسانی

(۲۰) مولوی اشرف علی تھانوی، حکایات اولیا (ارواح مثالیہ) ص: ۱۱۹-۱۲۱ دارالاشاعت کراچی  
(۲۱) از علامہ عبدالحکیم شرف قادری، لاہور، مکملہ باغی ہندوستان، ص: ۳۲۹۔ مجمع الاسلامی مبارکپور

- ۷۔ تنزیہ الرحمن عن شایبہ الکذب والنقصان از مولانا احمد حسن کانپوری خلیفہ شاہ امد اللہ
- ۸۔ شرح الصدور فی دفع الشرور از مولانا مخلص الرحمن اسلام آبادی چانگامی
- ۹۔ میزان عدالت فی اثبات شفاعت از مولانا محمد سلطان کنکی
- ۱۰۔ ہادی المضلین از مولانا کریم اللہ دہلوی
- ۱۱۔ از الہ الشکوک از مولانا حکیم فخر الدین الہ آبادی
- ۱۲۔ شرح تحفہ محمدیہ فی رد فرقتہ المرتدہ از مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی
- ۱۳۔ ذوالفقار حیدری علی اعناق الوہابیہ از مولانا سید حیدر شاہ کچھ بھوج گجرات
- ۱۴۔ رسالہ تحقیق توحید و شرک از مولانا محمد حسن پشاور
- ۱۵۔ رسالہ حیات النبی از شیخ محمد عابد سندھی استاذ عربی مدینہ منورہ
- ۱۶۔ گلزار ہدایت از مولوی صبغۃ اللہ مفتی مدراس
- ۱۷۔ سلاح المؤمنین فی قطع الخارجین از مولانا سید لطف الحق قادری بٹالوی
- ۱۸۔ تحفۃ المسلمین فی جناب سید المرسلین از مولانا عبد اللہ سہارنپوری
- ۱۹۔ رسم الخیرات از مولانا ظلیل الرحمن یوسفی مصطفیٰ آبادی
- ۲۰۔ سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح از مولانا تراب علی لکھنوی
- ۲۱۔ سفینۃ النجات از مولانا محمد اسلمی مدراسی
- ۲۲۔ نظام الاسلام از مولانا محمد وجیہ مدرس مدرسہ کلکتہ
- ۲۳۔ تنبیہ الفضائلین و ہدایت الصالحین جامع فتاویٰ علماء دہلی و حرمین شریفین
- ۲۴۔ قوۃ الایمان از مولانا کرامت علی جوہر
- ۲۵۔ حقائق الحق از مولانا سید بدر الدین الموسوی حیدر آبادی
- ۲۶۔ خیر الزاد لیوم المعاد از مولانا ابو العلیٰ خیر الدین مدراسی
- ۲۷۔ نعم الانتباہ لدفع الاشتباہ از مولانا معلم ابراہیم خطیب جامع مسجد بمبئی

- ۲۸۔ دفع البھتان فی رد بعض الاحکام تنبیہ الانسان از مولانا محمد یونس مترجم عدالت شاہی
- ۲۹۔ ہدایت المسلمین الی طریق الحق والیقین از قاضی محمد حسین کوفی
- ۳۰۔ آفتاب محمدی از مولانا فقیر محمد چہلمی پنجابی
- ۳۱۔ گفتگو جمعہ (محمد شاہ وہابی سے مناظرہ) از مولانا قاضی فضل احمد نقشبندی مجددی پنجابی
- ۳۲۔ میزان الحق از مولانا قاضی مفتی احمد نقشبندی مجددی پنجابی
- ۳۳۔ انوار آفتاب صداقت از مولانا قاضی فضل احمد مجددی
- ۳۴۔ امتناع الظہیر از علامہ فضل حق خیر آبادی
- ۳۵۔ بوارق محمدیہ از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی
- ۳۶۔ المعتقد المعتقد از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی
- ۳۷۔ تلخیص الحق از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی
- ۳۸۔ احقاق الحق و ابطال الباطل از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی
- ۳۹۔ سوط الرحمن علی قرۃ الشیطان از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی
- امام احمد رضا بریلوی ان کے تلامذہ و خلفاء اور عہد حاضر کے دیگر علما کی تصانیف اس فہرست میں شامل نہیں، واضح رہے کہ ان کتابوں میں اکثر وہ ہیں جو ایک صدی یا اس سے قبل کی ہیں۔ علامہ فضل خیر آبادی، شاہ محمد موسیٰ دہلوی، شاہ مخصوص اللہ دہلوی اور شاہ فضل رسول بدایونی وغیرہ سینکڑوں علما نے اسمعیل دہلوی کے دور ہی میں تقریر و تحریر سے زبردست تردید کر لی۔
- جامع مسجد بلی میں ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ بروز منگل بوقت صبح مولوی عبدالحی ترجمہ بیان کر رہے تھے اس مجلس میں مولوی اسمعیل دہلوی بھی تھے، اسی دوران علماء اہلسنت کا ایک در جامع مسجد پہنچا جس میں مولانا رشید الدین خاں، علامہ فضل حق،



مولانا مخصوص اللہ دہلوی، مولانا موسیٰ دہلوی، مولانا محمد شریف، مولانا عبداللہ انخوشیر محمد تھے۔ ان علمائے کرام نے عبید اللہ نامی ایک طالب علم کے ذریعہ اپنے کسی فتوے پر مولوی عبدالحی سے تصدیق کرانا چاہی، کہ تمام علمائے دہلی کی تصدیقات حاصل ہو چکی ہیں آپ بھی تصدیق کر دیجئے۔ مولوی عبدالحی نے صاف انکار کر دیا کہ میں کچھ نہیں جانتا طالب علم نے کہا کہ آپ یہی لکھ دیجئے کہ میں کچھ نہیں جانتا لیکن جب ہزار اصرار کے بعد یہ بھی نہیں لکھا تو مولانا مفتی شجاع الدین خاں نے آگے بڑھ کر فرمایا آپ کے نت نئے عقیدوں سے پوری دہلی میں انتشار و اختلاف پیدا ہو گیا ہے، ان حالات میں اس کا فیصلہ ضروری ہے اس کے بعد مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی عبدالحی نے گول مول گفتگو کی اور اٹھ کر جانے لگے مولانا رحمت اللہ صاحب نے مولانا اسماعیل دہلوی سے کہا کہ آپ علما دہلی کے اس متفقہ فتوے پر دستخط کیوں نہیں کرتے اس پر مولوی اسماعیل دہلوی نے کہا میں کسی کا ملازم نہیں اور گھبرا کر اپنے حامیوں سے کہا جاؤ و تو اوال کو بلاؤ یہ مجھ پر سختی کر رہے ہیں علما اہلسنت نے سخت نوٹس لیتے ہوئے کہا آج سے اپنے گمراہ کن عقائد کی تشہیر و اشاعت بند کیجئے ورنہ اسی جگہ انہی مناظرہ کیجئے مگر مولانا اسماعیل نے ایک نہ سنی اور وہاں سے انتہائی شرمساری اور ناکامی کے ساتھ چل دیئے اور مناظرہ کرنے کی ہمت نہ کر سکے اس کے بعد یہ خبر دہلی بھر میں گشت کر گئی کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد سلف صالحین اور مشائخ اہلسنت کے خلاف ہیں اور اس کے بعد اہل دہلی نے ان کی تقریروں کا بائیکاٹ شروع کر دیا اور بقول آغا شورش کاشمیری قریب ایک ماہ دہلی میں ان کی کوئی تقریر نہیں ہوئی لیکن پھر انگریز حکمرانوں نے اپنے حاکمانہ اثبات کا استعمال کیا اور مولوی اسماعیل دہلوی کی تقریر کرنے کے لئے مواقع فراہم کئے۔

مولوی اسماعیل دہلوی کے ہم درس مولانا منور الدین نے بھی مولوی اسماعیل

کے رد میں متعدد کتابیں لکھیں اور جامع مسجد دہلی میں مولوی اسماعیل دہلوی سے مناظرہ کیا، مولانا منور الدین اپنے عہد کے بھر اساتذہ اور ممتاز عالم دین تھے، ان کے تبحر علمی کی شہرت جب بوئے گل کی طرح پھیلی تو شاہ عالم ثانی نے انھیں ”رکن المدرسین“ بنا دیا۔ رکن المدرسین کا منصب اس وقت سب سے بڑے استاذ اور کثیر التلاذذہ شخصیت کو دیا جاتا تھا بقول آغا شورش کاشمیری ”مولانا منور الدین نہایت درجہ کے خوددار اور علم مست انسان تھے، امراء کے ہاں بالکل نہ جاتے نواب جھجھو نے ہر چند چاہا کہ ان کے بیٹے کی شادی میں چند لمحوں کے لئے آجائیں، اکبر شاہ ثانی سے سفارش کرائی لیکن ہرگز نہ مانے ”مدرسہ عالیہ کلکتہ“ کے پرنسپل مولانا سعید الدین، علامہ فضل حق خیر آبادی کے والد علامہ فضل امام خیر آبادی اور علامہ فضل رسول بدایونی وغیرہ اساتذہ روزگار ان کے شاگرد تھے، مولانا منور الدین جناب ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین کے حقیقی نانا اور مربی و استاذ تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اپنے پرانا نا حضرت علامہ منور الدین علیہ الرحمہ کے تعلق سے لکھتے ہیں:

”مولانا اسماعیل شہید مولانا منور الدین (متوفی ۱۳۳۳ھ) شاگرد رشید

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہم درس تھے، شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے

بعد جب انھوں نے ”تقویۃ الایمان“ اور ”جلاء العینین“ لکھی اور ان کے مسلک کا

ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں اپیل مچ گئی۔

ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منور الدین نے

دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد دہلی میں کیا علمائے

ہند سے فتویٰ مرتب کرایا پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ

انھوں نے ابتدا میں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق شاہ عبدالعزیز کے داماد مولانا عبدالحی

کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا، لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ خود ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علمائے دہلی۔ (۲۲)

قطب بنارس حضرت مولانا مفتی رضا علی بناری تاریخ ہند کے مقتدر علمائے کرام میں گزر رہے ہیں جب ان کے عہد میں فتنہ وہابیت نے زور پکڑا تو لوگ ذہنی کش مکش میں مبتلا ہونے لگے، اسماعیل دہلوی کی زندگی میں ہی قطب بنارس کی بارگاہ میں مولوی اسحق دہلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے تعلق سے استفتا کیا گیا آپ نے اس کا انتہائی معلومات افزا اور محققانہ جواب سپرد قلم فرمایا جو اسی دور میں ایک اشتہار کی شکل میں شائع ہوا۔ یہ فتویٰ ہمارے اس دعوے کی واضح اور ناقابل شکست دلیل ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں مذہبی افتراق و انتشار کا آغاز مولوی اسماعیل دہلوی کی کتب و نظریات سے ہوا۔ سوال و جواب کی عبارت حسب ذیل ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی و ترجمہ: مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی اسحق دہلوی  
مولوی اسحق دہلوی در عقائد  
چگونہ اند و حال تصانیف ایشان  
اعنی "تقویۃ الایمان" و مسائل  
اربعین و مائة مسائل و صراط  
مستقیم و تنویر العینین و ایضاح  
الحق و غیرہ چگونہ اند؟ موافق  
عقائد اہلسنت اند یا خلاف آن؟  
بینوا توجروا۔

اب ذرا دل و دماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ مولوی اسماعیل دہلوی کے معاصر

اب بنارس کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

”احوال مولوی اسحق دہلوی (مشہور بالمہاجر) یہ ہے کہ ان کی ”مأۃ مسائل“ و ”مسائل اربعین“ جو تالیف ہوئی ہے اس میں اول تو جا بجا تحالف ہے اور اکثر مسائل ان دونوں کے خلاف عقائد اہلسنت و جماعت ہیں۔

چنانچہ رد مسائل ”اربعین“ میرے پیرو مرشد حضرت شاہ احمد سعید بن ابوسعید المجد دی نقشبندی المظہری نے لکھا ہے۔ وہ میرے پاس موجود ہے۔ نام اس کا ”تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین“ ہے مدینہ شریف میں میں نے اس کو پایا ہے۔ حضرت صاحب موصوف سے مجھ کو ملی ہے۔

اور رد ”مأۃ مسائل“ بہت لوگوں نے لکھی ہے چنانچہ ایک رد شا جہاں آباد میں ہوئی ہے اور مطبوع بھی ہوئی ہے۔ اور ایک کتاب مسیحی ”صحیح المسائل“ رد ”مأۃ مسائل“ میں چھپی ہے۔ مولوی مخصوص اللہ پسر مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ، انھوں نے بھی رد ان کے مسائل اور عقائد کی لکھی ہے۔ اور رد ”تقویۃ الایمان“ مولوی اسماعیل دہلوی بھی لکھی ہے، نام اس کا ”معید الایمان“ رکھا ہے۔ مجھ سے مولوی مخصوص اللہ صاحب سے دہلی میں ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا کہ رد باب مولوی اسماعیل دہلوی آپ کیا فرماتے ہیں؟ کہا کہ اس کو ہم لوگوں نے بہت سمجھایا، نہیں مانا اور جتنا ہندوستان میں فتنہ پھیلا ہے اس کی ذات سے پھیلا ہے۔ انھی

کتاب تحقیق الحقیقہ کہ اس کا نام تاریخی ہے احوال میں مولوی اسماعیل اور مولوی اسحق دہلوی کی تالیف ہوئی، اور مطبوع مطبع محبوبی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے مولوی مخصوص اللہ صاحب نے۔

”اس کا رسالہ تقویۃ الایمان عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ کا ہے اور مفسد اور غاوی اور مغوی ہے۔ حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ دو شخص

مولوی اسماعیل اور مولوی اسحق ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق نیتوں اور حیثیتوں کا اور اعتقادوں اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافتوں کا نہ رہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے امتیاز حق و باطل کا علم ان کے سینوں سے محفوظ فرمایا تھا مانند قول مشہور۔  
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

ایسے ہی یعنی زندیقی ہو گئے۔ اٹھی

اس ”تحقیق الحقیقہ“ کے صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے کلام مولوی مخصوص اللہ کا کہ:

”بڑے عم بزرگوار میرے اعمیٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نایبائی سے معذور ہو گئے تھے۔ اس کو یعنی تقویۃ الایمان کو سنا فرمایا کہ اگر میں بیمار یوں سے معذور نہ ہوتا تو ”تحفہ ثنائی عشریہ“ کا سا اس کا بھی رد لکھتا۔ اٹھی

اور بھی ”مأۃ مسائل“ اور مسائل اربعین میں بہت سی باتیں خلاف عقائد اہل سنت لکھی ہیں اور اکثر علما کے دستخط اور مہر اور پر اغلاط اور تحریفات ”مسائل اربعین“ کے ہوئے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۲۲ ”تحقیق الحقیقہ“ میں اسامی ان علماء کے موجود ہیں اعمیٰ (۱) مفتی صدر الدین صاحب (۲) مولوی مخصوص اللہ صاحب (۳) مولوی حضرت شاہ احمد سعید مجددی نقشبندی (۴) حکیم امام الدین خاں صاحب (۵) مولوی سید محمد صاحب مدرس اول (۶) مولوی دیدار بخش صاحب (۷) مولوی کریم اللہ صاحب (۸) مولوی حسن الزماں صاحب (۹) قاضی محمد علی صاحب (۱۰) مولوی احمد الدین صاحب دہلوی (۱۱) مولوی فرید الدین صاحب (۱۲) مولوی محمد عمر صاحب (۱۳) مولوی عبدالرحمن صاحب وغیرہم۔ ان میں اکثر علما سے مجھ سے دہلی میں ملاقات ہوئی۔ اور در باب مولوی اسماعیل دہلوی کے حضرت پیر و مرشد میرے حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے بھی رد ”تقویۃ الایمان“ لکھی ہے اور مولوی صدر الدین صاحب نے بھی لکھا ہے۔ منتہی المقال

اور علمائے بریلی نے بھی لکھا ہے رد ”تقویۃ الایمان“ کا مسکب ”صحیح الایمان“ ملائے راہپور نے متعدد رد تقویۃ الایمان لکھی ہے، لکھنؤ وحید راہد و مدراس نے بھی رد لکھی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱ ”تحقیق الحقیقہ“ میں مذکور ہے:

”اور مولوی سلطان کنکی نے رد ”تقویۃ الایمان“ لکھی۔ نام اس کا ہے ”تنبیہ القرو“ اور حاجی مولوی سید حکیم فخر الدین الہ آبادی نے بھی بالفعل چند عرصہ ہوا کہ رد ”تقویۃ الایمان“ مسکب ”ازالۃ الخلوک“ لکھا ہے۔ اور مولوی فضل حق خیر آبادی نے مولوی اسماعیل کو کافر لکھا ہے۔ اس واسطے کہ یہ شخص بڑا بے ادب ہے۔ در باب پیغمبر خدا ﷺ کو تقویۃ الایمان میں لکھا جو کچھ لکھا اٹھی۔ اور مولوی ملک علی نانوتوی نے رد تقویۃ الایمان لکھا ہے اور نام اس کا تقویۃ الایمان ساتھ ف کے یعنی فوت کرنے والا ایمان کا لکھا ہے۔ اس واسطے کہ وقت تالیف کے مولف تقویۃ الایمان کی قلم سے مسودہ میں تقویۃ الایمان ساتھ ف کے لکھی گئی۔ ولھذا نقل مشہور و مرقوم فی الرسائل۔

حضرت پیر و مرشد صاحب سے میں نے در باب مولوی اسماعیل دہلوی کے پوچھا مدینہ شریف میں فرمایا کہ ”ان کو میں اور تمام علمائے دہلی نے جامع مسجد دہلی میں قائل کیا، انھوں نے اقرار کیا کہ میں تقویۃ الایمان میں اصلاح دیدوں گا۔ اور مقام ٹونک میں حضرت فرماتے تھے کہ میرے حضرت پیر و مرشد کہا کرتے تھے کہ جس قدر بے دینی اور بد اعتقادی اور فساد دین محمدی ہندوستان میں ہوا، مولوی اسماعیل کی ذات سے ہوا۔

اور علمائے حریمین نے ان کے کفر پر اور عبدالوہاب نجدی (محمد بن عبدالوہاب نجدی) کے کفر پر فتوے لکھے ہیں اکثر مطبوع ہو گئے ہیں، تھوڑے سے ”تحفہ محمدیہ شرح اردو فرقہ مرتبہ“ میں مطبوع بنگلور اور بمبئی میں آخر میں مندرج ہیں اور بہت عقائد باطلہ ان کے لکھے ہیں اور لکھا ہے اس میں اور کتب میں کہ عقائد مولوی اسماعیل دہلوی



برابر کتاب التوحید نجدی کے ہیں اور تقویۃ الایمان ان کی مطابق اُنعل بالعل کتاب التوحید نجدی ہے۔

اور فقیر کا تب حروف کا تجربہ ہے کہ جہاں تقویۃ الایمان کا چرچا پھیلا جوتی پیزار چلی خدا جانے کس وقت منحوس میں تالیف ہوئی ہے اور نشان وہابیہ کا اعتقاد تقویۃ الایمان، صراط مستقیم اور تنویر العینین مولوی اسماعیل دہلوی اور مسائل اربعین اور مائة مسائل مولوی اسحاق دہلوی ہے۔

یہ سب کارستانیوں ان کی معلوم ہوتی ہیں اور تحقیق الحقیقہ وغیرہ میں بہت احوال ان دونوں صاحبوں کے مندرج ہیں۔

اجابہ الحقیقہ الفقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی الفادری النقبندی المجددی الاحمدی العمری۔ کان اللہ لہ واصلاح حالہ واحسن مآلہ۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کی شخصیت اپنے عہد میں نابخر روزگار تھی بڑے بڑے اہل دین و دانش آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے بحر ناپیدا کنار تھے۔ بلکہ علوم عقلیہ میں تو ہندوستان بھر میں آپ کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بانی سر سید احمد خاں لکھتے ہیں:

”جمع علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انھیں کی فکر عالی نے بنا ڈالی ہے۔ علمائے عصر بل فضلائے دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگروہ اہل کمال کے حضور میں بساط مناظرہ آراستہ کر سکیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ جو لوگ (اپنے) آپ کو یگانہ نہ سمجھتے تھے جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا، دعوایے کمال کو فراموش کر کے نسبت شاگردی کو اپنا فخر سمجھے۔ (۲۳)“

حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

(۲۳) سر سید احمد، مقالات سر سید حصہ شانزدہم ص: ۱۳۸۔ مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور۔

احد الاساتذۃ المشورین لم (علامہ فضل حق خیر آبادی) مشہور استاذ تھے ان کے عہد میں فنون حکمیہ اور علوم عربیہ میں ان کا نظیر فی زمانہ فی الفنون حکمیۃ والعلوم العربیۃ (۲۴)

اسی ریکانہ روزگار شخصیت نے مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے بعض ان مقامات کا تفصیلی رد لکھا جو مسئلہ شفاعت مصطفیٰ کے تعلق سے تھے۔ اور ان میں بارگاہ رسول میں سخت گستاخیوں کا ارتکاب کیا تھا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے اپنی کتاب کا نام ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ رکھا۔ علامہ موصوف اپنی کتاب کے آخر میں مولوی اسماعیل دہلوی کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”جواب ثالث: این است کہ قائل این کلام لا طائل از روے شرع مبین بلا شبہ کافر و بے دین است۔ ہرگز مومن و مسلمان نیست و حکم او شرعاً قتل و تکفیر است و ہر کہ در کفر و شک آرد و تردد دارد یا این استخفاف را سہل انگارد کافر و بے دین و نامسلمان و لعین است الا در کفر و بے دینی کمتر است از کہے کہ این کلام ضلالت نظام را صواب و مستحسن پندارد و اعتقاد این کلام را از اعتقاد ضروریہ دین شارد و آں کس در کفر با قائل ہمسر بلکہ در استخفاف از وبال اتراست۔ چہ ادا استخفاف آنحضرت ﷺ و سایر انبیاء و ملائکہ و اولیاء را مستحسن و اشت و آں را از ضروریات دین پنداشت۔ (۲۵)

ترجمہ: تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بیہودہ کلام کا قائل از روے شرع مبین یقیناً کافر اور بے دین ہے، ہرگز مومن اور مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک و شبہ کرے یا استخفاف کو معمولی جانے کا کفر، بے دین، غیر مسلم اور لعین ہے۔ لیکن کفر و بے دینی میں اس شخص سے کم جو اس گمراہانہ کلام کو قابل تحسین جانتا ہے اور اس کلام کے اعتقاد کو ضروریات دین میں شمار کرتا ہے

(۲۴) حکیم عبدالحی لکھنوی، نزہۃ الخواطر

(۲۵) علامہ فضل حق خیر آبادی، تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، مطبع قادریہ لاہور ص: ۳۳۴

ایسا شخص کفر میں قائل کے برابر ہے۔ بلکہ استخفاف میں اس سے بھی بڑھ کر ہے، کیوں کہ اس نے نبی اکرم و دیگر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء علیہم السلام کے استخفاف کو مستحسن جانا، اور اسے ضروریات دین سے شمار کیا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کے اس تکفیری فتوے پر ملک کے صف اول کے سترہ علما کرام نے تصدیق فرمائی۔ تصدیق کنندگان علما کرام کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ حضرت مولانا المتوکل علی اللہ محمد شریف
- ۲۔ حضرت مولانا حامی احمد
- ۳۔ حضرت مولانا حیات الآری
- ۴۔ حضرت مولانا کریم اللہ
- ۵۔ حضرت مولانا محمد رشید الدین
- ۶۔ حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی
- ۷۔ حضرت مولانا محمد رحمت
- ۸۔ حضرت مولانا عبدالحق
- ۹۔ حضرت مولانا عبد اللہ
- ۱۰۔ حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ
- ۱۱۔ حضرت مولانا خادم محمد
- ۱۲۔ حضرت مولانا احمد سعید مجددی (۲۶)
- ۱۳۔ حضرت مولانا محمد شریف
- ۱۴۔ حضرت مولانا مفتی صدر الدین (۲۷)
- ۱۵۔ حضرت مولانا محمد حیات
- ۱۶۔ حضرت مولانا رحیم الدین
- ۱۷۔ حضرت مولانا محبوب علی

واضح رہے کہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کا یہ نظریہ وقتی نہیں تھا بلکہ بحالت اسیری انڈمان جاتے ہوئے اپنے شاگرد مولانا قلندر علی زبیری کو خاص طور پر نصیحت کی: ”میں ”تقویۃ الایمان“ کا بالاستعاب رو نہیں کر سکا اس لیے یہ کام تم سرانجام دینا۔“

(۲۶) مولانا احمد سعید مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاذ ہیں۔ تذکرۃ الرشید اول ص ۳۱

(۲۷) حضرت مولانا ناصر الدین صاحب مولانا ابوالکلام آزاد کے والد اور مولوی قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی کے استاذ ہیں۔ تذکرۃ الرشید اول ص ۳۱-۳۲

میری اس تحریر کا بنیادی نقطہ نظریہ ہے کہ ”تقویۃ الایمان“ برطانوی حکومت کے اشارے پر ان کے اسلام دشمن مقاصد کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس لیے اس کی اشاعت اور دور دور تک پھیلانے میں انگریزوں نے اپنی بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ یہ ان کتابوں میں سے ہے جن کی اشاعت کے لئے انگریزوں نے اہتمام کیا۔ انگریزوں نے سب سے پہلے بنگال، بہار، اور اڑیسہ میں قدم جمائے تھے۔ کلکتہ ان کی حرکت و عمل کا مرکز تھا اس لیے ان کی زیر سرپرستی ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۸ء میں کلکتہ میں ”تقویۃ الایمان“ شائع ہوئی۔ جب کہ اس سے قبل ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۳ء میں مولوی اسماعیل دہلوی کی دوسری تصنیف ”صراط مستقیم“ بھی کلکتہ سے چھپ چکی تھی۔ (۲۸)

ڈاکٹر قمر النسا اپنے پی ایچ ڈی کے عربی مقالہ، بعنوان ”العلامہ فضل حق الخیر آبادی میں رقم طراز ہیں:

شاع کتاب ”تقویۃ الایمان“ اولاً من اشیاتک سوسائٹی Royal Asiatic Society وقد اعترف البروفیسر محمد شجاع الدین (المتوفی ۱۹۶۵ء) رئیس قسم التاریخ بکلیہ دیال سنگھ بلاہور فی مکتوبہ الی البروفیسر خالد البرنی بلاہور، ان الاتجلیزین قد وزعوا کتاب تقویۃ الایمان بغیر ثمن (۲۹)

ترجمہ: ”تقویۃ الایمان“ پہلی بار رائل ایشیاتک سوسائٹی (کلکتہ) نے شائع کی، پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ، دیال سنگھ کالج لاہور نے اپنا ایک خط پروفیسر خالید برنی کو لکھا، جس میں یہ اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے ”تقویۃ الایمان“ مفت تقسیم کی۔

اب ذرا آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ یہ رائل ایشیاتک سوسائٹی

(۲۸) نیشنل بک ٹرسٹ کا خبر نامہ شمارہ چوتھا سال ارجنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء نیشنل بک ٹرسٹ دہلی

(۲۹) ڈاکٹر قمر النسا حیدر آباد، العلامہ فضل حق الخیر آبادی، ص: ۱۸۷-۱۸۸۔ المکتبۃ القادریہ لاہور

جو انگریزوں کا ادارہ تھا ان تئیکٹ کے پجاریوں کو تو حید خالص کی اشاعت کے پس پردہ کون سا فائدہ نظر آیا اور وہ بھی صرف چھاپی نہیں بلکہ مفت تقسیم کی۔ کیا اب بھی مجھے اپنے اس مدعا پر مزید کسی دلیل کی ضرورت ہے کہ انگریزوں نے جن مقاصد کے لیے یہ کتاب لکھوائی تھی ان مقاصد کے لیے یہ ایک کامیاب حربہ تھا جو سچے دیندار اور خوش عقیدہ مسلمانوں پر آزمایا گیا۔ اور ان میں انتہائی بدترین جنگ چھڑ گئی اور یہ جنگ برطانوی حکومت کے استحکام میں کافی حد تک مفید اور معاون ثابت ہوئی۔

اسی پر بس نہیں بلکہ عالمی سطح پر اس کتاب کے مضراثرات کو عام کرنے کے لیے لندن سے اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا گیا۔ جو قوم عہد رسالت سے آج تک مسلسل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بدترین سازشیں رچاتی رہی ہے اور اسلام کے غلبہ حق کو سرنگوں کرنے کے لیے دولت سے لے کر حسن تک کی بے دریغ قربانیاں دیتی رہی ہے اس عیار قوم کے سامنے وہ کون سے فوائد تھے جن کو حاصل کرنے کے لیے ۱۸۲۵ء میں ”تقویۃ الایمان“ کو لندن سے شائع کرنا پڑا۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بانی سر سید احمد خاں لکھتے ہیں؟

”جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں ساتویں کتاب ”تقویۃ الایمان“ ہے چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ جلد ۱۲/ ۱۸۲۵ء میں چھپا۔ (۳۰)

تاریخ و ہدایت پر گہری نظر رکھنے والے ایک مفکر لکھتے ہیں:

”انگریزوں نے ’پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو‘ کے آزمودہ حربے کو استعمال میں لاتے ہوئے مسلمانوں کے مسلمہ معتقدات کے خلاف ”تقویۃ الایمان“ لکھوائی اس مقصد کے لیے توحید کے نام پر رسالت مآب ﷺ سے محبت کو کم کیا گیا۔ دوسرے بہت

سے لوگوں کے علاوہ مولوی اسماعیل دہلوی کی ان کوششوں کا مولانا فضل حق خیر آبادی نے جواب دیا۔ مسلمانوں کے دو طبقے ہو گئے ایک نے اسلام کے اجتماعی مفاد میں کام کیا، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور دوسرے طبقے نے لوگوں کو دین کی اصل سے ہٹانا چاہا، حضور ﷺ سے محبت کم کر کے اسلام کے لیے قربانیاں دینے کا جذبہ ختم کر دینے کی سازش کی۔“ (۳۱)

یہ حقیقت تو مضبوط دلائل سے پورے طور پر واضح ہو گئی کہ ”تقویۃ الایمان“ اسلام کے مقدس افکار و نظریات سے ہٹ کر بالکل نئے اور خود ساختہ افکار و نظریات کا مجموعہ ہے اور مسلمانوں کو ان کی قدیم اور متواتر ڈگر سے ہٹانا اور باہم لڑانا اس کا بنیادی مقصد تھا اس حقیقت کا اعتراف مولوی اسماعیل دہلوی کے حقیقی چچا زاد بھائی شاہ مخصوص اللہ دہلوی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

”جس رسالے اور جس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی پھیلے، اور خلاف انبیاء و اولیاء کے ہو، وہ گمراہ کرنے والا ہوگا یا ہدایت کرنے والا ہوگا۔ میرے نزدیک اس رسال ”تقویۃ الایمان“ کا اعمال نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور اس کا بنانے والا فتنہ گر، مفسد، نراوی اور مغوی ہے۔“ (۳۲)

انگریزوں کا پہلا مقصد تو مسلمانوں میں اختلاف پھیلانا تھا اور اس کے بعد اپنے ہم نواؤں اور غلاموں سے قوم مسلم کے دلوں سے انگریزوں کے خلاف جہاد کا جذبہ جنوں خیز فرو کرنا تھا۔ آپ اب تک جو شواہد پڑھ رہے تھے ان سے یہ حقائق پورے طور پر واضح ہو گئے کہ افتراق بین المسلمین کا کام پہلے ہوا۔ پھر جب مسلمان باہم دست و گریباں ہو گئے تو انگریزوں کے خلاف جہاد ختم کرنے کی منظم مہم شروع کی یہ بجائے

(۳۱) مولانا عبدالحکیم شرف قادری، ہیکل باغی ہندوستان ص: ۴۳۰، مطبوعہ مجمع الاسلامی محمد آباد

(۳۲) حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی، تحقیق الحقیقہ، مطبوعہ بمبئی ۱۲۶ھ



خود تفصیلی اور انتہائی دردناک بحث ہے۔ ہم ذیل میں صرف چند شواہد پر اکتفا کرتے ہیں واضح رہے کہ اس مہم میں اسماعیل دہلوی کے ساتھ ان کے پیر سید احمد رائے بریلوی بھی شانہ بشانہ تھے۔

مولوی اسماعیل کے جانثار اور وفادار قلم کار محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:

”یہ بھی صحیح روایت ہے ہاشائے قیام کلکتہ میں جب ایک دن مولانا محمد اسماعیل شہید وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے درو،

ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔“ (۳۳)

یہ ہے اس مفتی برٹش کافتویٰ، یہ زبان و قلم کی بد مستی یونہی نہیں تھی بلکہ یہ نشہ جاہ برطانیہ کا تھا۔ مولوی ابوالحسن ندوی نے یہ انکشاف بھی کر دیا۔ جناب لکھتے ہیں:

”مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کے مجاہدین کو انگریز بہادر برٹش حکومت غلہ اور سامان فراہم کرتی تھی۔“ (۳۴)

اب برطانوی حکومت کے سرگرم مبلغ سید احمد رائے بریلوی کی ایمان فروشی کی

داستان بھی ملاحظہ فرمائیے۔ غیر مقلد عالم مولوی عبدالرحیم صادق پوری لکھتے ہیں:

”سید صاحب کی برابر یہ روش رہی کہ ایک طرف لوگوں کو سکھوں کے مقابل آادہ جہاد کرتے اور دوسری جانب حکومت برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو اس کے مقابلے سے روکتے۔“ (۳۵)

انھیں امی لقب سرتاج علمائے دیوبند کے بارے میں ”توارخ عجیبہ“ کے مصنف

(۳۳) سوانح احمد، محمد جعفر تھانیسری ص: ۷۳ مطبوعہ دہلی

(۳۴) سیرت سید احمد، حصہ اول۔ از علی میاں ندوی ص: ۱۹۰۔

(۳۵) الدر المنثور، از مولوی عبدالرحیم صادق پوری ص: ۲۵۲

لکھتے ہیں:

”سید صاحب کا سرکار انگریز سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا بلکہ انگریز کی یاری پر ایسا ناز تھا کہ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔“ (۳۶)

سید احمد رائے بریلوی برطانوی حکومت کو اپنی عملداری کیوں سمجھتے تھے۔ یہ راز

بھی ان کے ایک معتقد نے بھری بزم میں فاش کر دیا:

”انگریز حکومت نے سید احمد رائے بریلوی کو جہاد کے لیے سات ہزار کی ہنڈی

پیش کی۔“ (۳۷)

سید احمد رائے بریلوی سیاسی اعتبار سے ہی گمراہ نہیں تھے بلکہ اسماعیل دہلوی کی

تحریکوں پر اپنا دین و مذہب بھی انگریز سامراجوں کے ہاتھوں گروی رکھ چکے تھے

انھوں نے بھی قدیم روایتوں کو ترک کر دیا تھا ان کے سامنے اب برطانوی حکومت کے

طے شدہ خطوط تھے۔ انھیں پر وہ خود چل رہے اور انھیں پر اپنے مریدین و معتقدین کو

چلنے کی ہدایت کرتے تھے۔ ان کی ذہنی فریب خوردگی کی ہوش ربا اور گمراہ کن داستان

انھیں کی زبانی سنئے:

”چاروں فقہاء کے مذہب میں سے کوئی مجھے پسند نہیں۔ مشہور طریق اولیاء اللہ

میں کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں۔“ (۳۸)

یہ تو ایک مسلم حقیقت ہے کہ یہ دہلوی اور رائے بریلوی مسلسل انگریزوں کی

حمایت میں سرگرم رہے اور جو علمائے کرام انگریزوں سے نبرد آزما تھے وہ ان کے ختمخالف

اور اسلام کے حقیقی نظریات کے حامل تھے۔

(۳۶) منشی محمد جعفر تھانیسری، توارخ عجیبہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص: ۲۱۲۔

(۳۷) منشی محمد جعفر تھانیسری، توارخ عجیبہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص: ۸۹۔

(۳۸) حیات سید احمد شہید ص: ۱۵۳-۱۵۴

محمد اسماعیل پانی پتی لکھتے ہیں:

”ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے میں وہ سب کے سب علمائے کرام شامل تھے جو عقیدہ حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسماعیل کے شدید ترین دشمن تھے۔ اور جنہوں نے حضرت شاہ اسماعیل کے رد میں بہت سی کتابیں لکھیں ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی ہے۔“ (۳۹)

اب یہ حقیقت پورے طور پر ذہن نشین ہو چکی ہوگی کہ برطانوی حکومت اپنے سیاسی استحکام کے لیے ملک و ملت کے غداروں سے جو کام لینا چاہتی تھی اس کا آغاز تقویۃ الایمان، اور سید احمد رائے بریلوی کے ہنگامہ بالا کوٹ سے ہو چکا تھا۔ مگر یہ خون کے آنسو لا دینے والا ایمان فروشی کا سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہوا۔ ابھی برطانوی حکومت کو مزید غداروں کی ضرورت تھی۔ کیوں کہ علمائے حق اور غیور مسلمان اب ان غداران دین و وطن کی سازشوں سے کافی حد تک آشنا ہو چکے تھے۔ اور انگریزوں کو قوم مسلم کے فکر و مزاج کے بدلنے کے لیے اپنی طاقت اور زمین و دوز سازشوں کا استعمال ناگزیر تھا۔

انگریزوں کی پریشانی کا اندازہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی کتاب ”ہمارے ہندوستانی مسلمان (Our Indian Musalman)“ سے ہو سکتا ہے۔ اس نے واضح طور پر لکھا ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کا تصور ان کی سلطنت کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے۔ انگریزوں نے ایک طویل استبداد کے بعد یہ محسوس کیا کہ بھیانک تشدد اجتماعی ہو یا انفرادی، مسلمانوں سے اس جذبہ کو مٹ نہیں کر سکتا تو انھوں نے جہاد کے خلاف مباہلہ پیدا کر کے علمائے فتوے حاصل کرنا شروع کئے اور کلام اللہ کی تفسیروں کا مزاج بدلوانا چاہا، ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب سے ان علما و فضلا کا پتہ چلتا ہے جو اس وقت تہنیک جہاد کا

ابنی دے رہے تھے۔ (۴۰)

اب ذرا پوری دماغی اور فکری یکسوئی کے ساتھ ان غداران دین و وطن کا پتہ لگائیے جنہوں نے انگریزوں کے پیش کردہ نشانوں کے مطابق اپنے فکر و قلم اور زبان و بیان کا رخ موڑا۔ ان تمام غداروں میں انداز تحریک کے اختلاف کے باوجود جو قدر مشترک نظر آتی ہے وہ ہے توہین رسول اور برطانوی حکومت کی وفاداری۔ ۱۸۵۷ء میں وائٹ ہاؤس لندن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن سر ویلیئم ہنٹر کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشن کے پادری بھی دعوت خاص پر شریک تھے انھوں نے اپنی اپنی رپورٹیں پیش کیں۔ جو ”دی اریبل آف برٹش ایمپائر ان انڈیا“ کے نام سے شائع کی گئیں۔ سربراہ کمیشن سر ویلیئم ہنٹر نے اسلامیان ہند کی حریت پسندی اور جذبہ جہاد کو برطانوی حکومت کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

”مسلمانوں کا مذہب عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے اور ان کے لیے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ وہ جہاد کے لیے ہر کھتیار ہیں۔ ان کی یہ کیفیت کسی وقت بھی انھیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔“ (۴۱)

مسلمانوں میں اسلام کے لیے جوش جنوں خیز اور جہاد کے لیے ہمہ دم تازہ دم رہنے کے سرچشموں کی نشاندہی کرتے ہوئے مشہور انگریزی جاسوس ہمبرے اپنی ڈائری میں لکھتا ہے:

”پیغمبر اسلام اہل بیت، علما اور صلحا کی زیارت گاہوں کی تعظیم اور ان مقامات کو

ملاقات اور اجتماع کے مراکز قرار دینا، سادات کا احترام اور رسول اکرم کا اس طرح تذکرہ کرنا گویا وہ ابھی زندہ ہیں اور درود و سلام کے مستحق ہیں۔“ (۴۲)

اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر ان غداران دین و وطن کی انگریز دوستی اور رسول دشمنی کی دل دوز داستان ملاحظہ فرمائیے، انگریزوں کے وفادار اور سرگرم غلام مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۸۳۵ء - ۱۹۲۱ء) کی دین فروشانہ سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور دیوبندی صحافی آغا شورش کاشمیری رقم طراز ہیں:

”مولوی محمد حسین بٹالوی مستعمل معنوں میں وہابی تھے اور انھیں وہابی ہونے کی سزا کا اندازہ تھا، انھوں نے انگریزوں کی حمایت کو واجب قرار دیا اور اس کے عوض گورنر جنرل سے وہابی جماعت کے لئے اہل حدیث کا نام حاصل کیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۲۸۰ھ) نے جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ فارسی میں تصنیف کیا۔ اس کے مختلف زبانوں میں ترجمے کئے گئے، پنجاب کے دو گورنروں نے اس پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ اس کے انگریزی، عربی اور اردو متن کی ہزار ہا کاپیاں ملک سے باہر بھیجی گئیں۔ مولانا مسعود عالم ندوی نے ہندوستان کی پہلی تحریک میں لکھا ہے کہ اس کے عوض مولوی صاحب کو جاگیر عطا کی گئی۔“ (۴۳)

محمد حسین بٹالوی کی اس دل آزار کتاب کے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ جو پوری وہابی اور دیوبندی برادری کی انگریز دوستی اور ملت فروشی کے ناقابل شکست شواہد ہیں:

پہلا اقتباس: بعض اشخاص کا تو صریح لفظی اور حقیقی عہد ہو چکا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تحریراً و تقریراً حاضر و غائب خیر خواہی و وفاداری گورنمنٹ کا دم بھرتے ہیں۔ اور ان کی خدمت و معاونت میں سرگرم ہیں۔ ان ہی لوگوں میں پنجاب کے اہل حدیث

(۴۲) ہمبرے کے اعتراضات، رضوی کتاب گھر دہلی ص: ۹۸

(۴۳) آغا شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت مطبوعات چٹان لاہور ص: ۱۶

داخل ہیں۔ جنھوں نے سرہنری دیوس صاحب بہادر کے عہد لفٹینٹ گورنری میں بذریعہ ایک عرضداشت کے اس عہد کا اظہار کیا تھا۔ جس پر ۱۸۷۶ء میں پنجاب گورنمنٹ سے ایک سرکر بھی ان کی تصدیق و تائید میں مشہور ہوا تھا (۴۴)۔

یہی نہیں بلکہ اس نے انگریزوں کے خلاف جنگ لڑنے والوں کو سخت گنہگار اور باغی لکھا اور انگریزوں کی وفاداری اور حاشیہ برداری کو عین اسلام قرار دیا۔ یہ ایمان سوز نظریات بھی اسی بدست شرابی کے قلم سے پڑھے:

”مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے وہ سخت گناہ گار اور بحکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی و بدکردار تھے۔ اکثر ان میں عوام کلا نعام تھے بعض جو خواص و علما کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا نا فہم و بے سمجھ۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو قرآن و حدیث سے باخبر اور اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے۔“ (۴۵)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی ایمان فروشی کی اس دستاویز کو گھر گھر پہنچانے اور انگریزوں کی سرگرم حمایت کی ایک مہم چلا رکھی تھی۔ جو لوگ اس کے ہم خیال و ہم فکر نظر آتے یہ ان ناموں کی فہرست اپنے آقاؤں کے سامنے پیش کرتا اور انھیں انگریزوں سے انعامات و اعزازات دلواتا تھا۔ اور یہی جوڑ توڑ اس کے فکر و قلم کا سب سے بڑا کارنامہ تھا یعنی مدینہ سے توڑنا اور برطانیہ سے جوڑنا۔ اسی حوالے سے ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ ص: ۲ پر ایک ”التماس“ بھی شائع کیا گیا ہے جو اس کی ملت فروشی کی پہاڑ سے بڑی شہادت ہے۔ التماس کے الفاظ یہ ہیں:

(۴۴) مولوی محمد حسین بٹالوی۔ الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص: ۴۸ مطبوعہ کنویر پریس۔

(۴۵) مولوی محمد حسین بٹالوی۔ الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص: ۴۹۔ ۵۰ مطبوعہ کنویر پریس۔



”ناظرین باتحکین سے جو اصل اصول مسائل رسالہ ”الاقتصاد“ کی نسبت بحواب استشہاد مندرجہ ضمیمہ اشاعت السنۃ نمبر ۱۱ جلد ۲۸ مشتملہ نومبر ۱۸۷۶ء توافق رائے ظاہر فرما چکے ہیں۔ اب اس کے تفصیلی مسائل اور اس کے دلائل کی نسبت اپنا توافق رائے ظاہر کریں اور اپنے نام نامی بخط واضح، پوری تفصیل مقام و خطاب و عہدہ سے تحریر میں لا کر ہمارے پاس بھیج دیں۔ ہم ان ناموں کو بشمول رسالہ اقتصاد یا بذریعہ اشاعت السنۃ گورنمنٹ میں پیش کریں گے۔ اور سلطنت انگلیشیہ کی نسبت ان کی وفاداری و اطاعت شعاری کو خوب شہرت دیں گے۔“ (۳۶)

جس زمانے میں مسئلہ جہاد انگریزوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ تھا، انگریز مسئلہ جہاد کی بیخ کنی، اپنی وفاداری بشرط استواری کے لیے علما کی ایک کھیپ سے کام لے رہا تھا۔ ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو گورنمنٹ انگلیشیہ نے مشہور غیر مقلد عالم ڈپٹی نذیر احمد کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔ صاحب نے ۱۹۰۶ء میں ”الحقوق والفرائض“ لکھی اور اس کے بعد ۱۹۰۸ء میں ”الاجتہاد“ نذیر احمد نے لکھا کہ ”خدا نے حکام وقت کی اطاعت فرض کر کے احکام شریعت کو ہمارے حق میں خود معطل کر دیا۔“ مزید لکھا کہ ”احکام شریعت کا مقصود قیام امن ہے اور یہ مقصد انگریزی قانون سے بھی حاصل ہے فرق صرف تدابیر یعنی طریق کار کا ہے۔“ ”الحقوق والفرائض حصہ دوم ص ۱۳۱“ پر لکھا ہے کہ ”ہمارے لیے انگریزی قانون بھی اسلامی شریعت ہے اس کتاب میں جہاد کا باب قائم نہ کرنے کی معذرت کی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ”جس طرح احکام زکوٰۃ مفسل سے جو مالک نصاب نہ ہو اور احکام حج نامستطیع سے متعلق نہیں، اسی طرح احکام جہاد مسلمانان ہند سے متعلق نہیں۔ ہم نے جہاد کا باب اسی لیے قائم نہیں کیا کہیں

(۳۶) مولوی محمد حسین بنالوی، الاقتصاد فی مسائل الجہاد، مطبوعہ وکٹوریہ پریس، ص: ۲

لوام کا لانعام کے لیے سر وستان یا دوہانیدن نہ ہو جائے۔ (۳۷)

مشہور فاضل ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے ڈپٹی نذیر احمد سے متعلق دو لفظوں میں ان کا پورا افسانہ حیات لکھ کر اس بحث کا باب ہی ختم کر دیا کہ ”ان کا اسلام انگریزوں کے ہاں گروی ہو چکا تھا۔“

سر ولیم میور ۱۸۶۸ء میں یو۔ پی کا لفٹنٹ گورنر تھا، اس بد بخت نے رسول اکرم کے خلاف گستاخیوں کا انتہائی بدترین سلسلہ جاری کیا۔ اس نے ایک کتاب ”حیات محمد (Life of Mohammad)“ لکھی اس نے اپنی اس کتاب میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہر افشانی کرتے ہوئے لکھا ہے۔ انسانیت کے دو سب سے بڑے دشمن ہیں ”محمد کی تلوار اور محمد کا قرآن (نعوذ باللہ) آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ سر ولیم میور کے تعلقات ڈپٹی نذیر احمد سے انتہائی خوشگوار تھے بلکہ ڈپٹی نذیر احمد کو ان کی اسلام دشمن کتابوں پر ڈھیر سارے انعامات و اعزازات بھی دیئے۔ اور دونوں میں قدر مشترک رسول دشمنی تھی۔ آغا شورش کاشمیری اس قدر مشترک کا انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وہ قرآن و محمد سے عناد کے باوجود ڈپٹی نذیر احمد پر انتہائی مہربان تھا اس نے اپنی گورنری کے زمانے میں نذیر احمد کو ان کی بعض تصانیف پر گراں قدر انعامات عطا کئے، کئی تعریفی ریپو بول لکھے، شمس العلماء کا خطاب دلوا دیا، پھر جب سبکدوش ہو کر انگلستان واپس گیا تو انڈین ایسوسی ایشن کا چانسلر ہو گیا اور ڈپٹی صاحب کو ایل۔ ایل۔ ڈی کی ڈگری عطا کی۔ اس کا واحد سبب انگریزی اقتدار کی اطاعت میں ڈپٹی صاحب کی تفسیر اور حمایت میں بعض دوسری تحریریں تھیں۔ انھوں نے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں اولی الامر کا مصداق انگریزوں کو ٹھہرایا تھا۔“ (۳۸)

(۳۷) ڈپٹی نذیر احمد، ملخص الحقوق والفرائض۔ حصہ دوم ص: ۱۳۱

(۳۸) شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت، مطبوعات چٹان لاہور ص: ۱۸

آغا شورش کاشمیری اپنے دیوبندی اور وہابی علما کی ایمان فروشی اور وطن غداری پر سرپیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ ایک المیہ تھا کہ ایک طرف ملک کے طول و عرض میں علمائے حق پر جہاد کی پاداش میں مقدمہ چلا کر انھیں موت یا کالا پانی کی سزائیں دی جا رہی تھیں، دوسری طرف اہل قلم کا ایک نامور گروہ مسلمانوں میں انگریزی حکومت کی وفاداری کی ذہنی آبیاری کر رہا تھا۔“ (۴۹)

اب ذیل میں انگریزوں کی جانب سے عطا کردہ سند اعزاز بھی ملاحظہ کیجئے۔ اس کے مطالعہ سے سرکار برطانیہ کی بارگاہ میں ان کی مقبولیت و عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ یہ ان کی غلامی کا حین حیاتی سرٹیفیکیٹ ہے۔

”مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بہت بڑے مقتدر عالم ہیں۔ جنھوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری، گورنمنٹ کے ساتھ ثابت کی۔ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی مدد وہ چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیوں کہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔“

دستخط جے ڈی میملیٹ، بنگال سروس کمشنر دہلی سپرنٹنڈنٹ، ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء

دیکھ رہے ہیں آپ! یہ ہے ان دیوبندیوں اور وہابیوں کی انگریز نوازی کا سند نامہ کہ مسلمانوں کو لڑاؤ، اپنے نئے دین کو فروغ دو۔ تو ہیں رسول کرو، بزرگوں کی حرماتوں کا خون کرو۔ اگر مسلمان کچھ کہیں تو ہماری مدد آپ کے لیے حاضر ہے۔ آپ جب اور جہاں آواز دیں گے۔ ہمارے مضبوط دستے آپ کی وہیں مدد اور پشت پناہی کو پہنچیں گے۔ احوال شاہد ہیں کہ تفریق بین المسلمین کا فریضہ انجام دینے کے لئے انگریزوں اور ان کے غلام سعودیوں کی دولت و حمایت آج بھی اس فرقہ کو حاصل ہے۔

یہ ہیں برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب جس کی آگ میں آج بستی بستی جھلس رہی ہے۔ مگر نگر میں اختلاف و انتشار کا ماحول ہے، باہمی اخوت و محبت کا جنازہ نکل رہا ہے۔ اور ہر گھر آنگن کا سکون غارت ہو گیا ہے۔

میرے اس مدعا کی تائید دہلی کے مشہور نقشبندی مجددی عالم مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی (م ۱۹۹۳ء) کی درج ذیل تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ موصوف برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے بنیادی سبب کی نشاندہی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”حضرت مجدد (الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی) کے زمانے سے ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۲۵ء تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے۔ اہلسنت و جماعت دوسرا شیعہ۔ اب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی دہابی بنا، کوئی ائمہ دیت کہلایا۔ کسی نے اپنے کو سلفی کہا، ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا، معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات (بے ادبی و گستاخی) کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباہتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۲۵ء کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔“ (۵۰)

اب یہ حقیقت پورے طور پر مبرہن ہو گئی کہ ”تقویۃ الایمان“ انگریزوں کے اشارے پر تفریق بین المسلمین کے لئے منظر عام پر آئی تھی، اس طرح انگریزی حکومت کا یہ منشا پورا ہوا کہ ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ جب برصغیر میں ان کی حکومت کے قدم جم گئے تو علمائے اہلسنت کا رخ تقویۃ الایمان کی جانب سے پلٹانے کے لئے انگلستان سے پادریوں کی ایک کھیپ درآمد کی گئی، انھوں نے یہاں آ کر قرآن اور اسلام پر رکیک

حملوں کا آغاز کیا، رسول کریم ﷺ کی ذات مقدس پر کچھڑا چھالی، اولیائے کرام کی شان میں گستاخیاں کیں۔ سرولیم میونسپلٹی نے یو. پی کا گورنر ہونے کے باوجود ”حیات محمد“ لکھ کر زہر افشانی کی اور یہی کام انگریزوں نے پہلے تقویۃ الایمان کی اشاعت سے لیا تھا۔ اس طرح علمائے اہلسنت کے فکر و عمل کی تو تین تین محاذوں پر منقسم ہو گئیں۔ کچھ علما وہابیوں کے رد میں لگ گئے، کچھ پادریوں سے مناظرے کرنے لگے، اور کچھ انگریزوں کے خلاف میدانِ جہاد میں سرگرم عمل تھے، اس طرح انگریزوں اور وہابیوں کو اپنے اپنے میدانوں میں قدر مشترک کے ساتھ بھٹکنے پھولنے کا موقع مل گیا مگر یہ دونوں گروہ ہزار جدوجہد کے بعد بھی مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سرد نہ کر سکے اور پھر انگریزوں کے خلاف محاذِ جنگ میں ہندو قوم بھی شانہ بہ شانہ کھڑی ہو گئی، مسلمانوں کو انگریزوں کے مقابلے میں کامیابی حاصل ہو گئی انگریز ملک چھوڑ کر فرار بھی ہو گئے لیکن انھوں نے افتراق بین المسلمین کی جو تھم ریزی کی تھی وہ برصغیر میں شاخ در شاخ پھیلتی رہی اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرتی رہی اور آج تک کر رہی ہے۔ آغا شورش کاشمیری ان تاریخی حقائق پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”انگریز اپنی چال میں کامیاب رہا کہ عامۃ المسلمین (اہلسنت و جماعت) کے لئے اصل مسئلہ اب اسلام کا دفاع اور سیرۃ النبی ﷺ کی نگہداشت کا ہو گیا۔ ایک دوسرا مسئلہ انگریزوں کے سامنے یہ تھا کہ مسلمانوں کی ملی وحدت پارہ پارہ ہو اس کی شکل یہ نکالی کہ بعض نے فرقوں کو جنم دیا، انھیں پروان چڑھایا، ان کا ہاتھ بٹایا۔“ (۵۱)

یہ تھا برصغیر میں افتراق بین المسلمین کا ایک مختصر جائزہ، اے کاش امت مسلمہ ان اسباب پر تنقید کی سے غور کرتی تو امن و اتحاد کا پھر وہی عہد زریں پلٹ آتا برصغیر میں جس کا جلوہ ہمارے بزرگوں نے دیکھا تھا۔



## بگڑتے حالات بدلتے چہرے

تحریر جولائی ۱۹۵۲ء



وہابیت کی آمد سے قبل برصغیر کے مسلمان اہلسنت وجماعت تھے یا کچھ اہل تشیع تھے، ہر طرف عقیدہ و فکر کی ہم آہنگی تھی، اتفاق و اتحاد کی خوشبوؤں سے ہر تن و جاں معطر تھے، نعرہ توحید، عشق رسول، محبت اولیاء اور مراسم اہلسنت کی روشنی سے دل بھی روشن تھے اور ہر گھر آنگن میں بھی چراغاں تھا، لیکن یہ اتحاد انگریزوں کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھا اس لیے انھوں نے برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے لیے اسماعیلیہ دہلوی سے کام لیا، دہلوی صاحب اپنے پیرو سید احمد رائے بریلوی کے زیر سرپرستی نجد سے تحریک وہابیت لائے اور اس کی حمایت و توسیع کے لیے تقویۃ الایمان وغیرہ کتابیں لکھیں اور انگریزوں کے زور و اقتدار کی بدولت کچھ اپنے ہم نوا بھی پیدا کر لیے۔ اور پھر مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ابتدائی مراحل میں ہندوستان بھر کے علمائے اہلسنت نے وہابیت کے رد میں کتابیں لکھیں مناظرے کئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی روایت کے مطابق مولانا منور الدین نے حضرت شاہ اسماعیل سے بھی ان کے عقائد و افکار پر مناظرے کئے اور ان کی کتابوں کا رد لکھا (۱) اور بقول آغا شورش کشمیری ”مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین نے اس زمانے میں وہابیت کے رد میں دس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی لیکن اس کی دو جلدیں ہی چھپیں“ (۲) بلکہ دہلی، راپور، خیر آباد، لکھنؤ، بدایوں، حیدر آباد، پٹنہ اور امرتسر وغیرہ کے علمائے کبار نے وہابیوں کے رد میں سینکڑوں کتابیں لکھیں اور تقریروں میں اس کی بدعتیہ و فاشیہ کا پردہ فاش کیا۔ اُس وقت وہابی اپنے کو

(۱) شورش کشمیری ”ابوالکلام آزاد سوانح و افکار“ ص: ۱۳ مطبوعات چٹان لاہور۔

(۲) شورش کشمیری ”ابوالکلام آزاد سوانح و افکار“ ص: ۱۶ مطبوعات چٹان لاہور۔

وہابی کہتے ہوئے ڈرتے تھے اس وقت وہابی بمعنی شیطان متعارف تھا۔ وہابی کو دیکھ کر یا تو اگ بھاگ جاتے تھے یا پھر بروقت اس کو سزا دے دیتے تھے۔ اس لیے وہابیوں کے ایک گروپ نے حنفیت و سنت کا روپ اختیار کیا یعنی نیا جال لائے پرانے شکاری اور دوسرے طبقے نے اپنے انگریز آقاؤں سے بجائے وہابیت ”اہل حدیث“ کا نام حاصل کیا۔

ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”انہوں نے (مولانا خیر الدین) نے وہابیوں کو دو اصولی قسموں میں بانٹ دیا تھا، کہتے تھے، دو فرقے ہیں ایک اسماعیلیہ (غیر مقلد) دوسرا احقاقیہ (دیوبندی) وہ کہتے تھے کہ جب اسماعیلیہ غیر مقبول ہو گیا تو وہابیت نے اپنی اشاعت کے لیے راہ تقیہ اختیار کی اور حنفیت کی آڑ قائم کر کے اپنے دیگر عقائد کی اشاعت کرنے لگے۔“ (۳)

علمائے دیوبند دراصل وہابی تھے اور وہابی ہیں لیکن جب ہر طرف وہابیوں کا بائیکاٹ ہو رہا تھا ان حالات میں وہابیت کا اظہار مناسب نہیں تھا اس لیے انہوں نے اپنے لیے حنفیت و اہلسنت کا نام لے لیا اور موقع بہ موقع بڑی چابک دستی اور تقیہ بازی سے کام لیا۔ دارالعلوم دیوبند کے اجلاس عام کے موقع پر اکابر علماء دیوبند نے مولوی اشرف علی تھانوی کو اس طرح ہدایت فرمائی:

”اپنی جماعت کی مصلحت کے لئے حضور سرور عالم ﷺ کے فضائل بیان کئے جائیں تاکہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہ ہے وہ دور ہو اور موقع بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں۔“ (اشرف السوانح حصہ اول ص: ۷۶)

انہیں بگڑتے حالات میں دیوبندیوں نے اپنے مذہب کے بانی اول کے

حوالے سے یہاں تک لکھ دیا تھا:

(۳) عبدالرزاق بلخ آبادی، آزاد کی کہانی ص: ۱۷۳

”محمد بن عبد الوہاب نجدی چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسد رکھتا تھا، اس لیے اس نے اہلسنت و جماعت کا قتل و قتل کیا۔ وہ ایک ظالم و باغی خونخوار و فاسق شخص تھا“ (۴)

مولوی اسعد مدنی کے والد مولوی حسین احمد مدنی کے یہ الفاظ وہابیت کی گمراہی و بددینی کا چیخ و جیغ کر اعلان کر رہے ہیں، یہ ان کے چہرے کا دوسرا روپ تھا، لیکن جب انگریزوں کی پشت پناہی سے حالات سنور گئے اور سعودیوں نے اشاعت وہابیت کے لیے پٹر وڈ الر کے دروازے کھول دیئے تو دیوبندیوں نے پھر کروٹ بدلی اور پھر تیسرے رنگ دروہ میں نظر آئے۔

اساطین دیوبند کے عالم کبیر مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ پیش خدمت ہے:

”محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا۔ (۵)

آں جناب اپنے ایک دوسرے فتوے میں لکھتے ہیں:

”اس وقت ان اطراف میں وہابی قبیح سنت اور دیندار کو کہتے ہیں۔ (۶)

اشرف السوانح کے مرتب لکھتے ہیں:

کانپور کی جامع مسجد میں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے نیاز لانے والی عورتوں سے کہا ”بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں نیاز فاتحہ کے لیے کچھ مت لایا کرو“ (اشرف السوانح حصہ اول ص: ۴۵)

الشہاب الثاقب میں حسین احمد مدنی نے محمد بن عبد الوہاب نجدی اور تحریک

(۴) مولوی حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب ص: ۲۰ مطبوعہ دیوبند

(۵) مولوی رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص: ۷۹

(۶) مولوی رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص: ۱۱

وہابیت کے خلاف حالات سے متاثر ہو کر جن خیالات کا اظہار کیا تھا ان کا ایک پیروکار حالات بدلنے پر ان سے اجتناب کرتے ہوئے اس طرح رقم طراز ہے:

”الشہاب الثاقب کا انداز تحریر واقعی غیر محمود اور لائق اجتناب ہے بلکہ ہم وہابیوں کے اور بھی بزرگوں سے کہیں کہیں ازراہ بشریت الفاظ و انداز کی ایسی لغزشیں ہو گئی ہیں انہیں قابل اصلاح کہنا چاہئے۔ (تجلی دیوبند فروری، مارچ ۱۹۵۹ء ص: ۸۴)

دیکھ رہے ہیں آپ ان زر پرستوں کی کرشمہ سازی اور ابن الوقتی بدلتے حالات کے ساتھ کس عیاری سے یہ لوگ اپنے عقائد و فتوے بدلتے رہتے ہیں لیکن ان کے خود تراشیدہ بزرگوں نے جوشان رسول میں گستاخیاں کی ہیں ہزار تفتیم اور تنبیہ کے باوجود ان سے توبہ و رجوع اور اجتناب و برأت کی آج تک توفیق نہیں ہوئی۔

ان حالات میں دیوبندیوں نے عربوں سے مدارس و مساجد کے نام پر خوب دولت حاصل کی اور ہندو پاک اور نیپال و بنگلہ دیش میں انہوں نے خوب بلڈنگیں تعمیر کرائیں۔ اور عیش و عشرت میں نوابان اودھ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا، اور سعودی نوازش و خیرات کا یہ سلسلہ ۱۹۹۱ء تک پورے زور و شور سے جاری رہا۔

۱۹۹۱ء میں جب خلیجی جنگ ہوئی اور سعودیوں نے امریکی فوجوں کو ان کے تمام تر حرام لوازمات کے ساتھ حجاز مقدس میں بلایا تو برصغیر میں ایک دیوبندی مولوی نے بھی اس کی حمایت نہیں کی اس کے بعد غیر مقلد وہابیوں نے عربوں کو یہ باور کرایا کہ دیوبندی نمک حلال نہیں عربوں کے اربوں روپے وصول کر کے بھی وہ وقت ضرورت کا منہ آئے۔ غیر مقلدوں کو اس موقع کی تلاش برسوں سے تھی وہ پہلے ہی یہ چاہتے تھے کہ عربوں کی ساری خیرات ہمیں ملے کیونکہ برصغیر میں ان کے حقیقی وارث ہم ہیں اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے متعدد کتابیں لکھوا کر سعودیہ سے شائع کرائیں

”القول البلیغ فی التحدیر من جماعۃ التبلیغ“ میں تبلیغی جماعت کی قرار واقعی خامیوں کو طشت از بام کیا اور سعودیہ عربیہ میں تبلیغی جماعت پر پابندی عائد کرادی۔ دیوبندی شیخ الہند کے ترجمہ قرآن اور مولوی عثمانی کے تفسیری افادات پر بھی پابندی لگوا دی، انہوں نے ”الدیوبندیہ تعریفہا، عقائدہا“ نامی کتاب بھی سعودیہ سے شائع کرادی ہے اس میں (بقول ایک ندوی) علمائے دیوبند کو مشرک، بدعتی اور بدعتیہ ثابت کیا گیا ہے۔ (۷)

اس کتاب سے واقعی علمائے دیوبند کی کسی قدر تصویر سامنے آگئی ہے اس سے دارالعلوم دیوبند میں ایک بار پھر زلزلہ آگیا ہے اور ان کے حالات زیرِ ملاحظہ ہو کر رہ گئے ہیں۔

اب جب سعودیوں نے اپنے ان بے وفائے خور و نمک خوروں کو دھتکار دیا اور دارالعلوم دیوبند کے صحن میں گرنے والی پٹروں کی دھار روک دی تو دیوبندی مکتب فکر کے اکابر و اصاغر نے پھر زبان و قلم کے تیور بدل دیئے اور اس وقت ”کھسائی بلی کھبا نوچے“ کی مثال ان پر پوری طرح صادق آتی ہے اپنے قدیم محسن غیر مقلدین کے حوالے سے ”ترجمان دیوبند“ کے درج ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیں ”ندیم الواجدی صاحب بڑے طمطراق سے لکھتے ہیں:

”انگریزوں نے اتباع سنت اور عمل بالمحدیث کے نام پر شروع ہونے والی ایک ایسی تحریک کی سرپرستی کی جو دراصل فقہ میں آزادانہ روش کی خواہش رکھتی تھی، اسے کسی ایک امام مجتہد کی فقہ کی پابندیوں میں جکڑا رہنا گوارا نہیں تھا، پہلے اس تحریک سے وابستہ لوگ موحدین کہلاتے تھے پھر انگریزوں نے اپنی وفاداری کے انعام کے

طور پر انہیں اہل حدیث کے خطاب سے سرفراز کیا اور اب وہ ساری دنیا میں اس خطاب کو بطور تمغہ سینے پر سجائے اس طرح پھرتے ہیں جیسے روئے زمین پر اگر حدیث کے سچے غلام اور محافظ ہیں تو یہی ہیں۔“ (۸)

چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:

”غیر مقلدیت جسے وہ لوگ اب سلفیت سے تعبیر کرنے لگے ہیں اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے، اس فتنے کی سرکوبی کرنا اور آنے والی نسلوں کو غیر مقلدیت کے سنہرے طلسم سے دور رکھنے کی جدوجہد کرنا وقت کا تقاضا ہے، خدا کے فضل سے ہماری جماعتیں وقت کا یہ تقاضا سمجھ گئی ہیں۔“ (۹)

لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ دیوبندی مکتب فکر نے وقت کا یہ تقاضا سعودی برؤڈ الر بند ہونے کے بعد سمجھا کاش عقیدہ و فکر کی غیرت و حمیت کی بنیاد پر اس تقاضے کو سمجھتے تو ایک صدی قبل ہی نہ صرف ان سے مقاطعہ کر لیتے بلکہ دیوبندیت ہی سے توبہ کر کے اہلسنت و جماعت میں داخل ہو گئے ہوتے اور ان بگڑتے حالات میں اتنے چہرے نہ بدلنے پڑتے مگر یہ حقیقت اب سب پر عیاں ہوگئی یہ رفاقت دینی نہیں تھی رفاقت زر تھی اور حرص و ہوس کی خوگر اور زر پرست جماعتوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

دیوبندی مکتب فکر کے مولوی نور الدین نور اللہ اعظمی لکھتے ہیں:

”غیر مقلدیت عصر حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے، قرآن و حدیث کا نام لے کر اس جماعت نے شریعت اسلام پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر فقہاء و محدثین پر اولیا اللہ اور بزرگان دین پر شب خون مارنے کی تگ و دو میں اپنی پوری طاقت جھونک دی ہے، عربوں کی دولت ان کو بے تحاشا مل رہی ہے، جس کا یہ ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں،



عرب بیچارے اپنی سادہ لوحی میں ان کو دین اسلام اور کتاب و سنت کا خادم سمجھے ہوئے ہیں اور انھوں نے اپنی دولت ان کے لئے انڈیل دی ہے۔ انھیں کیا پتہ کہ جن کو تم نے رہنما سمجھا ہے وہ ڈاکو ہیں، وہ دین پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں، شب خون مار رہے ہیں۔“ (۱۰)

مولوی نور الدین اعظمی کے بقول غیر مقلدیت عصر حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے اور غیر مقلدین ڈاکو ہیں بالکل صحیح ہے۔ ہم بھی آپ کی تائید کرتے ہیں لیکن یہ کچھ بھی نہیں تھا جب تک آپ بھی عربوں کی دولت میں برابر کے شریک تھے بلکہ آپ کے بزرگوں کی نظر میں یہی غیر مقلدین دیندار اور متبع سنت تھے۔ اعظمی صاحب نے سعودی وہابیوں کے تعلق سے بڑا نرم لہجہ اختیار کیا ہے لگتا ہے وہ ابھی کچھ امید سے ہیں مگر اعظمی صاحب کے لئے ہمارا مشورہ ہے کہ یہ امید چھوڑ دیجئے حالات اب آپ کے حق میں قطعاً سازگار نہیں ہیں۔

اور یہ کسی دیوبندی فرد کا انفرادی خیال نہیں بلکہ پوری دیوبندی لابی اس وقت اپنے رضاعی برادران کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ ۲۲/۳ مئی ۲۰۰۱ء کو نئی دہلی میں جمعیتہ علمائے ہند نے ملک گیر تحفظ سنت کانفرنس بلائی اور اجتماعی طور پر غیر مقلدین کے خلاف تجاویز منظور کیں۔ ذیل میں صدر کانفرنس مولوی اسعد مدنی کے خطبہ صدارت کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں پڑھئے اور ابنِ الوقتی کی داد دیجئے۔

صدر کانفرنس مولوی اسعد مدنی رقم طراز ہیں:

”مسلمانوں کے عہد زوال میں جب سامراجی سازشوں کے تحت جماعتِ مسلمین میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے کی غرض سے مذہبی فرقہ بندیوں کا سلسلہ شروع کیا گیا توفیقہ

اسلامی و فقہائے اسلام بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے تبعین و مقلدین کے خلاف عدم تقلید کا نعرہ لے کر ایک نئے فرقہ نے سراٹھایا۔

خود اس فرقہ کے اکابر علما کی تحریروں سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

☆ یہ ایک نوپید غیر مانوس فرقہ شاذہ ہے۔

☆ یہ فرقہ اپنے آپ کو اہل حدیث بتاتا ہے جب کہ تمام مسلمان اسے غیر مقلد وہابی اور لاندہب کہتے ہیں۔

☆ یہ فرقہ اپنے ماسوی سارے مسلمانوں کو مخالف سنت و شریعت سمجھتا ہے۔

☆ یہ فرقہ اتباع سنت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیوں کہ سلف و خلف کی بیان کردہ معمول بہ حدیثوں کو بھی بلاوجہ رد کر دیتا ہے۔

☆ آثار صحابہ اس فرقہ کے نزدیک قانون کی طاقت سے عاری بے نورا قوال ہیں۔

☆ یہ فرقہ اجماعی مسائل کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

☆ یہ فرقہ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتا ہے۔

☆ بس رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ مختلف فیہ حدیثوں پر عمل تک اہل حدیث ہے۔ آداب و سنن اور اخلاق نبوی سے متعلق احادیث سے اسے کوئی سروکار نہیں۔

☆ یہ فرقہ ائمہ مجتہدین اور اولیاء اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرتا ہے۔ (۱۱)

ماضی قریب میں بنام ”الدیوبندیہ“ طالب الرحمن سلفی نامی غیر مقلد نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عربی ترجمہ ابو حسان نامی کسی گمنام غیر مقلد نے کیا ہے جو دارالکتاب والنہ کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ یہ عرب ممالک بالخصوص سعودی عرب میں بغیر کسی رد و قدح کے فروخت کی جا رہی ہے اور ایک مہم بنا کر شیوخ حجاز و نجد اور سرکاری دفاتروں تک

پہنچائی گئی ہے۔ اس فتنہ انگیز کتاب میں دیوبندی مکتب فکر کے مرکزی دارالعلوم دیوبند کے بارے میں لکھا گیا ہے، دارالعلوم دیوبند سنت رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والا ادارہ ہے اور آپ کے طریقہ کو پھینک دینے والا ہے اس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر رکھی گئی ہے۔

(ال دیوبندیہ ص ۹۸)

☆ دیوبندیوں کے اقوال و اعمال اور واقعات واضح علامت ہیں کہ ان میں شعوری یا غیر شعوری طور پر شرک سرایت کر گیا ہے اور وہ مشرکین مکہ سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

(ال دیوبندیہ ص ۷۲)

☆ علمائے دیوبند عقیدہ توحید سے بالکل خالی ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ توحید کے علمبردار ہیں۔

☆ حضرت شیخ الہند قدس سرہ پر محرف قرآن، کفر صریح کا مرکز اور اللہ پر صریح جھوٹ بولنے والے جیسے الزامات چسپاں کئے گئے ہیں۔ (ال دیوبندیہ ص ۲۶۶)

☆ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ کو ”ویلک یا مشرک“ (اے مشرک تیرے لیے بربادی ہو) سے خطاب کیا گیا ہے۔ پھر آپ کی شان میں ایسی باتیں کہی گئی ہیں جسے قلم لکھنے پر آمادہ نہیں، کتاب مذکور کے صفحات ۲۵۳-۱۲۳-۱۷۱-۱۹۰ وغیرہ خود دیکھ لیجئے (۱۲)

اب ذیل میں مذکورہ بالا ”تحفظ سنت“ کانفرنس کی چند تجاویز ملاحظہ فرمائیے:

الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ کا وسیع اور کشادہ آغوش تعلیم و تربیت تنگ ہو کر ایک خاص مکتب فکر کے لیے محدود ہوتا جا رہا ہے اور جو ادارہ قرآن و حدیث اور دیگر

(۱۲) روزنامہ راشتریہ سہارا، نئی دہلی ۱۳ مئی ۲۰۰۲ء

اسلامی علوم کی تبلیغ و اشاعت اور صحیح علوم کی تعلیم و تفہیم کے لیے قائم کیا گیا تھا آج اسی تعلیمی و دینی ادارہ سے مسلمانوں کو دین اسلام سے خارج کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ آج اس ادارہ پر ائمہ مجتہدین کی تقلید سے بیزار لوگوں کا تسلط قائم ہو گیا ہے اور یہ منکرین تقلید اس تعلیمی و دینی ادارہ کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنے زعم میں اسلام سے خارج کروانے کا کام لے رہے ہیں۔ چنانچہ ماضی قریب میں الجماعۃ الاسلامیۃ کے ایک فاضل شمس الدین الافغانی کو ”جہود علماء الحنفیۃ فی ابطال عقائد القبولیۃ“ کے عنوان سے مرتب کئے جانے والے مقالہ پر (ڈاکٹریٹ) کی سند تفویض کر کے مسلمہ اصول سے انحراف کیا گیا ہے بلکہ علماء دیوبند کی اردو تحریروں کو خود ساختہ عربی جامہ پہنا کر انہیں دیگر علمائے احناف کے برخلاف دشمنی، قبوری اور مشرک وغیرہ بتایا گیا ہے۔ بالخصوص ان اکابر علماء کو جن کی علمی و دینی خدمات کے آگے برصغیر کے مسلمانوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں، نام نہام مبتدع اور دین سے منحرف کہا گیا ہے۔

اور اسی مشرک ساز فرقہ کے علماء آج الجامعۃ الاسلامیۃ کے تعلیمی شعبوں پر قابض ہیں اور تنگ نظری اور فکری آوارگی کی بنا پر افتراق بین المسلمین کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور الجامعۃ الاسلامیۃ سے ایسے علماء و فضلاء اطراف عالم میں بھیجے جا رہے ہیں جو اپنے انہیں اساتذہ کے طرز عمل پر پوری دنیا میں تفریق بین المسلمین کی تخم ریزی کرتے ہیں اور فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔

اس لیے تحفظ سنت کانفرنس کا یہ نمائندہ اجلاس حکومت سعودیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ ایسے مفسد شر پسند اور تخریبی عناصر اور ان کی ریشہ دوانیوں پر کڑی نظر رکھے اور اپنے ملک سے ہونے والی ان شرانگیز کارروائیوں سے مسلمانان عالم کو بچائے، نیز اپنی سابقہ نیک نامیوں پر حرف گیری کے مواقع نہ فراہم کرے۔

بدقسمتی سے سقوط سلطنت مغلیہ کے بعد سرزمین ہند پر جب سے انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ ہو گیا تو اس سیاسی انقلاب کے جلو میں ذہنی انتشار اور فکری آوارگی نے مسلمانوں کو سر اٹھایا اور تقلید ائمہ کے انکار کا نعرہ لگا کر کچھ لوگوں نے مسلمانان ہند کے صدیوں متواتر اور متواتر مذہب کو اپنی تنقید و تنقیص کا ہدف بنایا۔ جب کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے دور سے مسلمانوں میں کسی ایسے فرقے کا سراغ نہیں ملا جو غیر مجتہد ہونے کے ساتھ غیر مقلد بھی ہو بلکہ جماعت مسلمین کا متواتر عمل یہی پایا رہا تھا کہ مجتہد کسی اور کی تقلید کے بجائے اپنے اجتہاد کی اتباع و پیروی کرتے اور غیر مجتہدین بغیر کسی تردد کے اصحاب اجتہاد کی تقلید کرتے تھے۔ لیکن فکری آوارگی نے شکار مٹھی بھر لوگوں نے مسلمانوں میں ایک نئے فرقے کی داغ بیل ڈال دی جس کا بچہ گویا منصب اجتہاد پر فائز غیر مقلد بن بیٹھا اور منکرین حدیث اہل قرآن کی طرح نام کے پردے میں حدیث اور صاحب حدیث ﷺ کے دینی و شرعی مقام و مرتبہ کا انکار کر دیا۔ اسی طرح غیر مقلدین کے اس فرقے نے اہل حدیث کے دعوے کے پردے میں فقہ اسلامی اور فقہائے اسلام کا سرے سے انکار کر دیا اور بطور خاص ان اعمال کی تردید، اشاعت کی کوشش شروع کر دی جو ائمہ مجتہدین میں مختلف فیہ ہیں یا بالکل متروک ہو چکے ہیں اور خود اجتہادی کے زعم میں ائمہ مجتہدین کے درمیان اجتماعی متفق علیہ مسائل کو قطعاً مشتق بنایا، جس کے نتیجہ میں برصغیر کے مسلمانوں میں صدیوں سے چلا آ رہا مذہبی اتفاق و اتفاق پارہ پارہ ہو گیا۔

اور آج صورت حال یہ ہے کہ اس فرقے کے جارحانہ رویہ سے کتاب اللہ کی تفسیر اور احادیث رسول ﷺ کی صحت محفوظ اور نہ ہی صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین شریعت سے حاصل شدہ مقام و مرتبہ، اس لیے یہ تحفظ سنت کا نفوس غیر مقلدین کے ار

مانہ رویہ کی کھلے الفاظ میں مذمت کرتی ہے اور ملت اسلامیہ بالخصوص علماء و فضلاء اہل کرتی ہے کہ وہ اس خارجیت جدیدہ کے اثرات بد سے اپنے آپ کو بچائے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو بھی ان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے کسی ایسا کانی کوشش سے دریغ نہ کریں اور خدائی فرمان ”و جادلہم بالنتی ہی احسن“ ماننے رکھتے ہوئے اس فرقے کے بچھائے دام ہم رنگ زمین سے امت کو خبردار کرتے رہیں۔

تحفظ سنت کا نفوس کا یہ عظیم الشان اجلاس تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ اہل سلفی، اہل حدیث اور دیگر مختلف ناموں سے غیر مقلدین جو مقلدین ائمہ اربعہ و صاحب امام ابوحنیفہ کے خلاف سخت جارحانہ پردہ پیکندہ کی مہم چلا رہے ہیں اس سچو کنا ہیں اور تقلید ائمہ جس پر ہر دور میں ساری امت کا اجماع رہا ہے اور خصوصاً اس دور میں اس کے بغیر اپنے دین کی حفاظت ہی ناممکن ہے اس سلسلے میں غیر مقلدوں کی فریب کاریوں سے کسی طرح متاثر نہ ہوں، ان کے حربوں میں سے ایک حربہ یہ ہے کہ وہ مال بچ کر کے اور جگہ جگہ مدارس اور تعلیمی ادارے قائم کر کے اپنے شرکی اشاعت میں لگائے ہیں، اس لیے ہم مسلمانوں کو مکمل احتیاط کرنی چاہئے کہ اپنے نونہال بچے اور بچوں کو ان کے اداروں میں ہرگز داخل نہ کریں، ورنہ یہ لوگ ان معصوم بچوں کی ذہن سازی کر کے ہماری نسلوں کو دین سے برگشتہ کر دیں گے۔ (۱۳)

درج بالا اقتباسات کے مطالعہ سے یہ واضح ہو گیا کہ دیوبندی مکتب فکر اس امت غیر مقلدوں کو انگریزوں کی کاشت اور گمراہ و بددین سمجھ رہا ہے اس حقیقت سے اس سر مو انحراف نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام احکامات اور غم و غصہ دینی تقاضوں کے پیش نظر



نہیں بلکہ زرپرستی کے تقاضوں کے پیش نظر ہے ورنہ سنجیدہ طبقہ آج بھی اس کا داعی ہے کہ دونوں کے مابین اختلاف اصولی نہیں بلکہ فردی ہے۔ جمعیتہ علمائے دیوبند کے ترجمان مولانا عبدالحمید نعمانی کا کہنا ہے کہ ”فریقین کے درمیان مشہور مختلف فیہ مسائل میں اختلافات اصلاً رائج اور مرجوح ہی کے ہیں“ کچھ دیوبندی علما غیر مقلدین کے خلاف اس دیوبندی مہم کو قیام دیوبند کے مقصد سے انحراف تصور کر رہے ہیں ان کا یہ انداز فکر بھی بلاشبہ مبنی برحقیقت ہے کیوں کہ دیوبند کی بنیاد وہابیت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ہی رکھی گئی ہے اور دونوں کا بانی انگریز سامراج ہی ہے۔ افکار ملی، ذاکر نگر، دہلی کے حالیہ شمارے میں علمائے دیوبند کے اس رویہ پر اظہار غم کرتے ہوئے ان کے ایک رکن لکھتے ہیں۔

”شرانگیزی خواہ کسی بھی حلقے کی طرف سے ہو اور اس کا نشانہ کوئی بھی بنتا ہو، ہمارے لیے فکر مندی کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے عمل میں ہماری قوتیں ضائع ہوتی ہیں اور اس مقہور و مجبور امت کو اپنے اصل ایجنڈے پر کام کرنے کا موقع نہیں ملتا اور ہماری توانائی آپس میں الجھ کر رہ جاتی ہے اور ایک ایسے وقت میں جب امت اپنے وجود کی جنگ لڑ رہی ہے خود اپنے ہی خلاف ایک خطرناک محاذ کھول دیا ہے۔ کیا انہیں یہ پتہ نہیں کہ دیوبند کے بانیوں نے مدرسہ اس لیے نہیں قائم کیا تھا۔ اہل دیوبند نے اگر اس مقصد سے پیٹھ پھیر لی ہے تو یہ اس امت کے لیے بڑا سانحہ ہوگا۔“ (۱۳)

اس تحریر کے پس پردہ قلم کار کے ضمیر کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے کہ ہمارا دارالعلوم وہابیت کے جن طے شدہ خطوط پر کام کرنے کے لیے وجود میں آیا تھا آج علماے دیوبند صرف حصول زر کے لیے ان خطوط عمل سے ارتداد کی راہ اختیار کر رہے ہیں اور ہمارے انگریز سرپرستوں اور سعودی آقاؤں نے میدان عمل میں اترنے سے

اہل دونوں گروپوں کو جو ایجنڈا سپرد کیا تھا وہ باہمی تنازع سے اس مقصد سے پیٹھ پھیر رہے ہیں اور یہ تنازع عقیدہ و فکر کے اختلاف کی بنیاد پر نہیں بلکہ سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے اس راز ہائے سر بستہ سے نقاب اٹھتے ہوئے ان کا ایک قلم کار اس طرح رقم طراز ہے، پڑھئے اور سر دھنئے:

”کیا ایسا تو نہیں کہ اس اختلاف سے کسی کا معاشی مفاد وابستہ ہو“ ادارہ امور مساجد، دہلی، کے ناظم مولانا عبداللہ طارق (دیوبندی) اس کا جواب اثبات میں دیتے ہیں۔ مقلد اور غیر مقلد کے مابین نزاعی مسائل فردی ہیں اصولی نہیں۔ تاہم اس نزاع کا تعلق مسلک سے نہیں بلکہ چندہ اور زراعت و زری کی مہم سے ہے۔ دیوبندی عقائد اگر فتنہ ہیں تو یہ فتنہ برصغیر میں ہے نہ کہ عالم عرب میں اگر انہیں اس فتنہ کا مقابلہ کرنا تھا تو وہ یہاں کرتے ضرورت یہاں تھی، عربی لٹریچر لکھنے اور عربوں میں اسے پھیلانے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ (۱۵)

ان اعتراضات کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ علماے دیوبند اور غیر مقلدین کے درمیان اختلاف و تنازع کی یہ موجودہ سرگرمیاں اور ایک دوسرے کو گمراہ و بدعقیدہ لکھنے اور کہنے کی یہ ساری جانفشانیاں عقیدہ و فکر کے بنیادی اور اصولی اختلافات کے پیش نظر نہیں بلکہ اس کی بنیاد محض سعودی خیرات ہے دونوں کی نظریں سعودی تجویزوں پر مرکوز ہیں، علماے دیوبند کو جب تک برابر حصہ ملتا رہا اپنے آپ کو وہابی کہنا سرنامہ امتیاز سمجھتے رہے اور ”التوحید“ اور ”تقویۃ الایمان“ وغیرہ حقیقت سوز اور اسلام دشمن کتابوں کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے بلکہ ان کتابوں کو اپنے مدارس میں پڑھاتے رہے اور تن من سے غیر مقلدین کو بڑے بھائیوں کی طرح گلے سے لگائے رہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ آج تک

غیر مقلدین اساتذہ ان کے مدارس میں تدریس و تربیت کی خدمات انجام دیتے رہے اور غیر مقلدین طلبہ بڑے طمطراق سے ان کی درسگاہوں میں پڑھتے رہے ان کی گمراہی و بددینی اور انگریز نوازی ان کے افسانہ مذہب کا کوئی نیا کردار تو ہے نہیں وہ اپنے یوم پیدائش سے ہی اپنے تمام تر عقیدہ و عمل میں محمد بن عبدالوہاب نجدی، ابن تیمیہ اور اسماعیل دہلوی کے مقلد ہیں۔ سعودی خیرات کے بندہ ہوتے ہی ان کے دین و عمل کی گمراہیاں نظر آنے لگیں اور ان کے کفر اور ان کی بددینی کے فتوے صادر ہونے لگے جبکہ دوسری جانب یہ بھی اعتراف ہے کہ ہمارا اختلاف اصولی نہیں فروعی ہے اور رائج اور مرجوح تک محیط ہے۔ آج تک جب ان کی انگریز نوازی اور بددینی کا اظہار علمائے اہلسنت کرتے تھے تو ان کی حمایت میں سینہ سپر دیوبندی نظر آتے تھے اور غیر مقلدین سے زیادہ اساطین دیوبند کے کلیجے پھٹنے لگتے تھے۔ آج وہی باتیں دیوبندی غیر مقلدین کے لیے لکھ رہے ہیں اور یہی حال غیر مقلدین کا بھی ہے علمائے اہلسنت کے انکشافات غیر مقلدین ہتھیار کے طور پر دیوبندیوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ دونوں گروہوں کے الزامات ایک دوسرے کے حق میں بالکل حق ہیں اور بجائے خود دونوں ہی گمراہ اور بددین ہیں دونوں کا سرچشمہ وہابیت ہے۔ تاریخی حقائق کی روشنی میں اب یہ حقیقت کسی اہل دانش پر مخفی نہیں کہ برصغیر میں وہابیت کی تین بڑی شاخیں معرض وجود میں آئیں: ۱- قادیانیت ۲- غیر مقلدیت ۳- دیوبندیت۔ اور ان تینوں کے عقیدہ و فکر کی ہم آہنگی کی سرزمین سے اگنے والے نتائج بھی یکساں ہیں، یعنی۔

نام ہی کا فرق ہے کام ہیں تینوں کے ایک

موجودہ حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سعودی ریال کے حصول و تقسیم میں اس

وقت باہم خوب جوتوں میں دال بٹ رہی ہے اور نفسانی اختلافات اس حد تک بڑھ چکے

ہیں کہ اب دونوں کے متحد ہونے کے امکان نظر نہیں آتے تاوقتیکہ سعودی ریال علمائے دیوبند کو پھر ملنے لگیں لیکن اب غیر مقلدین سعودی شیوخ کے دل و دماغ پر اس طرح قابض ہو چکے ہیں کہ ان مقامات تک علمائے دیوبند کا پہنچنا بڑا مشکل ہے۔ اس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ علمائے دیوبند اپنی نام نہاد حقیقت سے رجوع کر کے غیر مقلدیت کو اختیار کر لیں اور یہ ان بگڑتے حالات میں ان سے بعید بھی نہیں اس کی ایک تازہ مثال وحید الدین خاں کی ہے جو اپنی پیدائش سے آج تک حنفی اور مقلد ہونے کے داعی تھے لیکن ایک ماہ قبل انھوں نے اپنی تقلید حنفیت کا قلابہ اتار پھینکا ہے اور جون ۲۰۱۰ء کا پورا ”الرسالہ“ تقلید کے شرعی اور روایتی مفہوم کے خلاف لکھا ہے۔ اس شمارے کو ”وحید الدین خاں کی غیر مقلدیت کا آغاز نمبر“ ہی کہنا درست ہوگا اب ہم اتنا کہہ کر بات ختم کریں گے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا

آگے آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا



وحید الدین خاں سے دو باتیں

تحریر جون ۱۹۲۰ء



مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی ہندوستانی مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی گمراہی و بے دینی بنام ”وہابیت“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”نجدی وہابیوں اور ہندوستانی وہابیوں میں ایک فرق ہے۔ نجدی وہابی اپنے آپ کو حضرت امام احمد بن حنبل کا مقلد کہتے ہیں مگر ہندوستانی وہابی کسی امام کو نہیں مانتے اور پوری غیر مقلدی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ ہندوستان کے اہل حدیث تو وہابیت کے کوٹھے پر چڑھے ہوئے ہیں مگر کچھ وہابی ایسے بھی ہیں جو ابھی وہابیت کے زینے تک پہنچے ہیں اور تقلید کے قائل ہیں اور ان میں سے بعض چشتیہ خاندان میں پیری مریدی بھی کرتے ہیں۔ ان کو عرف عام میں دیوبندی کہا جاتا ہے۔ ایک قسم وہابیوں کی نئی نمودار ہوئی ہے ان کو نیجری وہابی کہنا چاہئے ان کے بانی مولانا شبلی تھے (نادان وہابی ص: ۵۰) مطبوعہ محبوب المطابع دہلی

خواجہ حسن نظامی دہلوی نے گمراہ و بد دین وہابیت کے جو مدارج ضلالت اپنے دور میں سپرد قلم کئے تھے اس طویل عرصہ میں وہابیت کی ان تینوں شاخوں نے اپنی گمراہ گری کے خطوط پر حیرت انگیز تر قیاں کی ہیں۔ دیوبندی گروپ کے مولوی بشیر احمد فقیر والی ضلع بہاول نگر ہندوستانی وہابیوں کی ولادت اور ان کی گمراہیت کی جانب پیش قدمی کے سربستہ راز کا انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”غیر مقلدین (وہابی) انگریز کی عطا کردہ آزادی مذاہب کے نتیجے میں پیدا ہوئے اور انگریز کے اغراض و مقاصد اور خواہشات کی تکمیل کے لیے آگے بڑھے اور باطل کے مختلف محاذوں سے شجر اسلام پر خشک باری اور قلعہ اسلام پر گولہ باری کے لیے انہوں نے برضا و رغبت اپنی خدمات پیش کیں۔ اور انگریز کے حضور حاضر ہو کر کہا ہم قادیان میں آنجناب کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنی جان کی بازی

لگانے سے بھی دریغ نہ کریں گے صرف جناب کے اشارہ ابرو کی ضرورت ہے۔

(اہل حدیث اور انگریز ص: ۹۰)

فتنہ وہابیت کے رکن رکین اس دیوبندی مکتب فکر کے مولوی کے انکشاف سے یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ ہندوستان میں وہابیت کا اصل بانی اور سرپرست انگریز سامراج تھا نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہابیت کی مذکورہ بالا شاخوں کی طرح قادیانیت بھی وہابیت کی ایک ترقی یافتہ قسم اور غیر مقلدیت کی رضاعی بہن ہے۔ لیکن یہ سب اس دور کی باتیں ہیں جب وہابیت اپنے انگریز آقاؤں کے سہارے خاک ہند میں پھلنے پھولنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہی تھی اب یہ ہندو ادا سلام دشمن تحریکوں کی بھی آلہ کار بن چکی ہے۔ اور ان کے نام نہاد سیاسی علما اور دانشور و شوہندو پریشد، بجرنگ دل اور آرا لیس۔ ایس جیسی ہندو کٹر پینتھی جماعتوں کی حمایت اور ترجمانی میں بھی اپنے فکر و قلم کی مکمل توانائی صرف کر رہے ہیں۔ ان ملت فروشوں کی طویل فہرست میں مولوی وحید الدین خاں مدیر ”الرسالہ“ و سرپرست ”اسلامی مرکز دہلی“ کا نام سرفہرست ہے۔ اب ان کا پُر اسرار وجود اور ان کی طلسماتی تحریروں کا بنیادی نقطہ نظر بھی بڑی تیزی سے بے نقاب ہو رہا ہے۔

اس حقیقت سے خاک ہند کا کون مسلمان بے خبر ہوگا کہ برسر اقتدار ہندو قوم میں اسلامیان ہند کی تہذیب و ثقافت اور ان کے اسلامی نظریات و آثار پر جس بے دردی سے تیشہ زنی کر رہی ہیں اس کی مثال کسی جمہوری ملک میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ یہ مسٹران کی ہر ظالمانہ روش اور ہر فکری شب خون کے حملوں کی حمایت میں ان سے بھی دو چار قدم آگے نظر آتے ہیں اور مسلمانوں کی مظلومانہ آہ و فغاں اور خاموش احتجاجی اقدام پر پہرے بٹھانے کے لیے ہر وقت تازہ دم اور مستعد نظر آتے ہیں۔ اور اتنے

پُر فریب پیرایہ بیان میں بے بنیاد قلعے تعمیر کرتے ہیں کہ بھولے بھالے سادہ لوح قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ ایسا لگتا ہے کہ مسلم دشمن عناصر نے ان کے زبان و قلم ہی کا نہیں، فکر و ضمیر کا بھی سودا کر لیا ہے۔ بھگوا جھنڈے کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے نام نہاد ”اسلامی مرکز“ کے سرپرست کو فرائض کی ادائیگی کے لیے جو عملی اور فکری نقشہ سپرد کیا گیا ہے اس میں مسلم قوم کے دل سے ایمانی حمیت، تعظیم رسول اور جذبہ جہاد کو کھرچ کھرچ کر نکالنا اولین فریضہ منہی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے تعلق سے ان کی کوئی بھی تحریر اٹھا کر دیکھ لیجئے ”صلح حدیبیہ“ کا نام لے لے کر بے موقع اور بلا ضرورت صبر و تحمل کے درس سے خالی نہیں ہوتی اور اسی کے بین السطور مسلک جمہور کے عقائد و معمولات پر سنگباری کرتے ہوئے مسلمانوں کے جمہوری نقطہ نظر اور اقدام و عمل کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کی تحریر و تقریر کی یہ مہلک فکر مسلم قوم کے جیالوں کی دینی امنگوں اور مردانِ حُر کی دلولہ انگیز پیش قدمیوں کے لیے زہر قاتل اور انتہائی ہلاکت خیز ہے۔

مثبت اور تعمیری فکر اور صبر و تحمل کا مظاہرہ بلاشبہ اسلام کا داعیہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نگاہوں کے سامنے مسجدیں مسمار ہوتی رہیں، مسلم پرسنل لا کو یکساں سول کوڈ میں تبدیل کرنے کی سازشیں سر اٹھاتی رہیں، دہشت گرد حکومت ہند کی ناک کے نیچے قرآن عظیم نذر آتش کرتے رہیں، اہل قلم تہذیب و تاریخ کو بدلتے رہیں، نصاب تعلیم میں مسلم عہد حکومت کا چہرہ مسخ کیا جاتا رہے، منظم سازشوں کے تحت فسادات کے ذریعہ مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو سے کھلواڑ ہوتا رہے، خواتین اسلام کی عصمتیں لٹی رہیں اور ملت کے نوجوان خاموش تماشاخی بنے تسمیع کے دانوں پر ”الصبر“ ”الصبر“ کا ورد کرتے رہیں، اگر اسلام کا تقاضا صبر یہی ہے تو

الی، بے حسی اور ایمانی بے غیرتی کس چیز کا نام ہے۔ جناب! موقع شناسی اور تدبیر کام لے کر وقتی خاموشی اور مصالحت الگ چیز ہے۔ جو قوم وقتی پسپائی کے ساتھ دلوں سے غیرت ایمانی اور احساس زیاں بھی نکال دیتی ہے وہ غیر شعوری طور پر صفحہ رستی سے مٹ جاتی ہے۔

وحید الدین خاں اس وقت فکر و قلم کی پوری توانائی صرف کرتے ہوئے قوم کو ذلت و رسوائی کے اسی گڑھے کی جانب ڈھکیل رہے ہیں۔ وہ سب کچھ وہی کر رہے ہیں جو اسلام دشمن عناصر ان سے کرانا چاہتے ہیں ان کا اکثر وقت ہندو سبھاؤں میں سادھو سنتوں کے ساتھ گزرتا ہے۔ امسال سفر حج بھی انہوں نے بی. جے. پی کی عطا کردہ خیرات سے کیا ہے لیکن اس کی کوئی خبر ”الرسالہ“ میں نہیں آئی، یوں بھی وہ بی. جے. پی اور آر. ایس. ایس کی نوازشات کا ذکر ہی کہاں کرتے ہیں تذکرہ تو وہ اپنے آقاؤں کے اشاروں پر انجام پانے والے کارناموں کا کرتے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد اب مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ خواجہ حسن نظامی اپنے عہد میں جس گروپ کو دہابیت کے زپنے پر دیکھ رہے تھے وہ اب آر. ایس. ایس کے ترشول پر براجمان ہے۔ اسی طرح دینی عقائد و نظریات کی گمراہی اور گمراہ گری میں بھی بے حیائی اور جرأت میں جو اضافہ ہوا ہے اس مختصر تحریر میں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ سر دست آپ اتنا جان لیجئے کہ اسلامی لبادے میں توہین رسول ﷺ کا نام ”دہابیت“ ہے۔ اس روشنی میں وحید الدین خاں سے ایک سوال کیا گیا ہے، جس کی عبارت من و عن حسب ذیل ہے۔

”بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ حضور اکرم ﷺ کو افضل انبیاء نہیں تسلیم کرتے اس کی کیا حقیقت ہے برائے کرم واضح فرمائیں۔“ (از سید احسن الدین

حیدرآباد) (الرسالہ ۲۰ ص: ۳۶)

اس سوال سے قبل وحید الدین خاں اپنی تحریر و تقریر میں حضرت سید المرسلین امام الانبیاء کے افضل انبیاء ہونے کا انکار کر چکے ہیں۔ جس کا اظہار رسائل نے اپنے سوال میں کیا ہے، لیکن سوال کا تیور دیکھ کر بڑے شاطرانہ پیرایہ بیان میں جواب دیا ہے۔ اس کے باوجود جواب کے بین السطور سے عناد رسول کا رستا ہوا لہو صاف نظر آ رہا ہے۔ دل و دماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ اب آنجناب کا جواب پڑھئے۔

”پیغمبر اسلام ﷺ کا افضل ہونا بجائے خود مسلم واقعہ ہے۔ یہاں اصل سوال خود اس واقعہ کا نہیں بلکہ اس کی تعبیر کا ہے یعنی اس حقیقت کی منصوص تعبیر کیا ہے اور اس کے اظہار کا منصوص طریقہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ ایک تسلیم شدہ واقعہ ہے کہ ہر مومن کو رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انتہائی گہرا قلبی تعلق ہونا چاہئے، مگر جیسا کہ معلوم ہے اس قلبی کیفیت کی منصوص تعبیر ”محبت رسول“ ہے عشق رسول اس کی منصوص تعبیر نہیں۔ تعبیر کا یہی فرق مذکورہ مسئلہ میں بھی پایا جاتا ہے قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ”افضل الانبیاء“ کی تعبیر قرآن یا حدیث میں اختیار نہیں کی گئی، مثلاً قرآن میں کہیں بھی ”محمد افضل الانبیاء“ جیسی کوئی آیت نہیں اسی طرح حدیث میں ”انا الماحی“ تو ہے مگر حدیث میں کہیں بھی ”انا افضل الانبیاء“ جیسا کوئی کلمہ نہیں۔“

(الرسالہ مئی ۲۰ ص: ۶-۱۳۵)

دیکھ رہے ہیں آپ فکری آوارگی کا رقص ابلیس، لگتا ہے وحید الدین خاں کے نوک قلم پر شیطان بیٹھ گیا ہے اور اسی کے اشارہ پر قلم حرکت کر رہا ہے۔ سرور انبیاء فخر کون و مکاں، فخر الرسل، امام الکمل، خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کے ”افضل الانبیاء“ ہونے پر اتنے شواہد ہیں کہ ہزاروں صفحات روشن کیے جاسکتے ہیں مگر آنجناب کو ڈھونڈنے پر بھی قرآن و حدیث میں کوئی کلمہ نظر نہیں آیا اگر ملی رہبری اسی کا نام ہے تو مذہبی رہبرنی کی

امامات کیا ہوں گی۔ جناب ”یہاں اصل سوال خود اس واقعہ کا نہیں بلکہ اس کی تعبیر کا ہے“، یعنی افضل الانبیاء کہنا اور لکھنا دراصل وہابیت کی منصوص تعبیر نہیں۔ سنئے وہابیت کی منصوص تعبیر کیا ہے۔ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کی تعبیرات ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص: ۱۰)

۲۔ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (ایضاً ص: ۲۹)

۳۔ انبیاء، اولیاء، امام زادے، پیر، شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں

۴۔ انبیاء، اولیاء، امام زادے، پیر، شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (ایضاً ص: ۶۸)

۵۔ (رسول اللہ ﷺ) جو بشر کی ہی تعریف ہو وہی کرو سواس میں بھی اختصار کر دو (ایضاً ص: ۶۳)

رسول اعظم ﷺ کے حوالے سے وہابیت کی منصوص تعبیرات پڑھ کر اب آپ اس نتیجے پر پہنچ چکے ہوں گے کہ وحید الدین خاں کے سامنے سوال قرآن و حدیث کی منصوص تعبیر کا نہیں بلکہ اپنے اصل پیشوا کی پیروی کا ہے جن کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کا پڑھنا اور گھر میں رکھنا ان کے مذہب میں عین ایمان ہے۔ اب ذرا عشق و ایمان کی آنکھیں کھولئے اور قطار در قطار قرآن و حدیث کے ان شواہد کا مطالعہ کیجئے جن کی عبارتیں چیخ چیخ کر رسول اللہ کے ”افضل الانبیاء“، ”امام الانبیاء“، ”خاتم الانبیاء“، ”سید الانبیاء“، ”فخر الرسل“ اور ”مولائے کل“ ہونے کا اعلان کر رہی ہیں۔ ارشاد الہی ہے:



تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَ رَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجَتٍ -

ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی کچھ ان میں وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر

(سورہ بقرہ آیت ۲۵۳) درجوں بلند کیا۔

اس بحث کے دوران یہ نکتہ ہمیشہ پیش نظر رہے کہ افضل الانبیاء کے مقابلے میں کسی نبی و رسول کی تحقیر کا شائبہ بھی دل میں پیدا نہ ہو کیونکہ اصل نبوت و رسالت میں تمام انبیاء و رسل برابر ہیں یہاں گفتگو اس سے اٹھ کر خصائص و فضائل میں ہے جیسا کہ تمام مومنین نفس ایمان میں مساوی ہیں لیکن اطاعت الہی، عشق رسول اور تقویٰ شکاری میں باہم متفاوت اور ایک دوسرے پر فضیلت و فوقیت رکھتے ہیں۔ اس کی روشنی میں اب مذکورہ آیت کی تفسیر و توضیح ملاحظہ فرمائیے۔

آیت کے آخری جزو ”رفع بعضهم درجات“ کی تفسیر میں حضرت شیخ عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومنهم من رفعه على سائر الانبياء فكان بعد تفاوتهم في الفضل افضل منهم بدرجات كثيرة. و هو محمد ﷺ لانه هو المفضل عليهم بارساله الى الكافة و بانه اوتى ما لم يوته احد من الآيات المتكاثرة المرتقية الى الف او اكثر. واكبرها القرآن لانه

ترجمہ: اور ان میں سے وہ ہیں جن کو تمام انبیاء پر بلند کیا تو وہ فضل میں انبیاء کے درمیان فرق مراتب کے بعد درجوں افضل ہیں۔ اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ ان کے تمام انبیاء سے افضل ہونے کی پہلی دلیل تو یہ ہے کہ آپ کی رسالت ساری مخلوق کو عام ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کو بہت کثیر معجزات عطا کئے گئے جو ان سے قبل کسی کو نہیں دیئے گئے جن کی تعداد ہزار یا اس سے بھی زائد ہے اور ان میں سب سے بڑا معجزہ

المعجزة الباقية على وجه اخر. وفي هذا الابهام تفخيم و ان انه العلم الذي لا يشبهه على حد والمتميز الذي لا يلتبس۔

قرآن عظیم ہے کہ یہ آج بھی صفحہ ہستی پر باقی ہے۔ اور اس ابہام میں بھی تعظیم اور اس بات کا اظہار ہے کہ یہ وصف بمنزلہ علم ہے کہ کسی کو اشتباہ نہ ہوگا اور ایسا ممتاز ہے کہ ذرا بھی التباس نہیں۔

(تفسیر النسفی ج ۱ ص ۱۲۷)

اس تفسیر کی روشنی میں ہمارا مدعا روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ آیت کریمہ میں لفظ ”بعض“ سے مراد ذات سرور کائنات ہے اور رہا یہ شبہ کہ اس مقام پر لفظ بعض کے بجائے اسم پاک مصطفیٰ کیوں نہیں تو یہ بجا بخود غلط اور بے بنیاد ہے کیوں کہ مفسرین کے ارشادات کی روشنی میں یہ ابہام بھی آپ کی عظمت و فضیلت پر دال ہے کیوں کہ یہ مقام آپ کی ذات کے لیے بالکل متعین بلکہ علم کے درجے میں ہے کہ سنتے اور پڑھتے ہی دل و دماغ امام الانبیاء کے عطرین تصور کی خوشبوؤں سے مہک اٹھتے ہیں۔ اور ایسا بھی نہیں کہ یہ آج کے دور کی کوئی نوپید تشریح و توضیح ہو بلکہ اس پر اکابر اسلام اور مفسرین عظام کا جماع ہے اور عہد رسالت سے آج تک یہی اہل حق کا مسلک رہا ہے۔ اب ذرا اپنے ضمیر کو آواز دیجئے کیا یہ آیت کریمہ نبی آخر الزماں ﷺ کے ”افضل الانبياء“ ہونے کی ناقابل شکست اور روشن دلیل نہیں؟

گر نہ بیند بروز شہرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ عاشق رسول علامہ احمد بن محمد قسطلانی اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

قوله تعالى ”ورفع بعضهم درجات“ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان میں بعض کو درجوں بلند کیا یعنی محمد ﷺ نے محمد ﷺ کو تین حیثیتوں سے (تمام انبیاء پر) بلند کیا (۱) شب تعالیٰ علیہ وسلم رفعہ اللہ تعالیٰ

من ثلاثة اوجه (۱) بالذات معراج ذات مصطفیٰ کو (۲) تمام انسانوں ۵  
فی المعراج (۲) وبالسيادة على سردار بنا کر (۳) اور ان معجزات کے ذریعہ،  
جميع البشر (۳) و بالمعجزات آپ سے قبل کسی نبی کو نہیں عطا کئے۔  
مالم يوته نبی قبله (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية)

(ج: ۱۳ ص: ۱۲۱)

اب اس آیت کے حوالے سے مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کا ایمان افروز نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیے۔ امام احمد رضا بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ رقم طراز ہیں:

”ائمہ فرماتے ہیں یہاں اس بعض سے حضور سید المرسلین ﷺ مراد ہیں کہ انہیں سب انبیاء پر رفعت و عظمت بخشی کما نص علیہ البغوی و البیضاوی والنسفی والسیوطی والقسطلانی والزرکانی والشامی والحلبی وغیرہم۔ واقتصار الجلالین دلیل انه اصح الاقوال لالتزام ذالک فی الجلالین۔ اور یوں مبہم ذکر فرمانے میں حضور کے ظہور افضلیت و شہرت سیادت کی طرف اشارہ تامہ ہے۔ یعنی یہ وہ ہیں کہ نام لویا نہ لو انہیں کی طرف ذہن جائے گا اہل محبت جانتے ہیں کہ اس ابہام نام میں کیا لطف و مژہ ہے۔“

اے گل ہو خر ستم کہ بونے کسے داری

مژدہ اے دل کہ میا نفسی آید کہ از انفاش خوشش بونے کسے می آید

(تجلی البقیین بان مینا سید المرسلین ص: ۱۵)

مفسرین عظام اور اکابر اسلام کی تشریحات سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آیت

کریمہ۔ ”ورفع بعضهم درجات“ میں آقائے کائنات کا افضل الانبیاء ہونا چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن و منور ہے۔ اہل حق میں سے کسی نے آج تک اس پر کب

اس کی لیکن وہابیت و دیوبندیت تو نام ہی تنقیص رسول کا ہے ان کا کام ہی انبیاء اور اولیاء کی عظمتوں کا چھپانا اور توہین رسول کے لیے نت نئی راہیں نکالنا ہے وہ افضل الانبیاء کی تعریف بھی عام بشری سی ہی کرتے ہیں بلکہ اس میں بھی بخل سے کام لیتے ہیں اگر یہی مطالب الہی ہوتا تو قرآن عظیم کی آیتوں میں رسول اللہ کی عظمت و فضیلت کی کہکشاں یوں جگمکا رہی ہوتی۔ اب اس پس منظر میں آیت مذکورہ کے تحت وحید الدین خاں کی گراہ کن تفسیر کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

”ہر پیغمبر مختلف حالات میں آتا ہے اور اپنے مشن کی تکمیل کے لیے الگ الگ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اس اعتبار سے کسی کو ایک فضیلت دی جاتی ہے اور کسی کو دوسری، بعد کے دور میں پیغمبر کی فضیلت اس کے امتیوں کے لیے قنہ بن جاتی ہے۔ وہ اپنے نبی کو دی جانے والی فضیلت کو تائیدی فضیلت کے بجائے مطلق فضیلت کے معنی میں لے لیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سب سے افضل پیغمبر کو مان رہے ہیں اس لیے اب ہمیں کسی اور کو ماننے کی ضرورت نہیں۔“

اسی طرح اللہ کے وہ بندے جو امت محمدی کی اصلاح و تجدید کے لیے اٹھے ان کا بھی لوگوں نے انکار کر دیا کیوں کہ ان کے مخاطبین کی نفسیات یہ تھی کہ ہم بزرگوں کے وارث ہیں، ہم اکابر کا دامن تھامے ہوئے ہیں پھر ہم کو کسی اور کی کیا ضرورت؟

(تذکیر القرآن جلد اول ص: ۱۰۸)

”ورفع بعضهم درجات“ سے متعلق اس غیر متواتر اور اختراعی تفسیر کا تجزیہ کریں تو درج ذیل حقائق سامنے آئیں گے۔

۱۔ قرآن کے لفظ ”بعض“ سے کون مراد ہے ترجمہ و تفسیر میں کہیں ذکر نہیں کیا یہ پیغمبر اسلام کی عظمت و فضیلت بلکہ ان کی ذات مقدسہ سے قلبی عناد و تعصب ظاہر نہیں کر رہا ہے۔

۲۔ اس میں انبیاء کرام بشمول آخر الانبیاء کے لیے چاروں چار تائیدی فضیلت کو تسلیم کرتے

ہوئے بڑی دیدہ دلیری سے مطلق فضیلت کا انکار کیا ہے یہ نبی کریم ﷺ کے فضل و کمال سے انکار کا ایک چور راستہ ہے جبکہ حق یہی ہے کہ افضل الانبیاء ﷺ کو فضیلت مطلقہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ علمائے اسلام نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ اس نقطہ نظر کو اٹھایا ہے اور اس کے اثبات پر قطار در قطار دلائل قائم فرمائے ہیں۔ ذیل میں علامہ سعد الدین تفتازانی کا استدلال ملاحظہ فرمائیے۔

واستدل الشيخ سعد الدين ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”تم بہترین امت“ التفتازانی لمطلق افضليته ﷺ ان میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں“ سے حضرت بقوله تعالى ”كنتم خير امة“ شیخ سعد الدین تفتازانی نے نبی کریم ﷺ کی اخرجت للناس“ قال لانه لاشك مطلق افضليته پر استدلال فرمایا۔ کیونکہ ظاہر ان خيرية الامة بحسب کمالهم ہے امت کی بہتری دین میں کمال کے اعتبار فی الدين، و ذلك تابع لکمال ہے ہو یہ موقوف ہے ان کے نبی کے فضل و کمال نبیہم الذی يتبعونه۔ (المواہب اللدنیہ جلد ۳ ص: ۱۲۲)

۳۔ خاں صاحب نے انبیاء کرام کے فضائل و کمالات کو دے لفظوں میں امتوں کے لیے فتنوں کا باعث قرار دیا ہے، لیکن انہوں نے امتوں کو مورد الزام ٹھہرایا ہے جبکہ یہ الزام حق سبحانہ تعالیٰ پر عائد ہوتا ہے کیونکہ اسی نے اپنے محبوب انبیاء و رسل کو فضائل و کمالات اور آیات و معجزات سے نوازا اور آسمانی کتابوں میں بار بار ان کا ذکر فرمایا اور تحدیث نبویہ کے طور پر ان کا خوب خوب چرچا کرنے کا حکم دیا، لیکن خاں صاحب کو اس کی کیا پرواہ ان کے دین و مذہب کی بنیاد ہی تو ہیں خدا و رسول پر قائم ہے جب ان کے مذہب خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے تو فضائل انبیاء کے ذریعہ امتوں کو فتنوں میں مبتلا کیوں ممکن نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اصحاب معجزات و کمالات انبیاء کی بیشمار مقصد قوموں کو ہدایت دینا نہیں بلکہ انہیں فتنوں میں ڈالنا تھا۔ الامان والحفیظ

۴۔ خاں صاحب نے اس آیت کی تفسیر بلکہ اپنی پوری ”تذکیر القرآن“ میں نہ تو قرآن و حدیث سے استشہاد کیا اور نہ اقوال ائمہ اور ارشادات مفسرین سے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ان کی سرکاروں نے انہیں اولیاء و انبیاء کی توہین اور تفریق بین المسلمین کی جو ذمہ داری سونپی ہے اس کی ادائیگی کے لیے انہوں نے قرآن کے دامن کو سب سے مناسب محل اور موثر ذریعہ سمجھا کہ مسلمان قرآن کی تفسیر کا نام سن کر اسے پڑھے گا اور اس راستے سے دیا جانے والا ”سلو پائزن“ بخوبی اس کے حلق تک پہنچ جائے گا جو نیچے اتر کر باسانی اس کا کام تمام کر دے گا۔

ان حقائق کی روشنی میں ہمارے قارئین اب اس نتیجہ تک پہنچ چکے ہوں گے کہ ”تذکیر القرآن“ تفسیر قرآن کے بجائے قادیانیت کی پشت پناہی اور وہابیت و دیوبندیت کی تبلیغ کے لیے لکھی گئی ہے۔

اب ذیل میں آپ کے افضل الانبیاء ہونے پر قرآن عظیم سے ایک اور شہادت ملاحظہ فرمائیے۔ قرآن عظیم میں ہے ”وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ“۔ (سورہ اسرا آیت نمبر ۵۵)

اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ بن احمد نسفی ارشاد فرماتے ہیں:

فيه اشارة الى تفضيل رسول ترجمہ: اس میں رسول اللہ ﷺ کی افضلیت کی جانب اشارہ ہے اور ارشاد باری ”ہم نے داؤد کو زبور عطا کی“ وجہ افضلیت پر دلیل اور اس کا بیان دلالت علی وجہ تفضيله وانه خاتم الانبياء وان امته خير الامم ہے کہ سرکار خاتم الانبیاء ہیں اور ان کی امت خیر الامم ہے اس لیے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں لکھا ہوا ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ”يَبْلُغُ اَمْرُكُمْ“ (توریت) کے بعد الزبور مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ زبور میں لکھا کہ اس زمین کے وارث میرے



يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ“ وَهُمْ نیک بندے ہوں گے وہ رسول اللہ ﷺ ہیں محمد و امتہ۔ اور ان کی امت۔

(تفسیر النسفی الجزء الثانی ص: ۱۱۷)

اس تفسیر کی تائید حدیث رسول اللہ ﷺ سے بھی ہوتی ہے، امام بیہقی وہب بن منیر سے روایت فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ان الله تعالى اوجى في الزبور ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے زبور مقدس میں وحی بھیجی، یاد اؤد انه سیاتی بعدک من اسمہ اے داؤد! عنقریب تیرے بعد وہ سچائی آئے گا احمد و محمد صادقاً نبیا لا جس کا نام احمد و محمد ہے میں کبھی اس سے ناراض نہ ہوں گا نہ وہ کبھی میری نافرمانی کرے گا اس کی (الی قوله) امتہ امة مرحومة امت امت مرحومہ ہے میں نے انہیں وہ نوافل اعطینہم من النوافل مثل ما عطا کئے جو پیغمبروں کو دیئے اور ان پر وہ احکام اعطیت الانبیاء و افترضت علیہم فرض ٹھہرائے جو انبیاء و رسل پر فرض تھے، یہاں الفرائض التي افترضت علی تک کہ وہ لوگ میرے پاس روز قیامت اس حال الانبیاء والمرسلین حتی یاتونی میں حاضر ہوں گے کہ ان کا نور مثل نور یوم القيامة و نورہم مثل نور اے داؤد میں نے محمد کو سب سے افضل کیا اور اس الانبیاء الی ان قال یاد اؤد انی فضلست محمداً و امتہ علی الامم کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت بخشی۔ کلہم الی آخرہ۔ (بیہقی شریف)

اب ان شواہد کی روشنی میں جناب وحید الدین خاں کے اس دعوے کو ایک بار پھر دہرا لیجئے: ”کہ قرآن میں کہیں بھی محمد افضل الانبیاء جیسی کوئی آیت نہیں۔“ وحید الدین خاں نے حدیث رسول کے تعلق سے بھی یہ گمراہ کن دعویٰ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کیا ہے: ”کہ حدیث میں کہیں بھی انا افضل الانبیاء جیسا کوئی کلمہ نہیں۔“ اس دعوے کے بعد آج جناب نے بطور استشہاد تفسیر ابن کثیر (۳۰۴/۱) کے حوالے سے یہ حدیث

بھی نقل کی ہے۔ ”لا تفضلونی علی الانبیاء“، یعنی مجھ کو دوسروں پر فضیلت نہ دو اور اسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث بھی اسی حوالے سے نقل کی ہے ”لا تفضلوا بین الانبیاء“ (الرسالہ ص: ۲۰۱ ص: ۳۵)

مفسرین و محدثین اور سیرت نگاران مصطفیٰ صدیوں سے ان احادیث سے متعلق اعتراضات کے جوابات لکھتے چلے آ رہے ہیں مگر افسوس خاں صاحب نے اپنے بے بنیاد مدعا کے ثبوت میں پھر اسی شبہ کو دہرایا مگر حیرت و افسوس تو یہ ہے کہ انہیں شبہ تو نظر آیا لیکن اسی مقام پر اکابر اسلام اور شارحین حدیث کے جوابات نظر نہیں آئے اس پس منظر میں ذرا آپ ہی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ یہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف منظم سازش ہے کہ نہیں اگر امت مسلمہ کی رہبری اسی کا نام ہے تو لغت سے رہبرنی کا مفہوم ہی خارج کرنا پڑے گا۔

المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیہ جلد سوم میں ”مناقشة القائلین بعدم التفضیل“ کے زیر عنوان ان احادیث کے حوالے سے بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے، اور علمائے اسلام اور شارحین احادیث کے اقوال سے تعارض کی دیواریں منہدم کرتے ہوئے رسول اللہ کے افضل الانبیاء ہونے کو چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور بے داغ کر دیا ہے لیکن خاں صاحب کچھ بھی نہیں سمجھ سکے دراصل فہم حدیث کے لیے عناد رسول نہیں عشق رسول درکار ہے جبکہ خاں صاحب کا دل عناد رسول سے لبریز ہے۔ انہیں تو وہ روایتیں درکار ہوتی ہیں جن سے ان کے دل کی تسکین اور ان کے نوپید دین و مذہب کی تبلیغ ہو یعنی ”جو بشر کی سی تعریف ہو وہی کرو سواس میں بھی اختصار کرو“ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ خدا و رسول کے ارشادات کی حقیقی مراد کیا ہے اور عہد رسالت سے آج تک جمہور علماء اسلام کی تشریحات و ترجیحات کیا ہیں؟

اگر ایسا نہ ہوتا تو دہائیت اور اس کی شاخوں کا ظہور ہی کیوں ہوتا اور اس سے تفریق و انتشار کے یہ ہولناک مناظر کیوں سامنے آتے۔ اب ہم تفصیل میں نہ جا کر خاں صاحب کی نقل کردہ دونوں حدیثوں کے تعلق سے حضرت ملا علی قاری کی شرح شفا سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔ اگر دل میں ایمانی زندگی کی کچھ بھی رتق باقی رہ گئی ہوگی تو ہدایت اور قبول حق کے امکانات ہیں اور اگر ضلالت و گمراہی کی مہر لگ چکی ہے تو کم از کم ہم فریضہ منہجی سے ضرور سبکدوش ہو جائیں گے۔

حضرت ملا علی قاری رقم طراز ہیں:

وقد اجاب العلماء عن هذا الحديث بأجوبة منها انه قال تادباً و تواضعاً. ومنها انه قال قبل ان يعلم انه افضلهم فلما علم قال انا سيد ولد آدم بل وفي البخاري انا سيد الاولين و الآخرين و لا فخر. ومنها انه نهى عن تفضيل يودی الى الخصومة كما ثبت سببه في الصحيح بورود "لا تفضلوني على موسى كما سيجيء". ومنها انه نهى عن تفضيل يودی الى نقص بعضهم لاعتن كل تفضيل لثبوتہ

ترجمہ: علمائے کرام نے اس حدیث کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ (۱) رسول اللہ نے انکار و تواضع کے طور پر فرمایا۔ (۲) رسول اللہ نے اپنی افضلیت سے آگاہی کے قبل ارشاد فرمایا تھا پھر جب علم ہو گیا تو فرمایا میں اولاد آدم کا سردار ہوں بلکہ بخاری شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں اولین و آخرین کا سردار ہوں اور یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ (۳) رسول اللہ نے ایسی افضلیت کے ذکر سے انکار فرمایا جو خصومت و اختلاف کا باعث ہو جیسا کہ صحیح بخاری میں ارشاد رسول "مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو" کے پس منظر سے ثابت ہے (تفصیل آگے آئے گی) (۴) رسول اللہ نے ایسی افضلیت کے ذکر

فی الجملة كما قال تعالى "تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات و آتينا عيسى ابن مريم البينات، و منها انه نهى عن التفضيل في نفس النبوة لافى ذوات الانبياء و عموم رسالتهم و زيادة خصائصهم و مزية حالاتهم و هذا بمعنى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم على مارواه الشيخان "ولا تفضلوا بين الانبياء" واما قوله عليه الصلوة والسلام "ولا تخيروني على موسى" فسيبه مارواه الشيخان و ابو داود و النسائي من انه استب مسلم و يهودى قال والذى اصطفتى موسى على العالمين فلطم المسلم وجهه و ذكر ذلك للنبي ﷺ فسأل المسلم عنه فاخبره فقال لا تخيروني على موسى اى تخيير

سے روکا ہے جس میں کسی دوسرے نبی کی تنفیص کا پہلو نکلے نہ کہ ہر تنفیص سے روکا، اس لیے کہ وہ "فی الجملة" ثابت ہے جس کا ثبوت اس ارشاد الہی سے ظاہر ہے، "یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا، ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر رجوا بلند کیا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی ثنائیاں دیں۔" (۵) رسول اللہ نے نفس نبوت میں افضلیت کی نفی فرمائی ہے انبیا کرام کی ذوات مقدسہ، ان کی رسالت کی ہمہ گیری، ان کے خصائص کی کثرت اور ان کی احوال کے امتیازات میں بیان افضلیت سے نفی نہیں فرمائی۔ شیخین سے مروی اس حدیث رسول "انبیا کے درمیان تفضیل نہ کرو" کا یہی مفہوم ہے۔ اور شیخین، ابو داؤد اور نسائی سے جو یہ ارشاد رسول مروی ہے کہ فرمایا "مجھے موسیٰ علیہ السلام سے بہتر نہ کہو" اس ارشاد کے پس منظر کی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان اس مسئلہ کو لے کر اختلاف ہو گیا یہودی نے کہا اس کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں میں منتخب کیا تو مسلمان نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا، اس نے بارگاہ رسول میں اس کا ذکر کیا آپ نے مسلمان سے پوچھا تو اس نے اس کی تفصیل بتائی اس پر رسول اللہ نے ارشاد فرمایا "مجھے موسیٰ پر فوقیت نہ دو"

مفاضلة يودى الى مخاصمة۔“ یعنی مقابلہ والی فوقیت جس کا نتیجہ جھگڑائی ہو۔  
(الجزء الاول من شرح الشفالفاضل  
على القارى ص: ۹۲-۹۱)

علمائے اسلام کے جوابات اور محدثین کی توضیحات سے واضح ہو گیا کہ جن احادیث میں سرور کونین ﷺ نے اپنے افضل ہونے کے ذکر سے روکا ہے اس کے کچھ خاص دواعی ہیں اور ان احادیث کا خاص پس منظر بھی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مذکورہ صورتیں نہ ہوتے ہوئے بھی امام الانبیاء کے افضل الانبیاء ہونے کا ذکر نہ کیا جائے۔ جیسا کہ وحید الدین خاں نے ”افضل الانبیاء“ کے ذکر پر بیک قلم پہرہ بٹھا دیا ہے۔ خاں صاحب نے یہودی و مسلمان کے درمیان تنازع والی حدیث نقل کرنے کے بعد جو نتیجہ سپرد قلم کیا ہے اس پر سرپیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔ آنجناب لکھتے ہیں:

”مذکورہ روایت بتاتی ہے کہ افضل الانبیاء کی تعبیر شریعت میں کیوں اختیار نہیں کی گئی۔“ (الرسالہ مئی ۲۰۰۱ ص: ۳۵)

یعنی ایک مخصوص پس منظر میں وارد حدیث کی بنیاد پر اپنے باطل مذہب کی عمارت کھڑی کر لی اور شارحین حدیث کی توضیحات اور علمائے اسلام کے جوابات کو شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے۔ اور وہ درجنوں حدیثیں بھی نظر نہ آئیں جن کی واضح اور غیر مبہم عبارتیں اذعان و یقین کی بلند چوٹیوں سے سرور کونین ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کا اعلان کر رہی ہیں۔

اب ذیل میں احادیث کے وہ نصوص ملاحظہ فرمائیے جن میں تمام رسولوں پر ہمارے نبی کی افضلیت شمس در کف حقیقت کی طرح روشن و منور ہے۔

ترمذی شریف میں ہے:

عن ابی امامۃ عن النبی ﷺ  
قال ان الله فضلنی علی الانبیاء۔  
(ترمذی جلد اول ص: ۱۸۷)

ترجمہ: ابوامامہ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ سرکار نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت و برتری عطا فرمائی۔

مقدمہ داری میں ہے:

ان الله فضل محمداً علی  
الانبیاء (دارمی مقدمہ ۸)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام انبیاء سے افضل کیا۔

ترمذی شریف میں ہے:

عن ابی هريرة رضي الله  
تعالى عنه ان النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم قال فضلت علی  
الانبياء بسب اعطيت جوامع  
الكلم و نصرت بالرعب واحلت  
لی الغنائم و جعلت لی الارض  
مسجداً و طهوراً و ارسلت لی  
الخلق كافة و ختم بی النبون۔  
هذا حدیث حسن صحیح۔ (ترمذی  
جلد اول ص: ۱۸۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے دیگر انبیاء و رسل پر چھ چیزوں کے ذریعہ فضیلت و برتری دی گئی، پہلی چیز تو یہ ہے کہ مجھے کلمات جامع کی صفت دی گئی، دوسری چیز یہ کہ رعب و دبدبہ کے ذریعہ میری نصرت کی گئی، چوتھی چیز یہ کہ زمین میرے لیے مسجد اور طہار و مطہر بنائی گئی، پانچویں چیز یہ کہ مجھے تمام جہاں کے لیے رسول بنایا گیا اور چھٹی چیز یہ کہ میری ذات پر نبیوں کی آمد کا سلسلہ ختم کیا گیا۔

شرح شفاف میں ہے۔ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الحمد لله الذي فضلني علی  
جميع النبيين حتی فی اسمی و

ترجمہ: تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی، یہاں تک کہ



صفحتی (ذکرہ القاری فی شرح الشفا میرے نام وصفت میں۔  
فقال قد روی -- عن ابن عباس)  
(بحوالہ جزاء اللہ علوہ۔ بیابانہ ختم  
النبوہ ص: ۲۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انا قائد المرسلین و لافخر ترجمہ: میں رسولوں کا پیشوا ہوں اور یہ بات ازراہ  
وانا خاتم النبیین و لافخر وانا اول فخر نہیں اور میں انبیاء کا خاتم ہوں اور یہ بات ازراہ  
شافع و مشفع و لافخر۔ فخر نہیں اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا  
(مشکوٰۃ کتاب الفتن ص: ۵۱۸) اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے  
گی اور یہ بات ازراہ فخر نہیں ہے۔

ترمذی شریف میں ہے:

عن ابی سعید الخدری قال ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے  
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ مروی، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "میں  
علیہ وسلم، "انا سید ولد آدم یوم قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ  
القیامۃ و لافخر، ویدی لواء بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا، اور میرے ہاتھ  
الحمد ولا فخر، وامن نبی آدم میں لواء الحمد ہوگا اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا نبی  
فمن سواه الا تحت لوائی۔ آدم اور ان کے سوا تمام مخلوق میرے پرچم تلے  
(بحوالہ مواہب اللدنیہ جلد ۳ ص: ۱۲۳) ہوگی۔

اس حدیث کی مزید روایات اور سند کے تعلق سے المواہب اللدنیہ کے محقق و

محشی صالح احمد شامی رقم طراز ہیں:

و کذا رواہ احمد وابن ماجہ ترجمہ: اسی طرح حدیث کو احمد اور ابن ماجہ نے  
و صححہ الحاکم، قال الترمذی، روایت کیا، حاکم نے اس کی تصحیح کی اور امام ترمذی

حسن صحیح۔ (مواہب جلد ۳ نے اسے حسن صحیح کہا۔  
ص: ۱۲۳)

امام بخاری نے مرفوعاً روایت کیا۔

عن ابی ہریرۃ "انا سید الناس ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی  
ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، "میں قیامت  
یوم القیامۃ۔" کے روز تمام انسانوں کا سردار ہوں گا۔"

اس روایت کے ذیل میں علامہ احمد بن محمد قسطلانی فرماتے ہیں:

هذا يدل علی انه افضل من ترجمہ: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم  
آدم علیہ السلام و من کل اولادہ ﷺ حضرت آدم اور ان کی تمام اولاد سے  
بل افضل من الانبیاء، بل افضل افضل ہیں بلکہ انبیاء کے کرام سے بھی بلکہ تمام مخلوق  
الخلق کلہم" (مواہب اللدنیہ جلد ۳ سے بھی۔  
ص: ۱۲۳)

حضرت ابو نعیم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی  
کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ارسلت الی الجن والانس ترجمہ: میں جن و انس اور سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا  
والی کل احمر واسود، واحلت والی کل احمر واسود، واحلت  
لی الغنائم دون الانبیاء، وجعلت لی الغنائم دون الانبیاء، وجعلت  
لی الارض کلھا طهوراً، ومسجداً، زمین پاک کرنے والی اور مسجد ٹھہری، اور میرے  
ونصرت بالرعب امامی شہراً، آگے ایک مہینہ راہ تک رعب سے میری مدد کی  
واعطیت خواتیم سورة گئی، اور مجھے سورۃ بقرہ کی پچھلی آیتیں کہ خزانہ  
البقرۃ، وکان من کنوز العرش، ہائے عرش سے تھیں عطا ہوئیں، یہ خاص میرا حصہ  
تھا سب سے جدا اور مجھے توریت کے بدلے

وخصصت بها دون الانبياء قرآن کی وہ سورتیں ملیں جن میں سو سے کم آیتیں  
واعطيتن المثنى مكان التوراة، ہیں، اور انجیل کی جگہ سو سو آیت والیاں اور زبور  
المثنى مكان الانجيل، کے عوض تم کی سورتیں، اور مجھے مفصل سے تفصیل  
والحواميم مكان الزبور، وفضلت بالمفصل اسل، وانا سید ولد آدم فی  
الدنيا والآخرۃ ولا فخر، وانا اول من تنشق الارض عني وعن امتي  
ولا فخر، وبیدی لواء الحمد يوم القيامة وجميع الانبياء تحته  
ولا فخر والى مفاتيح الجنة يوم القيامة ولا فخر، وبی تفتح الشفاعة  
ولا فخر وانا سابق الخلق الى الجنة ولا فخر، وانا امامهم وامتى بالاثر،  
(بحسبحواله تجلی الیقین بان نبینا سید

المرسلین مع ترجمہ از امام احمد رضا  
بریلوی۔ ص: ۴۵-۴۶)

ان چند احادیث نبویہ کے ذکر کے بعد اب ہم قلم روکتے ہیں ورنہ سرکار اقدس  
کے فضائل و کمالات کا نورانی محل عرش علی سے بلند اور شرق و غرب سے وسیع تر ہے کس کی  
مجال جو ان کے فضائل و کمالات کی درختاں کہکشاں نوک قلم سے سینہ قرطاس پر اتار  
سکے، ارباب قلم جب لکھتے لکھتے تھک گئے تو یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

لا یکن الشاء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اب ہم اس بحث کو مزید مبرہن و مستند کرنے کے لیے امام احمد رضا قدس سرہ کا

ایک فیصلہ کن اقتباس نقل کرتے ہیں:

”حضور پر نور سید عالم ﷺ کا افضل المرسلین و سید الاولین والآخرین ہونا قطعی  
ایمانی یقینی اذعاناً اجماعی ایتھانی مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بدین  
بندہ شیاطین والعیاذ باللہ رب العالمین۔ کلمہ پڑھ کر اس میں شک عجیب ہے۔ آج نہ  
کھلا توکل قریب ہے، جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا، سارے مجمع کا دولہا حضور کو  
بنائے گا، انبیاء جلیل تا حضرت خلیل سب حضور ہی کے نیاز مند ہوں گے موافق و مخالف  
کی حاجتوں کے ہاتھ انھیں کی جانب بلند ہوں گے، انھیں کا کلمہ پڑھا جاتا ہوگا۔ جو  
آج بیان ہے کل عیان ہے۔ (تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ص: ۳)

مذکورہ بالا بحث کا حاصل اب آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا کہ سرور  
کونین ﷺ کا افضل الانبیاء ہونا اجماعی و یقینی ہے اور اس سے انکار سخت گمراہی اور  
بددینی ہے اور اس منفرد اور امتیازی وصف و کمال کے اظہار سے خاموشی نری جہالت و  
نادانی ہے۔ لیکن خاں صاحب کو ضد ہے کہ رسول اللہ کو افضل الانبیاء نہ کہا جائے اس سے  
لوگوں میں نفسیات کا جذبہ ابھرتا ہے۔ اب ہم اپنی بحث کو ختم کرتے ہوئے اس سلسلہ  
میں ان کے عیار قلم کا ایک اور اقتباس نقل کرتے ہیں خاں صاحب لکھتے ہیں:

”افضل الانبیاء کی تعبیر لوگوں کے اندر فخر و ناز کی نفسیات پیدا کرتی ہے، ہر ایک  
اپنے فخر کو ثابت کرنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غیر ضروری قسم کے نزاعات  
ابھرتے ہیں۔

اس معاملہ میں قرآن و حدیث سے جو منصوص تعبیر ملتی ہے اس کا فائدہ یہی ہے  
مثلاً قرآن میں پیغمبر اسلام ﷺ کو خاتم النبیین (الاحزاب ص: ۴۰) کہا گیا ہے یہ  
تعبیر اہل ایمان کے اندر ذمہ داری کا جذبہ ابھارتی ہے۔ اس سے یہ احساس بیدار ہوتا  
ہے کہ پیغمبر کے بعد اب پیغمبر کے ماننے والوں کو یہ کام کرنا ہے۔

یہ تعبیر بتلاتی ہے کہ ختم نبوت کے بعد آپ کی امت مسئولیت کے اعتبار سے

مقام نبوت پر ہے پہلی تعبیر (افضل الانبیاء) اگر فخر کا احساس پیدا کرتی ہے تو دوسری تعبیر ذمہ داری کا احساس ابھارتی ہے۔ (الرسالہ مئی ۲۰۰۰ء ص: ۶-۳۵)

اس پر عرض ہے کہ قرآن میں خاص امت کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے ”کنتم خیر امۃ“ تم سب سے بہتر امت ہو، اگر اپنے نبی کو افضل الانبیاء کہنے سے فخر کا احساس ہو سکتا ہے تو خود اپنے بہتر اور افضل ہونے کے ذکر سے تو اور زیادہ فخر کا احساس پیدا ہوگا۔ اگر آپ کی بات صحیح مان لی جائے تو حیرت ہے کہ جو کلمہ بالواسطہ فخر کا احساس بعید پیدا کر سکتا تھا اسے تو قرآن نے چھپا لیا لیکن جو کلمہ براہ راست اور فوری طور پر فخر کا احساس پیدا کرنے والا ہے اسے سامنے رکھ دیا، فی اللجب!

بلاشبہ خاتم النبیین ہونا منصوص تعبیر ہے لیکن یہ تعبیر بھی تو مفسرین اور علماء کے نزدیک افضل الانبیاء ہونے پر ایک روشن اور ناقابل شکست دلیل ہے۔ اس بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم خاں صاحب سے عرض کریں گے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہے یعنی ارشاد رسول ”لانی بعدی“ کی توضیح کے مطابق اس کا صاف ستھرا مطلب یہ ہے نبی آخر الزماں کے بعد اب کوئی اور کسی بھی نوعیت کا نبی قیامت تک مبعوث نہیں ہوگا یہ نص قطعی سے ثابت ہے اس لیے اس کا منکر کافر ہے شفا شریف اور اعلام بقواطع الاسلام میں ہے ”یکفر ایضاً من کذب بشئ مما صرح فی القرآن من حکم او خبر“ یعنی اس کی بھی تکفیر کی جائے گی جس نے قرآن عظیم کے کسی صریح حکم یا خبر کو جھٹلایا لیکن خاں صاحب آپ کو اپنے گھر کی بھی کچھ خبر ہے آپ کے دین و مذہب میں عقیدہ نبوت بھی اپنے حقیقی معنی میں کہاں محفوظ ہے آپ کے بزرگوں نے تو اس کا بھی انکار کیا ہے یا تو اپنے مذہب سے آپ ارتداد کی راہ اختیار کر رہے ہیں یا ان سطور کو لکھتے وقت اپنے مذہب کے ایک بنیادی عقیدہ سے مصلحت کے پیش نظر قوم کا ذہن ایک دوسری

جانب پھیرنا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ ختم نبوت بھی اپنا موروثی عقیدہ لوگوں کے حلق سے نیچے اتارنے کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ ہم بروقت بس اتنا ہی کہیں گے۔

آپ کے مقتدر پیشوا مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں ”ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین“ فرمانا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ چند صفحات کے بعد:

بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے (تحذیر الناس، ص: ۱۲)

اور آپ کے مذکورہ بالا اقتباس کی روشنی میں دوسری بات یہ ہے کہ جب رسول اللہ کے لیے امت مسلمہ ”افضل الانبیاء“ جیسی تعبیرات استعمال کرتی ہے تو آپ کا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے اور بقول آپ کے امت میں فخر و ناز کی نفسیات ابھرتی ہے۔ لیکن آپ ہی لکھتے ہیں کہ ”ختم نبوت کے بعد آپ کی امت مسؤلیت کے اعتبار سے مقام نبوت پر ہے“ کیا اعتبار کی قید لگا کر امت کو نبوت کے مقام پر بٹھانے سے فخر کا احساس نہ پیدا ہوگا؟ یہ غلط ہے کہ اس سے تو صرف مسؤلیت کا احساس ابھرے گا اور نبی کو ”افضل الانبیاء“ کہنے سے فخر اور صرف فخر کا احساس پیدا ہوگا۔ مزید عرض ہے کہ جب آپ اپنے علما اور بزرگوں کو منصب خدائی پر بٹھاتے ہیں اور نبی سے برتر لکھتے ہیں تو آپ کے دل میں فخر و ناز کی نفسیات کیوں نہیں ابھرتی۔ سنئے آپ کے ایک برادر بزرگوار مولانا سعید احمد پالنپوری استاذ دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کے تعلق سے بڑے فخر و ناز سے لکھتے ہیں:



”بچپن میں آپ نے خواب دیکھا کہ آپ اللہ عز و شانہ کی گود میں بیٹھے ہیں آپ کے دادا صاحب نے تعبیر دی کہ اللہ پاک آپ کو علم عطا فرمائے گا۔“ (کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے، افادات مولوی قاسم سناؤ توئی، مطبوعہ مکتبہ جاز دیوبند ص: ۱۰۰)

کیا یہ منصب خدائی کی جانب مشرکانہ پیش رفت نہیں ہے اس سے آپ کے دل میں فخر و ناز کی نفسیات نہیں ابھری۔

مولوی محمود حسن دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں اپنے قصیدہ میں لکھتے

ہیں:

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحاؑ کو دیکھیں ذری ابن مریم

(مرثیہ مولوی رشید احمد ص: ۳۳ مطبوعہ دیوبند)

مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ممتاز وصف و معجزہ تھا لیکن آپ کے عظیم پیشوا رشید احمد گنگوہی مردوں کو تو زندہ کرتے ہی تھے زندوں کو بھی مرنے نہیں دیتے تھے ظاہر ہے وصف مسیحاؑ میں وہ ایک نبی سے بڑھے ہوئے تھے ”اس مسیحاؑ کو دیکھیں ذری ابن مریم“ کا تیور اور تقابلی چیخ چیخ کر اس عقیدہ و ایمان کا اعلان کر رہا ہے۔ یہ اردو کا ایک محاورہ ہے کہ کسی کی تعریف کے موقع پر کسی سے تقابل کرتے ہوئے جب بولا جاتا ہے ”ذرا اس کو دیکھیں“ ذرا اس کو دیکھیں تو تقابلی علی و جہ الفوقیت ہی مراد ہوتا ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے تعلق سے کسی شاعر نے کہا ہے۔

بھوکے پیاسے نے ہزاروں کو تہ تیغ کیا

اس شجاعت کو ذرا دیکھ تو رستم آکر

اس شعر میں شاعر نے وصف شجاعت میں رستم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و برتری ظاہر کی ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا شعر میں وصف میہمت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رشید احمد گنگوہی کی برتری اور فضیلت ظاہر کی ہے۔

اس پس منظر میں ہم خاں صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس مقام پر آپ کے فکر و قلم کی توانائی کیوں مردہ ہو گئی جس قلم سے آپ افضل الرسل کے قصر پر شکوہ میں شگاف ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کبھی اس کا رخ آپ نے صنم خانہ دیوبند کے خود تراشیدہ بزرگوں کی جانب بھی کیا ہے۔ ہمیں یقین ہے آپ ہرگز نہیں کریں گے۔ افضل الانبیاء کی تعبیر تو غیر منصوص نظر آتی ہے اور فخر و ناز کی نفسیات ابھرتی ہے لیکن جب یہ اپنے مولویوں کو خدائے پاک برتر کی گود میں بٹھاتے ہیں اور بلند عظمت نبی پر فوقیت و فضیلت دیتے ہیں تو کون سا نص پیش نظر ہوتا ہے اور فخر و ناز کی نفسیات کیوں نہیں ابھرتی اور عمل کا جذبہ سرد کیوں نہیں پڑتا؟

بریں عقل و دانش باید گریست



## نظریاتی اختلافات

### سے قتل و غارت گری تک

میلاد النبی ﷺ کے پس منظر میں

تحریر ستمبر ۱۹۹۷ء اضافہ اکتوبر ۲۰۰۱ء

اس وقت دیوبندیت اور غیر مقلدیت نے اپنے نجدی اور سامراجی آقاؤں کی شہ پر پورے ملک کے مسلمانوں میں امن و اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے، برصغیر میں ایک دور وہ تھا کہ ہر طرف میل محبت اور ہمدردی و غم گساری کی چاندنی بکھری ہوئی تھی، کسی ایک پیر میں کاشا چھتا تھا اور پورا محلہ اس کی کسک محسوس کرتا تھا۔ گاؤں کے گلیاروں سے لے کر شہر کی شاہراہوں تک یکساں تہذیب و روایات کی حکمرانی تھی، ہر آبادی میں انھیں عقائد و معمولات کی بہاریں تھیں جو عہد رسالت سے متوارث اور متواتر بصدد ادب و احترام چلی آرہی تھیں، میلاد شریف پڑھنے والی ٹولیوں کا مشکل ہی سے کوئی دن خالی رہتا تھا، بچہ پیدا ہو تو میلاد، نیا مکان تعمیر ہو تو میلاد، کسی کا انتقال ہو تو میلاد، چہلم ہو تو میلاد، گیارہویں شریف، بارہویں شریف اور بزرگوں کے اعراس مسلمانوں کی دینی اور ثقافتی روایات کے عناصر تھے، پیشانیوں سجدوں سے رشتہ تھیں اور قلوب محبت الہی اور عشق رسول سے معمور تھے، اور یہی امت مسلمہ کی وہ قوت تھی جس سے بڑی بڑی طاقتیں لرزتی تھیں۔ مسلمانوں کا یہی عشق و اتحاد انگریز سامراج کی آنکھ کا کاشا تھا، اس نے دولت و اقتدار کا لالچ دے کر اسی قوم سے کچھ ایسے گندے عناصر کو ڈھونڈ نکالا اور ان کو ذمہ داری یہ سونپی گئی کہ مسلمانوں کی مقدس روایات اور عقائد و معمولات کے خلاف دینی لب و لہجہ میں کچھ ایسا لٹریچر تیار کیا جائے جس سے مسلمانوں کے متواتر اور متوارث عقائد و معمولات کی شرعی حیثیت میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں، ان تمام امور میں انبیاء اور اولیاء کی عظمتوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ عشق رسول اور تعظیم اولیاء ہی اس قوم کی سب سے بڑی طاقت ہے جو اس قوم کو ہر موڑ اور ہر محاذ پر پرشوق، پر عزم، پر ہمت، متحد اور فلک پہنچائے رکھتی

ہے۔ عرب میں یہ خدمت امین سعود اور محمد بن عبدالوہاب نجدی نے انجام دی اور ہندوستان میں غلام احمد قادیانی، عبداللہ چکڑالوی، اسماعیل دہلوی، سید احمد رائے بریلوی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبٹھوی، رشید احمد گنگوہی اور حسین احمد مدنی وغیرہ نے انجام دی۔ ان تقدس مآب نما رہنروں نے مختلف تحریکوں اور تنظیموں کے ذریعہ اپنی زبان و قلم کا بھرپور استعمال کیا، توہین رسول سے تحقیر اولیاء تک مستند عقائد کے چہرے مسخ کرنے سے لے کر مقدس معمولات کی بیخ کنی تک ہر وہ کام کر دکھایا جو امت مسلمہ کے امن و اتحاد کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے ضروری تھا اور بد قسمتی سے یہ سازش آج تک جاری ہے مگر افسوس ہماری قوم کے سادہ لوح مسلمانوں کو نہ اس کا ہوش ہے اور نہ علم۔

اس وقت عالم یہ ہے کہ نجدی اور سامراجی ایجنٹ اپنے اسلام دشمن آقاؤں سے لمبی لمبی قوم لا کر سچے پکے مسلمانوں کو لالچ دے کر ان کے ایمان و عمل کا سودا کرتے ہیں اور اگر اس میں کامیابی نہیں ملتی ہے تو زبان و قلم کے تیر و نشتر چلاتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو وہ اتنے بازاری اور سوقیانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ وہ نہیں بول رہے ہیں بلکہ ان کی زبان پر شیطان بول رہا ہے۔ ان کی شرانگیز تحریروں اور تقریروں سے امت مسلمہ کا جو امن و اتحاد غارت ہو رہا ہے وہ کسی اہل دانش پر مخفی نہیں، اور یہ سب کچھ اس گروہ کی جانب سے کوئی حیرت انگیز چیز نہیں بلکہ توقع کے عین مطابق ہے جن کے خود سافہ دین کی بنیادیں خدا اور رسول کی گستاخیوں پر اٹھائی گئی ہوں اس کے پیروکار۔ اگر باہر تو حید کے دیوانوں اور شمع رسالت کے پردانوں کو اپنی محفلوں اور تنہائیوں میں گالیاں دیں تو اس میں حیرت و تعجب کی کون سی بات ہے۔

ہمگر اب انسانیت کے شرم سے ڈوب جانے کا مقام یہ ہے کہ اب تک تو یہ



سامراجی ایجنٹ زبان و قلم کا خنجر چلاتے تھے اور اہل حق اپنے نبی کی عظمتوں کے نام پر ہر زہر غم شوق سے پی جاتے تھے مگر اب تو یہ لوگ انسانی اخلاقیات کے پیرہن سے بالکل ننگے ہو چکے ہیں اور اپنے ہاتھوں میں بھی خنجر لے کر میدان میں آگئے ہیں، اس المناک حادثے کے رقم کرتے وقت قلم کانپ رہا ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں کہ شہرستی میں ایک نوجوان عاشق رسول عبدالعزیز خاں کو صرف اور صرف اس جرم میں تہ تیغ کر دیا کہ وہ اپنے نبی کی محفل میلاد سجانے کا اہتمام کر رہا تھا۔ آہ! کیا اب ہندوستانی مساجد میں اپنے رسول کا نام لینا بھی قابل گردن زدنی جرم ہو گیا؟

عبدالعزیز خاں کی دردناک شہادت کا جو قیامت خیز حادثہ پیش آیا ان نابکار قاتلوں کی مذمت غیر مسلم تک کر رہے ہیں اب آئیے چند لفظوں میں اس دلدوز حادثہ کی قدرے تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیے۔

آغا دریا خاں بستی میں ایک نامور اور خوش عقیدہ شخصیت گزری ہے انھیں کے نام سے محلہ ہے اور انھیں نے ہی یہ مسجد تعمیر کرائی تھی جسکی وجہ سے وہ مسجد بھی انھیں کے نام سے مشہور ہو گئی اور آج تک اسی خاندان کے لوگ اس مسجد کی نگہداشت اور اہتمام و انصرام کی خدمت کا شرف حاصل کر رہے ہیں، افسوس یہ خوش قسمت نوجوان شہید بھی اسی تاریخی خاندان کا چشم و چراغ تھا، مسجد میں آج تک تمام معمولات اسلام و سنیت کے مطابق جاری رہے ہیں جن کے شاید اغیار و اخبار سب ہیں۔ کچھ دنوں پہلے بستی میں وہاں بمکتب فکر کا ایک دارالعلوم قائم ہوا اساتذہ و طلبہ کے لئے اس دارالعلوم میں ایک مسجد بھی ہے اس دارالعلوم کے کارگزار مولوی باقر ہیں ان کے دل و دماغ وہابیت کی روایتی دہشت گری سے پوری طرح لبریز ہیں۔ ایک روز انھوں نے اپنے چیلوں چپالوں کو لے کر اس مسجد میں دخل اندازی شروع کی اہل محلہ اور منتظمین مسجد کو یہ سخت ناگوار گزرا

مگر جناب اپنی شرانگیز حرکتوں سے باز نہیں آئے یہاں تک کہ انھوں نے دیکھتی آنکھوں امامت کا مسئلہ کھڑا کر دیا، بات یہاں تک پہنچی کہ مسلمانوں اور دیوبندیوں کو کوتوالی میں طلب کیا گیا جہاں اتفاق رائے سے یہ صلح نامہ تحریر کیا گیا۔

”مسجد میں دارالعلوم کا کوئی دخل نہ ہوگا مسجد دریا خاں کا امام وہی ہوگا جو میلاد کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھے، چراغاں، طاق بھرنا تو ہمارا وغیرہ پرانی روایات کے طریقے پر کرے اور پیش امام کے پیچھے بھی لوگ نماز ادا کریں گے۔“

اس صلح نامے پر انتظامیہ اور شہر کے ذمہ داران کے دستخط ہوئے۔ مگر مولوی باقر صاحب اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے وہ اپنے دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ سے کچھ نہ کچھ فتنہ انگیزیاں کراتے رہے، چشم دید راویوں کا بیان ہے کہ ۲۰ جولائی ۱۹۹۷ء کو اس مسجد میں جشن میلاد النبی ﷺ کا پروگرام تھا ۱۲ ربیع الاول شریف کی مناسبت سے پوری مسجد کو دلہن کی طرح سجا دیا گیا تھا ٹھیک ۷ بج کر ۱۰ منٹ پر مولوی باقر اپنے ہم نواؤں کو لے کر مسجد میں گھس گئے اور ڈیکوریشن توڑنے لگے محلہ کے مسلمانوں نے مزاحمت کی تو لوگوں کو جان سے مارنے کی دھمکی دی اور چلے گئے۔ پھر نوبت یہ ظالم ایک سو سے زائد شریکین کو لے کر ڈاکوؤں کی طرح مسجد میں داخل ہو گئے، میلاد شریف کی تیاریوں میں مصروف عبدالوحید خاں کے بھائی عبدالعزیز خاں اور عبدالرحیم خاں اور دیگر نوجوانوں کو راڈ اور لاٹھیوں سے مارنے لگے کتنے ہی نوجوان سخت گھائل ہو گئے زخمیوں کو فوراً اسپتال بھیجا گیا عبدالعزیز خاں (جن کے سر میں چوٹ زیادہ تھی) کو لکھنؤ بھیجا گیا مگر اپنے نبی کی محفل سجانے والا یہ نوجوان زخموں کی تاب نہ لا کر راستے ہی میں جام شہادت سے سیراب ہو گیا۔

اب ایک سوال بار بار دل و دماغ میں ہيجان برپا کر رہا ہے کہ جب وہابی مکتب

جاری کر رکھا ہے کہ یہاں کی فتنہ حال مسجدوں کے فوٹو اپنے صحیفہ شامی سعودی آقاؤں کے سامنے پیش کر کے کروڑوں کی رقم لے آتے ہیں جس سے مسجدیں کم اور اپنی بلدیہیں زیادہ تعمیر کر رہے ہیں اور انہیں بدعتیہ عقیدوں کے نتیجے میں ہزاروں فتنے جنم لے رہے ہیں اور ہر طرف اختلاف و بدعتیہ کی وبا پھیل چکی ہے۔

یہ حقیقت ایک لمحے کے لئے بھی ذہن سے اوجھل نہیں رہنا چاہئے کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے گالیاں کھانا اور جانی دینا تو ہر دور میں عاشقان رسول کی روایت اور قابل رشک سعادت رہی ہے۔ مگر دردناک سوال یہ ہے کہ یہ یہود و مسعود کے وظیفہ خور کرب تک اسلام کا چہرہ مسخ کر کے مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کی آگ لگاتے رہیں گے۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ مسلمان جیلے ولولہ اگر تیر تحریک و جمعیت کے ساتھ اٹھیں اور ان مٹھی بھر بدعتیہوں کو قادیانیوں کی طرح اسلام سے خارج قرار دیں۔ اور ساتھیوں کو حکومتوں سے مطالبات کئے جائیں کہ جس طرح مسلمان رشیدی کی ”شیطانیت“ آیات ”پر تو تین رسول کے جرم میں سخت پابندی عائد کر دی گئی ہے اسی فرد جرم کے تحت ”تقویۃ الایمان“، ”حفظ الایمان“، ”تجدیر الاناس“ اور ”برائین قاطعہ“ وغیرہ ان تمام کتب پر پینڈ لگا دیا جائے جن کی عبارتوں میں تقلیدیں الوہیت اور عظمت رسالت پر کافر اندر نہیں ہیں اور ان کی کفریہ عبارتوں کی بنیاد پر علمائے عرب و عجم نے ان کے اکثر مصنفوں کی تکفیر کے فتوے صادر کئے ہیں اور تیار رہتی دستاویز آج بھی ”حسام الحرمین“ کے نام سے ہر جگہ دستیاب ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو مسلمانوں کے درمیان اختلاف و انتشار کی اٹھائی گئیں دیواریں بھی اتنی لحد میں ہوس ہو جائیں گی اور اتحاد و خوش عقیدگی کی پرہیزگاریوں میں امت مسلمہ کی تعمیر و ترقی کی رائیں بھی کھل جائیں گی۔

اب ہم ان دیوبندی اور غیر مقلد مولویوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ انھوں

فکر کے دارالعلوم میں بجائے خود مسجد ہے، اساتذہ، طلبہ اور دیگر لوگ وہاں نماز پڑھتے ہیں تو پھر مولوی باقر صاحب کو مسلمانوں کی اس مسجد میں نماز پڑھنے کا شوق کیوں پیدا ہوا، کیا اس مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب کچھ زیادہ تھا کہ اس شوق جنوں نیز میں انھوں نے قتل و خون کے دریا سے گزرنے میں بھی کوئی خوف محسوس نہیں کیا۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس سر بستہ راز کا انکشاف کوئی ان کا ہم عقیدہ ہی کر سکتا ہے، لیجئے پیش

خدمت ہے دیوبندی مکتب فکر کے روزنامہ اخبار ”راپتی کو رکھپور“ کا مسنی خیر اکشاف:

”بستی کے پرانے محلے آغا دریا خاں میں وہ مسجد جس کو لے کر آج تنازعے

ہیں اس کی تعمیر تقریباً ۸۵ سال قبل آغا دریا خاں کے والد آغا علی خاں نے کرائی تھی

جس میں لوگ ایک زمانے سے نماز باجماعت ادا کرتے آ رہے ہیں اور نماز کے بعد

گزشتہ ۲۰ سالوں سے یہاں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی روایت بھی ملتی ہے۔ مولانا باقر

نے مسجد میں ہوئی جدید کاری کا نقشہ اور وقف بورڈ سے حاصل سند سعودی عربیہ کے

شیوخ کے سامنے رکھا اور وہاں سے لاکھوں روپیہ چندے کے نام پر لے آئے اور اسی

طریقے کا کام سستی میں دوسری قدیم مسجد کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔ پرانی بستی میں

واقع ایک مسجد کے سبلے میں بھی انھوں نے ایسی ہی کوشش کی اور مسجد کے ذمہ داران

کی مدد پیش قدمی کی مگر لوگ تیار نہیں ہوئے۔ یہاں کی سوالات پیدا ہوتے ہیں

دارالعلوم مدرسہ کے اندر ایک عالی شان مسجد موجود ہے جہاں بچے نماز ادا کرتے ہیں

پھر مولانا کو اس مسجد کی مداخلت کی کیا ضرورت تھی، حقیقت تو یہ ہے کہ عبد المعز کے

قتل کے بعد مدرسہ کے مدرس آکر امامت کے فرائض انجام دیں گے۔“ (۱)

یہ تھا اس قتل و غارتگری کا حقیقی پس منظر جس کا انکشاف ایک دیوبندی اخبار نے بر ملا کر دیا اس وقت پورے برصغیر میں دیوبندی اور غیر مقلد مولویوں نے یہ دھندا

(۱) روزنامہ راپتی کو رکھپور ۷/۲ جولائی ۱۹۹۷ء